فتوح الغیب

حضرت محبوب سبحانی، قطب ربانی شیخ عبد القادر
جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی معمور اسرارِ توحید و معرفت
تصنیف کا سلیس و فصیح اردو ترجمہ

از
عبد الرحمٰن طارق

ناشر
مکتبہ تجلّی۔ دیوبند (یو۔پی)

ناشر :- .... مکتبہ تجلی - دیوبند یوپی

ماہ اشاعت :- .... اگست ۱۹۷۰ء

قیمت :- ۸/۵۰

پریس :- .... راحت پریس - دیوبند

تعداد اشاعت :- .... ایک ہزار

ز من گو صوفیان با صفا را
خدا جویانِ معنی آشنا را
غلامِ ہمتِ آں خود پرستم
کہ با نورِ خودی بیند خدا را

كَلِمَةُ الْحِكْمَةِ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا ۔

(حدیث نبوی)

"حکمت کی بات مومن کی گم شدہ چیز ہے۔
جہاں بھی اسے پائے حاصل کرلے۔ کیونکہ وہی
اس کا بہترین مستحق ہے۔"

فہرست مضامین

مقالہ نمبر		صفحات

مقالہ نمبر		صفحات
۵۳	رضائے الٰہی کا مطالبہ	۱۶۰
۵۴	زہد و تقویٰ کی تشریح و توضیح	۱۶۳
۵۵	تکمیل ولایت	۱۶۶
۵۶	باقی باللہ ہونے کا مطلب	۱۷۰
۵۷	احوال اولیاء میں قبض و بسط کی وضاحت	۱۷۳
۵۸	اپنی نگاہ کو ہستیٔ باری تعالیٰ پر مرتکز کرو	۱۷۷
۵۹	صبر و شکر کی تاکید	۱۷۹
۶۰	اتباع کتاب و سنّت	۱۸۳
۶۱	مومن استعمال اشیاء میں احتیاط و تفتیش کرتا ہے	۱۸۷
۶۲	محبت اور محبوب کے متعلق	۱۸۹
۶۳	ایک نکتۂ معرفت	۱۹۲

ہرشہ بالی میونسپل پبلک لائبریری دہلی
نمبر اضافہ 14335 تاریخ 1981
باب اردو نمبر کتاب 938

مومن کی تین لازمی صفات

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا "ہر مومن کے لئے تمام احوال میں تین صفات لازمی ہیں:۔ پہلی یہ کہ "اوامر" یعنی احکام خداوندی کی تعمیل کرے دوسری یہ کہ "نواہی" یعنی محرمات و ممنوعات سے بچے اور تیسری یہ کہ مشیئت الٰہی اور تقدیر پر راضی رہے پس مومن کی ادنیٰ حالت یہ ہے کہ وہ کسی بھی وقت ان تینوں چیزوں کی پیروی سے غافل نہ ہو اور اس کا دل ان کے ارادہ و نیت کو لازمی قرار دے لے۔ وہ نفس کو ہمیشہ اُن کی تلقین کرے اور تمام احوال میں اپنے اعضائے جسم کو اُن کا پابند و مکلّف بنائے"

مقالہ نمبر ۲

نصائح تعلیمات قرآنی کی روشنی میں

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا "مسلمانو! سنت کی پیروی اختیار کرو اور بدعات سے مجتنب رہو۔ اللہ اور اس کے رسولِ برحق کے فرمانبردار ہو جاؤ اور اُن کی حکم عدولی مت کرو۔ اللہ تعالیٰ کو واحد یکتا سمجھو اور مخلوقات میں سے کسی کو اُس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ خدا کو تمام معائب سے پاک جانو اور اُس پر بہتان نہ لگاؤ۔ اسلام کو ایک سچا اور نجات دہندہ مذہب یقین کرو اور اس میں شک وشبہ نہ لاؤ۔ مصائب و آفات میں صبر و تحمل سے کام لو اور گھبراؤ ہرگز نہیں۔ مشکلات میں ثابت قدم رہو اور خوف زدہ ہو کر بھاگو نہیں اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل و کرم طلب کرو اور سوال و التجا میں تامل مت کرو رحمت خداوندی کا انتظار کرو امید رکھو اور مایوس و ناامید مت ہو آپس میں دوستی۔ خدا ترسی اور محبت و رواداری کا سلوک رکھو۔ باہم عداوت و عناد مت رکھو گناہوں سے بالکل پاک و محفوظ رہو اور غفلت و بے احتیاطی سے ان میں شامل و آلودہ مت ہو۔ اپنے پروردگار کے ذکر و عبادت سے حقیقی زیب و زینت حاصل کرو۔ اپنے خالق و مالک کی بارگاہ سے دور نہ رہو۔ اور اس کی طرف متوجہ ہونے سے منہ نہ پھیرو۔ توبہ کرنے میں تاخیر ہرگز نہ کرو اور اپنے پروردگار کے حضور گزشتہ گناہوں کی معافی چاہنے میں شب و روز کسی

بھی وقت شرم یا جھجک محسوس نہ کرو، کیونکہ ان کا درِ مغفرت ہر وقت باز رہتا ہے
جب تم میرے ان نصائح پر عمل پیرا ہو گئے۔ تو امید ہے کہ خدا کی طرف سے رحم
کئے جاؤ۔ اور نیک بخت قرار دیے جاؤ۔ عذاب دوزخ سے بچائے جاؤ اور
جنت میں خوش و خرم پہنچائے جاؤ۔ تمہیں اللہ تعالےٰ کا قرب و وصل نصیب
ہو اور دار السلام میں بہشت کی تمام نعمتوں سے محفوظ و فیضیاب کئے جاؤ
اور پھر اس نازو نعم میں ہمیشہ رکھے جاؤ طرح طرح کی خوشبوؤں اور خوش
آواز لونڈیوں کے ساتھ مسرور و مطمئن کئے جاؤ اور سب سے مبارک یہ کہ
انبیاء، صدیقین شہدا اور صالحین کے ساتھ مقام علیین میں عزت و رفعت
بخشے جاؤ۔

مقالہ نمبر ۳

کامل تسلیم و رضا

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا:- جب بندہ مصائب و آفات میں مبتلا کیا جاتا ہے تو شروع میں خود ہی اُن سے نجات پانے کے لئے جدوجہد کرتا ہے اور جب اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوتا تو بیماریوں اور مصیبتوں میں اغیار سے امداد و اعانت چاہتا ہے۔ مثلاً وہ بادشاہوں عہدہ داروں مال داروں اور طبیبوں وغیرہ سے رجوع کرتا ہے، لیکن جب وہ انکے ذریعہ بھی مصائب سے رہائی نہیں پاتا تو پھر اپنے پروردگار کی جانب دُعا و زاری اور حمد و ثنا کے ساتھ مائل ہوتا ہے۔ الغرض جب تک بندہ اپنے نفس میں طاقت و توفیق پاتا ہے، ردِ مصائب میں خود کوشاں ہوتا ہے لیکن بعد ازاں مخلوقات سے مدد و نصرت چاہتا ہے اور جب تک وہ مخلوق سے امداد و اعانت اور حاجت روائی پاتا ہے خدا کی طرف ہرگز رجوع نہیں ہوتا اور جب مخلوقات سے بھی اُس کی مشکل کشائی اور حاجت روائی نہیں ہوتی، تو پھر دعا و زاری کے ساتھ اظہار عجز و احتیاج کرتا ہوا بے اختیار خدا کے سامنے گر پڑتا ہے اور اس پر خوف و رجا کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ بھی اس کی دعا کو جلد قبول نہیں فرماتا اور اس کی حاجت روائی نہیں ہوتی تو وہ تمام اسباب ظاہری و مادی سے ناامید ہو جاتا ہے اُس وقت بندہ پر قضا و قدر افعالِ

الٰہیہ اور توحید کے اسرار منکشف ہوتے ہیں۔ اور وہ اسباب و تعلقاتِ دینوی سے فانی ہو جاتا ہے۔ اس درجۂ فنائی التوحید کے بعد بندہ محض روح کے طور پر باقی رہ جاتا ہے۔ اس مقام میں وہ صرف افعالِ الٰہیہ پر نظر رکھتا ہے، کامل تسلیم و رضا کے ساتھ اور ضرور تاً صاحب یقین موحد ہو جاتا ہے پس یقین کے اس درجہ پر اس کا یہ ایمان ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی فاعل حقیقی نہیں اور اسکی ذاتِ وحد کے علاوہ کوئی ایسی ہستی ہیں جو حرکت یا سکون بھلائی یا بُرائی، نفع یا نقصان، موت یا حیات، عزت یا ذلت، دولت مندی یا محتاجی صحت یا بیماری الغرض کوئی بھی چیز دینے یا نہ دینے کی مختار و مجاز ہو، پس ایسی حالت میں وہ بندہ فتہ اؑ قدرت کے تحت دایہ کے ہاتھ میں ایک شیر خوار بچہ کیطرح، نمال کے ہاتھ میت کیطرح اور چوگان سوار کے سامنے ایک بے بس گیند کیطرح ہو جاتا ہے اپنے تمام حوائج و معاملاتِ زندگی کا، مختارِ کُل صرف اللہ تعالےٰ کو سمجھتا ہے وہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف، ایک وضع سے دوسری وضع کی طرف ایک فعل سے دوسرے فعل کی طرف پلٹا اور پھرایا جاتا ہے اور اسکو اپنے یا غیر کے حق میں کسی حکم یا حرکت کی توفیق و قدرت باقی نہیں رہتی اب وہ اپنے پروردگار کے ارادہ و فعل میں اپنے آپ سے غائب و نابود ہے وہ دیکھتا ہے تو مشیت الٰہی کے ساتھ، سنتا ہے تو مشیت الٰہی کے ساتھ بولتا ہے تو مشیت الٰہی کے ساتھ اور کوئی بات سمجھتا ہے تو مشیت الٰہی کے ساتھ، اب اُس کا علم خدا کے علم سے ہوتا ہے اور اُس کا کلام خدا کے کلام سے وہ اسی کی نعمت سے نعمت یافتہ، اسی کے قرب سے نیک بخت اُسی کے جمال سے معنوی سے بزرگ و آراستہ، اور اُسی کے ذکر سے مستحب

سکون واطمینان، اُسی کی فکر سے صاحبِ فہم وذکا، اور دُنیا وعقبیٰ میں اُسی کے وعدوں سے خوش وخرم ہوتا ہے مقامِ تسلیم ورضا میں وہ فقط حق تعالےٰ سے مانوس ومربوط ہوتا ہے، اور اس کے ہر غیر سے گریزاں اور متوحش ہوتا ہے وہ اسی قرب ووصل کی آرزو کرتا ہے اور اسی کی پناہ پکڑتا ہے اُس کا رشتہ عشق ومحبت حق تعالےٰ کے ساتھ مضبوط ومحکم ہوتا ہے، اور وہ ہر معاملہ میں صرف اسی پر توکل رکھتا ہے وہ اسی کے نورِ معرفت سے ہدایت پاتا ہے اور اُسکی صفات عالیہ سے اپنے ظاہر وباطن کو آراستہ کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کے عطاکردہ علمِ لدّنی سے اسرارِ قدرت پر آگاہ ومطلع ہوتا ہے اور اسی کی توفیق سے قدرت کے نادر بھیدوں کو اپنے سینے میں ضبط ومحفوظ رکھتا ہے اور پھر خاص اوقات میں اپنے منعمِ حقیقی کی تمام نعمتوں پر اُس کی حمد وثنا کرتا اور شکر بجالاتا ہے۔"

مقالہ نمبر ۲

خدا کی لازوال نعمتیں

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا جب تو مخلوق سے مرجائے گا تو تجھے کہا جائے گا کہ تجھ پر اللہ کی رحمت ہو اور جب تو اپنی خواہشات سے مرجائے گا اور رضائے الہٰی کے ساتھ زندہ و باقی ہو گا۔ تو تیرے لیے کہا جائے گا کہ اللہ تجھ پر رحمت کرے اور اپنی لازوال نعمتوں کا دروازہ تجھ پر کھول دے پھر جب تو مشیت الہٰی کے احترام میں اپنے ارادہ اور آرزو سے مرجائے گا۔ تو تیرے لئے کہا جائے گا کہ تجھ پر اللہ تعالیٰ رحم و کرم فرمائے۔ اور تیری تقدیر میں اُس کی طرف سے خیر و برکت ہو اس وقت اللہ تعالےٰ تجھے حقیقی معنوں میں زندہ کرے گا اور تو ایسی حیات جاوداں پائے گا جسکے بعد موت نہیں اور ایسی دولت سے مالدار بنایا جائے گا جسکے بعد محتاجی نہیں اور تجھ پر ایسی بخشش و عنایت کیجائے گی جس کے بعد تنگ حالی اور رکاوٹ نہیں اور تو ایسی راحت و طمانیت سے محفوظ کیا جائے گا جسکے بعد عسرت و پریشانی نہیں اور ایسا مسرور و شادماں کیا جائے گا جس کے بعد رنج و غم نہیں اور ایسا علم دیا جائے گا جس کے بعد جہل نہیں اور ایسا امن دیا جائے گا جس کے بعد خوف نہیں اور ایسا نیک بخت بنایا جائے گا جس کے بعد تیرے لئے بدبختی نہیں اور ایسی عزت بخشا جائے گا جسکے بعد ذلت نہیں اور ایسا مقرب بارگاہ الہٰی کیا جائے گا، کہ پھر اُس سے دور و مہجور نہ ہو گا، اور تجھے ایسا عروج

عطا کیا جائے گا جس کے بعد تنزل نہیں۔ اور ایسی فضیلت و بزرگی ملے گی جسکے
بعد حقیر نہ کیا جائے گا۔ اور ایسا پاک و معصوم کیا جائے گا کہ پھر گناہوں میں آلودہ
ہوگا یہ رتبہ پانے پر تو خدا کا محبوب اور ملجا و ماویٰ بن جائے گا، اور تیری شان
میں لوگوں کی مدح وثنا بالکل سچ اور بجا ہوگی تو ازالۂ امراضِ روحانی کیلئے بذات
خود اکسیرِ اعظم بن جائے گا پھر لوگ تیری باطنی صفات اور تیرے بلند رتبہ کو پہچان بھی
نہیں سکیں گے اور تو ایسا بزرگ ہوگا جس کا کوئی مثل نہ ہوگا ایسا مردِ نادر و یکتا
ہوگا، جس کا کوئی ہم رتبہ و ہم جنس نہ ہوگا۔ اُس حالت میں تو طاق، فرید المثال
غیب الغیب اور سر الاسرار ہو جائے گا اُس وقت تو ہر رسول، ہر نبی، اور ہر صدیق
کا روحانی وارث ہوگا۔ تجھ پر ولایت کی انتہا ہوگی، اور تیرے پاس کسبِ فیض
کیلئے ابدال آئیں گے تجھ سے خلقِ خدا کی مشکلات حل ہوں گی۔ تیری دعا سے
بارانِ رحمت کا نزول ہوگا، تیری برکت سے کھیتیاں اُگائی اور سرسبز و شاداب
کی جائیں گی، اور تیری دعاؤں سے ہر خاص و عام اہلِ سرحدات، راعی و رعایا
حاکم و محکوم، آئمۂ امت و افرادِ امت، الغرض تمام مخلوق کی مصیبتیں اور
بلائیں رفع کیجائیں گی۔ اس حالت میں تو شہروں اور اُنکے باشندوں پر ایک
حاکم و مختار کو توال ہو جائے گا، اور انہیں تیرے احکام و فرمودات کی اطاعت
کے سوا کوئی چارہ نہوگا، لوگ قطع مراحل کرتے ہوئے دُور دُور سے رواں دواں
تیرے پاس آئیں گے، اور خالق کائنات کے حکم سے تمام احوال میں تحائف نقد و
جنس تیری خدمت میں لائیں گے، وہ ہر جگہ تیری برگزیدہ صفات و اخلاق کے
چرچے کریں گے، تیری تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہونگے اور تیری عظمت

دشان کے متعلق کہیں دو اہل ایمان میں بھی اختلاف نہ ہوگا۔ اے ستودہ صفات اے نیک۔ بخت! اے مقبولِ بارگاہِ خداوندی! اے رشکِ نوعِ انسانی! آبادیوں میں رہنے والوں! اور جنگلات میں چکر لگانے والوں میں سے تیری ذات پر یہ اللہ تعالےٰ کا خاص فضل و کرم ہے اور اللہ صاحبِ فضلِ عظیم ہے!

مقالہ نمبر ۵

دنیا کے فتنوں سے اجتناب

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا "جب تو دنیا کی محو ہو جانے والی آرائش و زیبائش اس کے دل کو لبھانے اور جذب کرنے والے مکر و فریب اس کی گمراہ و ہلاک کرنے والی لذات، راہ راست سے بھٹکانے والی ترغیبات بظاہر خوش گوار لیکن بباطن مکروہ و گناہ پرور مناظر، اور دنیا کی بے وفائی و عہد شکنی غافل و بے خبر دنیا پرستوں کو دیکھے تو ایسا سمجھ جیسے کوئی برہنہ جائے ضرور بیٹھا ہوا ہو، اور غلاظت کی بدبو اس کے ماحول میں پھیل رہی ہو۔ یہ منظر اور یہ کیفیت دیکھکر تو اپنی آنکھیں اور ناک بند کرے گا، تاکہ تیرے حواس اس کا مکروہ ناگوار اثر قبول نکریں۔ اسی طرح تو دنیا داروں اور اُن کے معصیت آلود ماحول سے اپنے حواس کو دور و کنارہ کش رکھ اور انکی شہوات کے تعفن سے مشامِ جان کو محفوظ کرے، تاکہ تیری روح کی فطری طہارت و پاکیزگی تلف نہ ہو جائے اور تو آفتاب دنیا سے نجات پائے دنیا جسقدر بھی تیری قسمت میں ہے، وہ تجھے ضرور ملے گی اور تو لازمی طور پر اس سے متمتع ہوگا، لہذا ضروریات دنیوی میں تیری تشویش و پریشانی بالکل فضول ہے اللہ تعالےٰ نے اپنے برگزیدہ نبیؐ سے فرمایا دنیا کے ظاہری مال و اسباب سے جو چیزیں ہمنے کفار کو دے رکھی ہیں، انہیں تم گھور گھور کر مت دیکھے کیونکہ اشیاء کا مقصد تو اُن کفار کو فتنہ و امتحان میں مبتلا کرنا ہے اور آپکے پروردگار کا عطا کردہ رزق آپ کے لئے بہت بہتر اور باقی رہنے والا ہے،

مقالہ نمبر ۶

نفسِ امارہ کی مخالفت توحید کی تکمیل ہے

حضرت قطب ربانی ؒ نے ارشاد فرمایا تو اللہ تعالےٰ کے احکام اور افعال کا احترام کرتے ہوئے اپنی خواہشات ولذات کو فنا کر دے، کیونکہ اس عمل سے تیرے دل میں علم الہٰی کا ظرف ہونے کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی تعلق باللہ کو مضبوط بنانے کے لئے، فاسق وغافل مخلوق سے قطع تعلق کرنا نہایت ضروری ہے اور اپنی خواہشات سے فنا ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ نفع ونقصان، دفع ضرر و شر، اسباب دینوی اور جد وجہد کے تمام معاملات میں اپنی ذات پہ بھروسہ کرنے کی بجائے اُن امور کو کلی طور پر اللہ تعالےٰ کے سپرد کر دیا جائے اور اُسی کو قاضی الحاجات سمجھا جائے۔ خدا کو مختار کل نہ سمجھ کر اپنے نفس پر اعتماد کر لینا ہی شرک ہے صرف اللہ تعالےٰ ہی زمانۂ ماضی میں اپنے ہر بندہ کے امور ومعاملات کا کفیل وذمہ دار رہا ہے زمانہ حال میں بھی وہی کفیل وذمہ دار ہے اور مستقبل میں بھی وہی رہے گا اور اس کی یہ نگرانی وذمہ داری اس وقت بھی تھی جب تو بطنِ مادر میں تھا اور پھر ماں کی آغوش میں ایک شیر خوار بچہ تھا۔ اور خدا کے ارادہ کی خاطر اپنے ارادہ سے فنا ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ تو کسی خواہش ومراد کا قصد نہ کرے اس لئے ارادۂ خداوندی سراسر خیر وبہتری پر مبنی ہے، اور اس میں تیرا قصد کرنا بھی شرک ہو جائے گا۔ خواہشاتِ نفسانی کی نفی سے اللہ تعالیٰ کا فعل تجھ

پر جاری ہوگا۔ اور افعال الٰہی کے نافذ ہوتے وقت تیرے اعضا ساکن وغیر متحرک ہوں گے، قلب مطمئن ہوگا۔ سینہ فراخ وکشادہ ہوگا چہرہ روشن وپُر نور ہوگا اور تعلق باللہ کے روحانی توانائی پاکر تو کائنات کی تمام چیزوں سے بے نیاز ہو جائیگا سرچشمہ ہستی ہیں دستِ قدرت تجھے پھرائے گا، زبانِ قدرت تجھے پکارے گی اور ہدایت دے گی، تجلیات الٰہی تجھے ماہیتِ اشیاء دکھائیں گی خلعت نورانی تجھے لباس معرفت پہنائے گا۔ پروردگارِ عالم خود تجھے علم سکھائے گا۔ اور اس علم وعرفان کی برکت سے تجھے سلفِ صالحین اور برگزیدہ عارفین کے مقامات پر پہنچائے گا پھر مخلوقات سے برگشتہ وکنارہ کش رہے گا تجھ میں ذاتی خواہش وارادہ باقی نہ رہے گا۔ تو بشریت کے رذائل سے پاک وصاف ہو جائے گا اور تیرا دل توحید کا شناسا ہو کر ارادۂ الٰہی کے سوا کسی چیز کو ہرگز قبول نہ کریگا اس رتبہ پر پہنچ کر کرامات وتصرفات تیری طرف منسوب کئے جائیں گے یہ تصرفات ظاہراً فعل وحکم ہیں تو تجھ سے مشاہدہ کئے جائیں گے لیکن حقیقت میں وہ خدا کے افعال واحکام ہونگے پھر تو ان شکستہ دل اولیاء اللہ کے زمرہ میں شامل کیا جائے گا جنکی خواہشات نفسانی اور ارادۂ بشری بالکل فنا ہو گئے اور پھر از سر نو انکے قلوب میں ارادہ ربانی اور مشیت ایزدی کی کامل اطاعت کا جذبہ پیدا کیا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ میرے مخلص بندے خود کچھ بھی نہیں چاہتے مگر وہی کچھ چاہتے ہیں جو اللہ چاہے۔ نیز فرمایا ہیں ان لوگوں سے بالکل قریب ہوں جنکے دل میری ہی وجہ سے شکستہ ہیں"۔ پس اللہ تعالےٰ تیرے پاس نہ رہے گا، تاوقتیکہ تیری تمام خواہشات اور تیرے سب ارادے اس کے ارادہ ہو

رضا کیلئے شکستہ نہ ہو جائیں۔ لیکن جب تو اپنے ارادوں کو خدا کے ارادوں میں فنا کر دے، اور ذاتِ باری تعالےٰ کے سوا اور کسی چیز کیطرف متوجہ نہ ہو تو پھر اللہ تعالےٰ تجھے نئے سرے سے پیدا کرے گا۔ اور تو نئی باطنی صفات کا حامل ہوگا۔ تیرے نفس میں شرک کے محرکات محو ہو جائیں گے، اور توحید قلب و دماغ میں راسخ ہو جائے گی پھر تجھے دیدار الٰہی حاصل ہوگا۔ یہی معنی ہیں اَنَا عِنْدَ الْمُنْکَسِرَۃِ الْقُلُوْب کے یعنی "میں شکستہ دل لوگوں سے بہت قریب ہوں"۔ حدیثِ قدسی میں وارد ہے "میرا بندہ مومن ذکر و عبادت کی کثرت سے میرا قرب چاہتا ہے، حتیٰ کہ وہ مجھے بہت محبوب ہو جاتا ہے اور ربط کامل سے میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، میں اُس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے، میں اسکی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے، میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے"۔ پس فنا کی کوئی حالت اس کے سوا نہیں ہے کہ تو اپنے آپ سے اور مخلوق سے فانی ہو جائے اور مخلوق یا تو نیک ہے یا بد۔ اسی طرح تو بھی نیک ہے یا بد۔ پس جب تو اپنی فطری اور ازلی صفات کو ضبط و محفوظ کرتے ہوئے مخلوق کے خلاف شریعت کے تاثرات کو قبول نکرے گا، اپنی توقعات کو اُس سے وابستہ نکرے گا اور اس کے شر سے خائف و ہراساں نہ ہوگا، تو پھر تیرے نفس میں اللہ ہی اللہ باقی رہ جائے گا، جیسا کہ تیری پیدائش سے پہلے تھا اس حقیقت کو نہ بھول کہ خیر و شر اللہ تعالےٰ ہی کے اختیار و قدرت میں ہے اور جب تو خدا

پر یقین کامل رکھے گا، تو وہ تجھے قضا و قدر کے شر سے بے خوف کر دے گا اور خیر کی برکات تیرے لئے بسیط ہو جائیں گی، پھر تو ہر خیر کا محل، ہر نعمت و مسرّت کا مرجع، ہر نور و ضیا کا مرکز اور ہر امن و آرام کا سرچشمہ بن جائیگا پس عاشقانِ حق کا مطلوب و منتہا یہی فنا ہے، اور یہیں اولیاء اللہ سیر و سلوک کے بعد اپنی منزل پاتے ہیں۔ اپنے ہی ارادہ سے فنا ہو کر خدا کے ارادے میں محو و نابود ہو جانے کو تمام سابقہ اولیاء و ابدال نے طلب کیا ہے وہ تمام دائمیں ارادۂ حق ہی کے ساتھ ہر ارادہ کرتے ہیں، لہذا انکے نام ابدال رکھے گئے۔ پس ان حضرات کے نزدیک ارادۂ حق میں اپنے ارادہ کو شریک کرنا گناہ ہے۔ ہاں سہو و نسیان، مجذوبیت اور غلبۂ حال و خوف کی صورت میں اُن سے کوئی بے احتذالی ہو گئی ہو، یا ہونے کا احتمال ہو، تو اللہ تعالےٰ انہیں خبردار و متنبہ کر دیتا ہے اور وہ اُس سے باز آتے ہیں اور ساتھ ہی توبہ و استغفار کرتے ہیں کیونکہ فرشتوں کے علاوہ خواہش و ارادہ سے کوئی معصوم نہیں۔ فرشتے ارادہ سے پاک اور انبیائے کرام خواہشاتِ نفس سے آزاد و محفوظ رکھے گئے ہیں لیکن باقی مکلف مخلوق مثلاً جن اور انسان ارادہ اور خواہش نفس سے معصوم نہیں ہیں نوعِ انسانی میں سے خدا کے برگزیدہ بندے مثلاً اولیاء اور ابدال ارادہ خواہشِ نفس سے محفوظ تو یقیناً ہیں لیکن ان سے ارادہ و خواہش کیطرف کسی وقت مائل ہو جانا عین ممکن ہے لیکن خدائے پاک اپنی رحمتِ خاصہ سے بیدار کر دیتا ہے اور وہ بروقت تدارک کر کے تلافیٔ مافات کر لیتے ہیں بہرکیف نفس امارہ کی خواہشات سے انحراف ہی توحید کی تکمیل ہے۔

مقالہ نمبر ۷

اطمینان قلب کا راز

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا، اپنے نفس کی پابندیوں سے آزاد ہو اور اس کی متابعت میں اپنی ہستی کے اسرار سے بیگانہ و نا آشنا نہ ہو جا۔ اپنا ہر معاملہ کُلّی طور پر اپنے پروردگار کو سونپ دے اور اپنے دل کے دروازہ پر اللہ کا دربان بن جا، تاکہ وساوس شیطانی اس میں داخل نہ ہوں خدا جس چیز کو دل میں آنے کا حکم دے، اسے آنے دے اور جس سے منع کرے اسے روک دے الوہ حق کے علاوہ کسی ارادہ کی خواہش مت کر، اور حق شریعت اسلامیہ کا مکمل اتباع ہے۔ طولِ امل یعنی خواہشات کی کثرت بندہ کے لئے پریشانی اور بربادی کا ایک ہلاکت خیز جنگل ہے اور اس طولِ امل کا محو ہونا ذاتِ حق میں جذب ہونے کے بغیر ناممکن ہے ہمیشہ احکام الٰہی کا اتباع کر اور اس کی منہیات سے اجتناب کر۔ خدا کے مقدرات کو اسی کے اختیار و رضا پر رہنے دے اور مخلوقات میں سے کسی چیز کو اس کا شریک نہ کر، تیرے ارادے اور تیری آرزوئیں سب اسی کی مخلوق ہیں، میں تیرا ارادہ و خواہش کرنا گویا مخلوق کو خالق کے ساتھ شریک کرنا ہے اور اس حال میں تو مشرک ہوگا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "جو شخص اللہ تعالےٰ کے دیدار کی توقع رکھتا ہے، اسے چاہئے کہ نیک کام کرے، اور مخلوقات میں سے کسی کو بھی خدا کی عبادت میں شریک نہ ٹھہرائے" واضح ہو کہ

صرف بت پرستی ہی شرک نہیں بلکہ خواہشات نفس کی اندھا دھند پیروی کرنا اور دنیائے فانی میں کسی بھی ہستی یا کسی بھی شے سے قلب و دماغ کو بدرجہ عشق وابستہ کر لینا بھی صریحاً شرک ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "اے نبیؐ! کیا آپنے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے اپنی ہوائے نفسانی کو اپنا معبود بنا رکھا ہے پس اللہ تعالےٰ کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ غیر اللہ ہے، اور جب تو غیر اللہ میں مشغول و محو ہوا تو بلا شبہ تو نے اللہ تعالےٰ کا شریک ٹھہرایا۔ اور خود مشرک ہو گیا پس ذکر حق میں جدّ و جہد کر، آرام نہ لے خوف خدا رکھ، بے خوف نہ ہو تلاش حق میں صداقت کر، غافل نہ رہ اور سلوک سے جو مقامات تجھے حاصل ہوں، انہیں اپنی ذات سے منسوب نہ کر، بلکہ توفیق و عطائے ایزدی سمجھ پھر اگر تجھے کوئی حال یا مقام بخشا جائے تو اسے مخفی رکھ۔ اور ناا ہلوں سے اس کا ذکر نہ کر۔ اس طریق سے تجھے اور بھی روحانی فروغ ملے گا، کیونکہ تیرا تعلق راہِ راست اللہ تعالےٰ سے اور حسب کلام اللہ" ہر دن اللہ تعالےٰ کی نئی شان ہے"، پس ہونے والے احوال کا مخلوق سے تذکرہ خفت کا باعث ہوگا، اگر تیرا حال برقرار رہے، تو اسے خدا کی بخشش جان اور توفیق شکر و زیادتی نعمت کا خدا سے سوال کر۔ اگر تیرا وہ حال باقی رہا تو اس میں تیرے لئے ترقی علم معرفت اور اضافۂ ادب ہوگا اللہ تعالےٰ نے فرمایا! "ہم جب کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا بھلاتے تو پھر اس سے بہتر یا اس کی مثل اور آیت مہیا کرتے ہیں و نیز فرمایا کہ اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے" پس اللہ تعالےٰ کو اس کی قدرت و اختیار میں عاجز نہ جان اور تدبیر و تقدیر میں اسے کبھی متہم نہ کر، اسکے وعدوں میں کوئی

شک نہ لا اور اس کی رحمت و بخشش سے کبھی مایوس نہ ہو۔ اسکے رسول ؐ برحق کا اسوۂ حسنہ اختیار کر اور سمجھ لے کہ آنحضرتؐ پر نازل کی ہوئی بعض آیات بعد میں منسوخ کی گئیں، اور اُن کی بجائے دوسری آیات لائی گئیں اور آنحضرتؐ سے ان نئی نازل شدہ آیات پر عمل کرایا گیا۔ یہ حال شریعت ظاہرہ میں ہے، لیکن باطنی علم واحوال کا تغیر خدا اور آنحضرتؐ کے درمیان راز کی حیثیت رکھتا ہے اس کے متعلق حضورؐ فرماتے ہیں "میرے دل پر بعض اوقات ایک حجاب وارد ہوتا تھا اور میں اُس کے ازالہ کیلئے ہر دن میں ستر بار خدا سے طلبِ مغفرت کرتا تھا" پس آنحضرتؐ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل کئے جاتے تھے اور اس طرح حضورؐ منازل ضرب اور عرصۂ غیب کو عبور فرماتے رہے تھے اور ربانی خلعتیں آپ کو پہنائی اور بدلی جاتی تھیں، اور کشف و معرفت کی ہر دوسری حالت اپنی پہلی حالت کے ارفع و اعلیٰ ہوا کرتی تھی۔ ہاں اس دوران میں جب کبھی حجاب وارد ہوتا جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے، تو حضورؐ بکثرت استغفار فرماتے۔ اس لئے کہ استغفار تزکیۂ روح اور جلائے قلب کا باعث ہے اور ہر مومن کے لئے مفید ہے توبہ و استغفار ہر حال میں عبدؔ (بندہ) کی دو لازمی صفات ہیں اور یہ دونوں صفات حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام کی مقدس میراث ہیں جب اُن کے احوالِ باطنی پر سہو و نسیان اور عہد کی خلاف ورزی نے تاریکی ڈالی تو وہ اپنے ارادہ و خواہش کی پیروی میں مبتلا ہو گئے اور اس وقت ارادۂ آدم الٰہی کے ساتھ شرک ٹھہرا۔ پس بندہ کا یہ ارادہ جو شرک الٰہی تھا۔ توڑ دیا

پہلی باطنی حالت زائل ہوگئی۔ اور وہ ولایت سے معزول کر دیے گئے۔ اُن کی وہ عزات جاتی رہی قرب خداوند کی تلف ہوگیا انوار تاریک ہو گئے اور پھر انکیں ان کی لغزش پر تنبیہہ کی گئی اور نسیان و حکم عدولی کا اقرار کراتے ہوئے بصورت توبہ و استغفار گناہ کا اعتراف کرنے کی تلقین کی گئی۔ چنانچہ حضرت آدم نے گڑگڑا کر بارگاہِ الٰہی میں التجا کی "پروردگار! ہم نے تیری حکم عدولی سے اپنے نفسوں پر ظلم کیا، اور اگر تو ہمیں معاف نہ فرمائے گا، اور ہم پر رحم نکرے گا تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے" پھر توبہ و استغفار کی برکت سے اُن پر اللہ تعالےٰ کے وہ اسرار و علوم منکشف ہوئے۔ اور ایسی تجلیات کا ورود ہوا جن سے وہ پیشتر ازیں بہرہ ورہ تھے بعد ازاں انکا ہر ارادہ خدا کے ارادہ کا مطیع و ماتحت رہا۔ اور ان کی ہر دوسری حالت پہلی حالت سے بہتر و ارفع ہوتی چلی گئی۔ اس درجہ پر انہیں ولایت کبریٰ، قبولیت حق اور دنیا و عقبیٰ میں سرفرازی نصیب ہوئی۔ اُن کی اولاد روئے زمین پر خوب پھولی پھلی اور اس میں سے بڑے بڑے جلیل الشان انبیاء اور برگزیدہ اولیاء اللہ پیدا کئے گئے پھر دنیا کے بعد عقبےٰ ان کی جائے پناہ، بشارت اور حیات ابدی کی قرارگاہ ہوگئی۔ پس تجھے بھی توبہ و استغفار۔ اور عرض و نیاز مندی کیلئے رسول کریمؐ کا اُسوۂ حسنہ اور نوعِ انسانی کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے خصائل اختیار کرنا چاہئیں اور یہی خدا کے سچے عاشقوں اور دوستوں کی سنت ہے جو نجات کی ضامن ہے،

مقالہ نمبر ۸

قُربِ خداوندی کے مَراحل

حضرت قطب ربانی ؒ نے ارشاد فرمایا: خدا کی جانب سے تو روحانی و باطنی حیثیت سے جس حالت پر ہو اس کے سوا کسی بلند یا پست حالت کی آرزو نہ کر۔ جب تو شاہی محل (عالم لاہوت) کے دروازہ پر ہو، تو محل میں داخل ہونے کا از خود متمنی نہ ہو، یہاں تک کہ حکم شاہی (امر ربی) کو تجھے جبراً داخل نہ کیا جائے۔ "جبراً سے مراد وہ حکم ہے جو ازلی تاکید کی، اور بار بار ہو محض نفس کی ترغیب داخلہ پر قناعت نکر۔ ہوسکتا ہے کہ یہ اس بادشاہ (اللہ تعالیٰ) کیطرف سے امتحان ہو لیکن اسوقت تک صبر و تحمل سے کام لے، جبکہ تو داخل ہونے پر مجبور کر دیا جائے، اور تیرا داخلہ سراسر اذن شاہی کے تحت ہو جب تو جبر اور حکم شاہی سے محل (قرب دیوار خداوندی) میں داخل کیا جائیگا تو تجھے بادشاہ اپنے ارادہ و فعل کے باعث کوئی عذاب نہ کرے گا، اس کا قہر و عذاب تو صرف بندہ کے فقدانِ صبر، اتباع ہوس، بے ادبی، اور ترک تسلیم و رضا کے باعث ظہور میں آیا کرتا ہے، پس جب تو قصر شاہی میں جبراً داخل کیا جائے تو اسے اپنی بہت بڑی سعادت اور خوش نصیبی سمجھ اور خاموش سرنگوں اور مؤدب و فرماں پذیر ہو کر اس کی بارگاہ میں جا کھڑا ہو، اور جس خدمت یا تعمیل فرض پر تجھے معین و مامور کیا جائے، اس کی بجان و دل پیرا دی کر، اور

حیل و حجت کو اس میں قطعاً دخل نہ دے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرمؐ سے ارشاد فرمایا۔ دُنیا کے ظاہری مال و اسباب سے جو چیزیں ہم نے کفار کو دے رکھی ہیں انھیں گھور گھور کر مت دیکھئے، کیونکہ ان اشیاء کا مقصد تو اُن کفار کو فتنہ و امتحان میں مبتلا کرنا ہے، اور آپ کے پروردگار کا عطا کردہ رزق آپ کے لئے بہت بہتر اور باقی رہنے والا ہے، پس قولِ خداوندی "رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰی" آنحضرتؐ کو حفظِ احوالِ باطنی، صبر و شکر، اور اپنی دی ہوئی نعمتوں پر راضی رہنے کی تلقین کی گئی ہے یعنی ہم نے آپ کو جو عطیاتِ عظمیٰ بصورتِ منصب نبوت، علم راسخ، حکمت و فہم، دین اسلام توحید و معرفت، جہاد فی سبیل اللہ اور فتوح غیبی تفویض کئے ہیں۔ وہ دنیا کے دیگر مال و جائداد اور سامان عیش و عشرت سے بہت بہتر ہیں، اور دائمی طور پر باقی رہنے والے ہیں۔ پس حق تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر شکر و رضامندی، اور دیگر فانی و عارضی چیزوں سے ترک التفات ہی تمام نیکیوں اور برکتوں کی اصل ہے، تمام اشیائے دنیوی کو اللہ تعالیٰ نے بندوں کی آزمایش کیلئے پیدا کیا ہے کوئی بھی چیز یا تو تیری قسمت میں ہے یا کسی غیر کیلئے یا کسی کیلئے نہیں اور دست قدرت میں محفوظ ہے، اگر وہ مشیئت الٰہی میں تیرا حصہ ہے تب تو خواہ اسے چاہے یا نہ چاہے، وہ تجھے ضرور ملے گا اس کی طلب میں بھی تیری طرف سے غفلت، گستاخی یا سوئے ادب کا اظہار زیبا نہیں اور اگر وہ چیز کسی اور کی قسمت ہے تو تو اسے نہ پا سکے گا۔ اور اگر وہ خیر و عافیت اور سلامتی کیساتھ کسی فرد بشر کی قسمت میں نہیں اور محض فتنہ و امتحان ہے تو پھر کوئی بھی صاحب عقل و شعور فتنوں اور

پریشانیوں میں دانستہ کیوں مبتلا ہوگا۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ خیر و سلامتی اور اطمینانِ قلب حفاظتِ احوالِ باطن اور تسلیم و رضا میں ہے، قصرِ شاہی میں داخل ہونے کے بعد جب تو بالاخانے (اوجِ روحانی) اور وہاں سے (منزل مقصود علیین) پر چڑھایا جائے تو جیسا کہ ہم نے بیان کیا، خاموش، گم گو اور مؤدب رہ، بلکہ ان امور میں پہلے سے زیادتی کر، کیونکہ اب تو بادشاہ سے قریب تر اور خطرات کے نزدیک ہے یہاں پہنچ کر تو اس سے احوال و مقامات میں سے کسی بھی حال یا مقام کی از خود آرزو نہ کر۔ اس لئے کہ نعمت موجودہ کی ناشکری ایک ناشکرگذار شخص کو دنیا و عقبیٰ میں ذلیل و خوار کرتی ہے جیسا ہمنے پیش از یں بیان کیا تو ذکر و فکر، اور عمل صالح کی جد و جہد میں مشغول رہ۔ تاکہ تو ایسے مقام بلند پر پہنچا یا جائے جو دائمی و ابدی ہو اور یاد رکھو کہ وہ مقام خدا کی ظاہر و باہر آیات و کرامات ہیں، جو بندہ کے قول و فعل سے ظہور میں آتی ہیں۔ اس مقام سے غفلت و بے اعتنائی ہرگز نہ کر اس کی حفاظت کر، اور ثبات و استقلال سے وہاں قائم رہ پس احوال تو اولیاء کیلئے ہیں۔ اور مقامات ابدال کیلئے۔

مقالہ نمبر (۹)

اللہ تعالےٰ کی صفات جلالی وجمالی

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کے اسماء الحسنیٰ میں اس کی صفاتِ جلالی اور صفاتِ جمالی کا تذکرہ واضح طور پر موجود ہے اور وہ اپنے بندوں کی طبائع میں ان صفات کا ظہور فرماتا رہتا ہے کشف عنہ۹ ۵ اور افعال میں اولیاء اور ابدال کیلئے صفاتِ خداوندی کے تحت ایسے امور ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں جو عقل وفہم کو مغلوب کر لیتے ہیں، رسوم وعادات کو فنا کر دیتے ہیں۔ اور حواس انسانی میں یا تو ضعف ودہشت، یا لطف ومحبت ومؤانست کے تاثرات پیدا کرتے ہیں یہ افعال الٰہی دو قسم کے ہیں جلالی وجمالی بس خدا کا ظہورِ جلال وعظمت یہ ہے کہ دل پر خوف وہیبت کا غلبۂ عظیم ہوتا ہے اور اعضائے جسم پر دہشت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ نبی کریمؐ کے متعلق احادیث میں روایت کیگئی ہے کہ آپ کے سینۂ مطہر ومقدس سے نماز میں جوش کھاتی ہوئی دیگ کی سی آواز سنائی دیتی تھی۔ اس لئے کہ دَ غِبْنِ رَبِّکَ کا نَدَ صَوْاۃٗ کے مصداق آپ اللہ تعالےٰ کے جلال وجبروت کو مشاہدہ فرماتے تھے۔ اور آپ پر اسکی عظمت وہیبت کا انکشاف ہوتا تھا۔ اسیطرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جلال بھی مشہور ہے کہ حفظِ توحید اور غیرت دینی کے جذبہ سے اپنے بھائی ہارون کو ڈاڑھی سے پکڑ کر مارا اور یہ ان کا معمول ومزاج تھا جس پر قرآن شاہد ہے ایسا ہی جلال وجبروت

حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حالات میں منقول ہے جو اپنی ذات کیلئے نہیں، بلکہ ہمیشہ غیرتِ حق اور حفظ توحید کے تحت ہوا کرتا تھا لیکن مشاہدۂ جمال کیا ہے؟ دلوں اور مزاجوں میں خدا کی صفات رحمت، رحم وکرم بخشش وعنایت، لطف ومحبت عفو وگزر اور بذل وسخا کا ظہور ہے جو قربِ خداوندی اور بشارتوں کے ساتھ بندہ پر تجلی ریز ہوتا ہے، اللہ تعالےٰ کی صفاتِ جمالی کا عظیم ترین مظہر آنحضرتؐ کی ہستی مقدس تھی، کہ ہمیشہ ہر برائی کرنے والے سے بھلائی کرتے رہے، ہر ایذا دینے والے کو راحت پہنچائی ہر بدخواہ وبدگو سے محبت ومروت کا سلوک کیا، اور انتہا یہ ہے کہ فتح مکہ کے وقت اپنے بدترین دشمن کو "لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ" کہکر نہایت فراخدلی سے معاف فرما دیا آنحضرتؐ کی یہ صفتِ جمالی اور "خلقِ عظیم" امت کے بہت سے اولیاء اور ابدال میں بھی باحسن وجوہ ظہور پذیر ہوتا رہا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے مشاہدۂ جمال کی یہ نعمت خاص، خاص افراد امت پر وسیع وبسیط رکھی ہے اور انہیں ہمام زندگی اس سے مستفید کیا ہے تاکہ فرطِ شوق کے سبب محبت کے جذب ومستی میں ان کی روحانی قوتیں شکستہ ومضمحل نہ ہوجائیں اور وہ ہجر وفراق کی افسردگی میں حقوقِ عبودیت کی تعمیل سے قاصر نہ رہیں اسلئے کہ اللہ تعالےٰ حکیم ودانا ہے رحیم وکریم ہے اور تشنگانِ جمال کے اضطراب کو خوب جانتا ہے اسی لئے آنحضرتؐ سے روایت کیگئی ہے کہ آپ حضرت بلال رضؓ موذن سے فرمایا کرتے تھے اے بلال! اذان دے تاکہ ہم ذکر دنیا سے راحت حاصل کریں ان کیلئے نماز اس بنا پر راحتِ قلب وروح تھی کہ انہیں کامل محویت واستغراق میں نماز کے دوران مشاہدہ جمال الٰہی ہوا کرتا اسی لئے آپنے فرمایا کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک اور میرے دل کا آرام نماز میں رکھی گیا ہے۔

مقالہ نمبر ۱

اتباع قرآن وسنت رسول اللہ ﷺ

حضرت قطب ربانی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:- اسمیں شک نہیں کہ تیرا نفس اللہ تعالےٰ کی مخلوق اور ملک ہے، لیکن دنیا کی شہوانیات ولذات اور اسباب غرور وتکبر اسے براہِ راست سے برگشتہ کئے ہوئے ہیں کیوں کہ یہ چیزیں انسان کے مزاج سے مناسبت رکھتی ہیں. پس اگر تو اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کے لئے نفس کی مخالفت اختیار کرے گا- تو تیری جانب سے یہ جہاد ہوگا، اور فلاح وبہبود کا ذریعہ جہاد نفس کے بعد اللہ تعالےٰ سے تیری دوستی اور عبودیت پایۂ ثبوت کو پہنچے گی اور تجھے پاک وصاف اور خوشگوار نعمتیں عطا کی جائیں گی تمام اشیائے کائنات تیری تابع ہونگی، اور تیری خدمت وتعظیم کریں گی یہ مسلمہ اصول ہے کہ جو شخص خدا کا مطیع ہو جاتا ہے دنیا اسکی مطیع ہو جاتی ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا. کائنات میں کوئی چیز ایسی نہیں جو خدا کی حمد وثنا بیان نکرتی ہو لیکن تم لوگ ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے؛ نیز فرمایا میں نے آسمانوں اور زمین سے کہا کہ تم میری اطاعت وفرمانبرداری طوعاً (خوشی اور آمادگی سے) یا کرہاً (ناراضمندی اور غیر آمادگی سے) قبول کرو- تو یہ سن کر انھوں نے کہا کہ اے خالقِ کائنات! ہم تیری اطاعت خوشی اور آمادگی سے قبول کرتے ہیں. پس مکمل عبودیت اپنے نفس کی برکی اور سفلی خواہشات کی مخالفت سے حاصل ہوتی ہے. قرآن حکیم

میں متعدد جگہ وارد ہے کہ نفس امارہ کی پیروی انسان کو صراط مستقیم سے گمراہ کر دیتی ہے حدیث قدسی میں وارد ہے کہ حضرت داؤدؑ سے فرمایا گیا خواہشات نفس کی پیروی کبھی نہ کر، کیونکہ میری زمین میں اتباع نفس سے زیادہ فساد انگیز چیز اور کوئی نہیں۔" اور حضرت بایزید بسطامیؒ کے متعلق ایک حکایت مشہور ہے کہ جب انہوں نے خواب میں رب العزت کو دیکھا تو عرض کی یا اللہ! تیرے پاس پہنچنے کا راستہ کیا ہے؟" اللہ تعالےٰ نے فرمایا "اپنے نفس کی اطاعت چھوڑ دے اور میرے پاس آجا۔" حضرت بایزیدؒ فرماتے ہیں کہ بعد ازاں میں نے سانپ کی کینچلی کیطرح اپنے نفس کو چھوڑ دیا۔ الغرض ہر حال میں اپنے نفس کی سفلی خواہشات سے احتراز ہی وجہ نجات ہے پس تو اگر متقی اور پرہیزگار ہے تو مال حرام کو بیچ اور مخلوقات سے خوف و خدشہ رکھنے سے اجتناب کر اور اپنی توقعات کو مخلوق سے وابستہ کرنے کے بجائے خالق سے وابستہ کر۔ اور بطریق زکوٰۃ وصدقہ وغیرہ بھی مخلوق کے عطیات پر نظر نہ رکھو۔ اچھی طرح سمجھ لے کہ رزق وروزی کے تمام امور فاعل کے فعل و تدبیر سے ظہور پذیر ہوتے ہیں اور فاعل و مدبر اللہ تعالےٰ ہے بایں ہمہ مخلوق کیطرف سے سعی و محنت اور جد و جہد کے اصول کو ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہیئے تاکہ تو مذہب "جبریہ" کے عقائد سے نجات پائے اور یہ بھی مت کہہ کہ مخلوق کے افعال میں خدا کی قدرت و اختیار کو کوئی دخل نہیں، اور بندہ ہی ہر فعل و ارادہ کا مختار مطلق ہے اس عقیدہ سے تو کافر ہو جائے گا۔ اور "قدریہ" میں جا شامل ہوگا بلکہ درست عقیدے کا تعین کرتے ہوئے یہ کہہ کہ مخلوق کے افعال و اعمال مشیت خداوندی

سے ہیں جن کی بجا آوری کے لئے حسب ارشاد لَیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی مخلوق کیطرف سے سعی و محنت لازمی ہے، جیسا کہ ثواب وعذاب اور جزا وسزا کے متعلق قرآن اور حدیث میں مثالیں وارد ہیں۔ پس احکام خداوندی سے تجاوز نہ کر، کیونکہ اسکے احکام تمام مخلوقات پر طوعاً و کرہاً حاوی ہوئے ہیں احکم الحاکمین کے ہوتے کسی امر میں حاکم نہ بن بیٹھ، تیرے حاکم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہیں۔ اگر تیرے دل میں کوئی خیال و وسوسہ گزرے، یا الہام کی کیفیت پائی جائے، تو اس کو قرآن وحدیث کے معیار پر پرکھ لے۔ اگر قرآن و حدیث میں اسکی حرمت وممانعت موجود ہو مثلاً وسوسۂ زنا، سود، چوری، غضب ظلم وعدوان کذب و فریب اور دیگر اعمال فسق و فجور، تو ایسی باتوں کو اپنے قلب و دماغ سے دور کر، اور ان پر ہرگز عمل پیرا نہ ہو بلاشبہ ایسے وسوسے شیطان کی جانب سے ہوا کرتے ہیں، اور بہت خوشگوار صورتوں میں انسان کے سامنے آتے ہیں اور اگر وہ خیال و وسوسہ قرآن وحدیث کی رو سے جائز ومباح ہو اور اسمیں حرمت کا کوئی شائبہ نہ پایا جائے، تو پھر بلا تامل اس کی تعمیل کر لے کیونکہ اسمیں گناہ کا خدشہ نہیں مثلاً حلال چیز دل کا کھانا پینا، نکاح، عمدہ لباس کسی مرد صالح کی صحبت، حج بیت اللہ، بیوگان اور یتامیٰ وبیمار کی امداد، رفاہ عامہ کے کام وغیرہ جیسے الہام پر دل سکون و اطمینان محسوس کرتا ہے اور فطرت اسکی تائید و تصدیق کرتی ہے، افعال الٰہی اور اوامر الٰہی کی تعمیل کیلئے اللہ تعالیٰ خود ہی بندہ میں فاعل ہو جاتا ہے، اور اسکی امداد و نصرت فرماتا ہے اور جب خالصتاً فعل حق باقی رہ گیا اور تجھے تائید حق کا مقام حاصل ہو گیا تو پھر اگر تجھے کوئی فتنہ بھی پیش آئے گا۔

تو تو اُس کے شر سے محفوظ و بری رکھا جائے گا کیونکہ اللہ تعالےٰ اپنی مشیت اور اپنے فعل پر تجھے عقوبت گرفت نہیں کرے گا بندہ کو عذاب امور الٰہی میں دخل دینے کے باعث کیا جاتا ہے، اگر تو حالت ولایت کا خواہاں ہے، تو نفس کی مخالفت کر، اور اوامر حق کا پوری طرح متبع ہو جا۔ اور اوامر الٰہی کی پیروی دو قسموں پر ہے پہلی قسم یہ ہے کہ اس طرف سے اجتناب کیا جائے لذات نفسانی کی پیروی سے احتراز ہو فرائض ادا کئے جائیں، اور اپنے ظاہر و باطن کو گناہوں سے محفوظ رکھا جائے دوسری قسم یہ ہے کہ خدا کے جو احکام الہام یا القا کے طور پر دل میں وارد ہوتے ہیں اُن کی اطاعت پورے احترام سے کیجائے، اور خدا کے وقتاً فوقتاً مشوروں سے غفلت نہ برتی جائے۔ یہ امر باطن امر مباح میں بھی پایا جاتا ہے جس کے متعلق شریعت میں کوئی حکم موجود نہیں ہے اسی طور پر کہ نہ تو وہ ممنوع ہے اور نہ حکم وجوب میں ہے اور اس پر بندہ کو اختیار دیا گیا ہے خواہ وہ اسکے تصرف و استعمال میں لائے یا نہ لائے اسی کا نام مباح ہے لیکن ایک متقی اور باخدا شخص کو چاہئے کہ وہ ہر ایسے چیز کے متعلق استخارہ کرے اور منتظر حکم ربانی کا رہے جب حکم پائے تو اُس کے مطابق تصرف کرے ایسی حالت میں بندہ کے تمام اعمال اور حرکات و سکنات اللہ تعالےٰ کیطرف کو ہونگے جن چیزوں کا حکم شریعت میں موجود ہے، اُن کو شرع کی رُو سے اور جن چیزوں کے متعلق حکم شریعت موجود نہیں انہیں بندہ بذریعہ استخارہ حاصل ہونے والے امر باطن کے تحت بجالائے گا اُس مقام پر بندہ اہل حقیقت میں سے ہو جائے گا اور اس کا شمار اولیاء اللہ میں ہوگا اور اگر تو حق الحق کی حالت

میں جو ذاتِ خداوندی میں محو و فنا ہو جانے کی حالت ہے تو اسے خدا کا بہت بڑا عطیہ سمجھ کیونکہ یہ اُن ابدال کی حالت ہے جنکے دل عشق و محویت سے شکستہ ہیں وہ موحد ہیں۔ عارفین ہیں، صاحبِ علم و عقل ہیں، امراء کے بھی آقا، خلقِ خدا کے پیشوا و نگہبان، نائبین حق اور خاصان محبان الٰہی ہیں۔ پس اس مقام پر امر کی پیروی یہ ہے کہ تو نفس امّارہ کا مخالف ہو جائے اور دنیا یا آخرت کی کسی چیز کیطرف تیری رغبت و توجہ نہ رہے اُسوقت تو بندۂ مالک الملک ہوگا نہ کہ بندۂ ملک، تو امرِ حق کا غلام ہوگا، نہ کہ خواہش کا تو ظاہراً اور باطناً کلی طور پر اس طرح سپرد خدا ہوگا جسطرح دایہ کے ہاتھ میں شیر خوار بچہ اور طبیب کے رو برو بے ہوش بیمار پس اللہ تعالےٰ کے امر و نہی کی شناخت و پیروی کے علاوہ تو دیگر تمام امور سے بے ہوش و بے خبر ہوگا۔

مقالہ نمبر ۱۱

صبر و توکّل کے بیان میں

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا:- جب غربت و ناداری کی حالت میں تیرے لیے خواہش نکاح پیدا ہو، اور تو اس کی ذمہ داریاں اور بوجھ اٹھانے سے قاصر ہو، تو اللہ تعالیٰ سے کشائش و خوش حالی کی امید رکھتے ہوئے اس کے حضور تحصیل رزق کی دعا کرتا رہ۔ جس پروردگار نے دنیا میں ضرورتِ نکاح انسان پر لازم کی ہے، اور اس کی خواہش بنی نوعِ انسان کے ہر فرد پر رکھی ہے وہی اس کے اسباب و ذرائع بھی پیدا کرے گا وہی مشکل کشا اور قاضی الحاجات تیرے رنج و پریشانی کے بغیر ہی بطریق بخشش تیرے نکاح کا سامان مہیا فرمائے گا۔ جو تیرے لئے باعثِ طمانیت و برکات ہوگا۔ اب تیرا صبر اور انتظار حمد و شکر کے ساتھ بدل جائے گا، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں شاکرین سے زیادتی نعمت کا وعدہ فرمایا ہے۔ "اگر تم ہمارا شکر بجالاؤ گے تو یقیناً ہم تمہیں زیادہ دینگے اور اگر ناشکری کروگے تو پھر یاد رکھو کہ ہمارا عذاب بہت شدید ہے" اور اگر ایک عرصہ کیلئے تجھے اسباب و ضروریات نکاح مہیا نہ بھی ہوں تو صبر سے انتظار کر اور حسب ارشاد لا تقنطوا من رحمۃ اللہ خدا کی رحمت واسعہ کے ہرگز مایوس نہو لیکن اندریں اثنا خدا کی مشیت اور ترتیب عمل میں بالکل دخل نہ دے اور خواہشات نفسانی سے احتراز کرتے ہوئے ذکر الٰہی کے ساتھ

صبر و تحمل کا التزام کر۔ دستور قضا و قدر سے باوفا رہ اور امر ربی کی اطاعت کر اور یقین رکھ کہ آخر تیرا پروردگار تجھ پر فضل و کرم فرمائے گا اور رزق میں وسعت و کشادگی پیدا کرے گا۔ نیز گناہوں سے بچنے، اور صراط مستقیم پر قائم رہنے کی تجھے قوت و توفیق عطا فرمائے گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا بلاشبہ صبر کرنے والوں کو بے اندازہ و بے حساب اجر و ثواب عطا کیا جائے گا۔

مقالہ نمبر ۱۲

مال و جائداد کے باعث اطاعت حق سے گریز مت کرو

حضرت قطب ربانی ؒ نے ارشاد فرمایا۔ جب اللہ تعالےٰ تجھے
مال جائداد عطا کرے، اور تو اس مال کے باعث خدا کی عبادت و اطاعت
سے روگردانی اختیار کرلے تو خدا تجھے دنیا و عقبےٰ میں تجھے اپنے قرب
سے دُور و محجوب کردے گا۔ اور ممکن ہے کہ غفلت و معصیت کے باعث
وہ مال و جائداد تجھ سے چھین لے اور تجھے محتاج و پریشان حال کردے
منعم سے غافل ہو کر سراسر نعمت میں محو و مشغول ہو جانا ہی شرک ہے، اور
شرک خدا کے نزدیک ناقابلِ معافی جرم ہے اور اگر تو مال و دولت
کو معبود و مقصود نہ بنائے بلکہ حمد و ثنا اور ذکر و عبادت میں مشغول
رہے گا، تو اللہ تعالےٰ اس مال کو تیرے لئے برکت و راحت کا باعث بنائے
گا، اور اس میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ مال تیرا خادم ہوگا، اور
تو اپنے رازق و پروردگار کا خادم پھر تو دنیا میں خدا کی گوناگوں نعمتوں سے
محظوظ و فیض یاب ہوگا۔ اور عقبےٰ میں خدا کی طرف سے معزز محترم ہو کر
جنت الماویٰ میں صدیقین، شہدا، اور صالحین کا جلیس و ہم پایا ہوگا۔

مقالہ نمبر ۱۳

شفائے روحانی پانے کا طریقہ

حضرت قطب ربانی رحؒ نے ارشاد فرمایا :- اگر تیری قسمت میں نعمت ہے تو خواہ تو اُس کا خواہشمند ہو یا اُسے ناپسند کرے وہ تجھے ضرور پہنچے گی اسی طرح اگر مصیبت تیری قسمت میں ہے اور تیرے لئے اس کا حکم ہو چکا ہے، تو خواہ تو اسے ناپسند کرے اور دعا یا کسی اور ذریعہ سے اُس کو رفع کرنا چاہے، وہ پھر بھی تجھ پر وارد ہو گی۔ پس تجھے چاہیئے کہ ہر معاملہ میں اللہ تعالےٰ کے سامنے سر تسلیم خم کر دے، تاکہ اس فاعل حقیقی کا فعل تیرے لئے جاری ہو اگر خدا کی جانب سے تجھے نعمت دستیاب ہو تو حمد و شکر بجا لا، اور اگر مصیبت ہو تو صبر و تحمل اختیار کر تو بخشش و عطا کے حالات کے بالکل مطابق رہ گویا راہِ حق کی منازل طے کر رہا ہے اس شیوۂ تسلیم و رضا سے تجھے گزشتہ سلف صالحین، اور شہداء اور صدیقین کے مقام پر پہنچا یا جائے گا، اور قرب خداوندی حاصل ہو گا پھر تو ان لوگوں کا ساتھی ہو گا جنہوں نے ذکر و فکر کی برکت سے کرامتیں نعمتیں، عزت و مسرت اور نفس مطمئنہ پایا پس آفات و مصائب پر صبر و استقامت سے کام لینا مومن کی سب سے اہم اور مقدم صفت ہے مخبر خلق اور رحمۃ للعالمین ؐ نے ارشاد فرمایا دوزخ کی آگ مومن سے کہے گی کہ اے مومن! میرے علاقہ سے جلدی گزر جا، کہ تیرا نور مجھے

بجھا دیتا ہے کیا مومن کا نور جو آتش دوزخ کو بھی بجھا سکتا ہے وہی نور نہیں ہے جو یقین محکم اور ایمان کامل کے باعث دنیا میں بھی اسکے ساتھ تھا اسی نور سے مومن اور کافر یا مطیع شریعت اور غیر مطیع شریعت کا امتیاز ہے پس وہی نور دنیا اور عقبیٰ میں ہر شعلۂ بلا کو بجھا دے گا۔ پس چاہیئے کہ تیرے صبر و ایمان کی قوت ہر مصیبت و بلا کو تجھ سے زائل کر دے یقین رکھ کہ کوئی بھی بلا تجھے ہلاک و برباد کرنے نہیں آتی بلکہ تیری آزمائش کرنے، تیری صحتِ ایمانی کو ثابت و موکد کرنے، تیرے یقین و ایمان کو مضبوط و توانا بنانے اور تجھے رضائے حق اور فلاح و عروج کی بشارت دینے آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے مسلمانو! ہم تمہیں آزمائیں گے تاکہ تم میں سے فی سبیل اللہ جہاد کرنے والے اور صابر لوگوں کو معلوم کر لیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور امداد و نصرت پر تیرا ایمان محکم ہو جائیگا اور تو نے یقین کے ساتھ اُسکے افعال کیساتھ موافقت کی تو وہ ہر مصیبت میں تیری مشکل کشائی فرمائیگا اور اُسکی توفیق و تائید اور امداد و نصرت تیرے شامل حال رہے گی پس تجھ سے اپنے حق میں، یا کسی غیر کے حق میں ایسا کوئی قول و فعل سرزد نہ ہو جو اللہ کے امر و نہی سے باہر ہو۔ اور جب تو کسی امر خداوندی کو پالے تو اُسکی تعمیل میں جلدی کر اور قوت و حرکت سے اسے پایۂ تکمیل تک پہنچا۔ نیز تقدیر اور فعل الٰہی کا سہارا لے کر محض تسلیم و توکل پر نہ رہ بلکہ سعی و کوشش اور تفکر و تدبیر سے اپنی عملی و نظری قوتوں کو بروئے کار لا، تاکہ امر الٰہی عملی طور پر تجھ سے ظہور پذیر ہو۔ اور اگر تو اپنے عزائم کی تعمیل میں عاجز و بے کس ہو گیا ہو، تو اپنے پروردگار کی پناہ پکڑ اس سے مدد و التجا کر اسکے حضور گریہ و زاری کر۔ اُس سے معذرت کر اور تعمیل جو امر الٰہی ہے

HARDAYAL PUBLIC LIBRARY, DELHI.
Acc. No. 14335 - 1981
238

غفلت اور رکاوٹ پیش آجانے کے اسباب کی تحقیق و تفتیش کر، ممکن ہے ایسی پریشان کن صورتِ حال تیرے غرور و تکبر، طاعت و عبادت میں سو ادب اور صرف اپنی قوت و صلاحیت پر بھروسہ کرنے، کسی اچھے عمل پر گھمنڈ کرنے یا مخلوقات کو خالق کیساتھ شریک کرنے کے باعث ہو یا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے کسی لغزش کے سبب اپنی طاعت و قرب سے معزول کر دیا ہو، تجھ سے ناراض ہو تجھے تیری ہوا و ہوس میں مشغول کر دیا ہو، کیا تو نہیں جانتا کہ دنیا میں اسباب شرک و غفلت جگہ جگہ پھیلے ہوئے ہیں، اور وہ مومن کو اسکے حقیقی محبوب مطلوب یعنی اللہ تعالیٰ سے دُور اور بے تعلق رکھتے ہیں۔ پس تو اسباب شرک سے پرہیز کر تاکہ وہ تجھے اپنے حقیقی مولےٰ سے غیر مولےٰ (غیر اللہ) کیطرف راغب و راجع نہ کر دیں اور جو بھی چیز اللہ کے سوا ہے وہ "غیر مولیٰ" کا حکم رکھتی ہے پس تو اپنے مولےٰ کے علاوہ اُس کے غیر کیطرف رجوع نکر، اور اپنے نفس پر اسطرح ظلم و ستم نہ کر کہ غیر اللہ کے سبب اللہ کے اوامر سے غافل و بے خبر ہو جائے ورنہ وہ تجھے ایسی آگ میں جھونک دیگا جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، اور جو کفار کیلئے تیار کیگئی ہے" (آیۃ شریفہ) پھر تو کوئی عذر یا فریاد کریگا تو وہ سُنی نہ جائے گی اور تو اللہ کی رضا و خوشنودی کا طلب گار ہوگا) تو وہ تجھ سے راضی نہ ہوگا اور ایمان و عمل صالح کی تضیع پر دنیا میں دوبارہ آکر تلافی مافات کرنا چاہے گا مگر تجھے واپسی نصیب نہ ہوگی پس اپنے نفس پر رحم و شفقت کر اور علم و عقل اور ایمان و معرفت جیسی نعمتیں جو تجھے عطا کی گئی ہیں انہیں اپنے پروردگار کی طاعت و عبادت اور رضا و خوشنودی میں صرف کر اور انہیں کے انوار مقدسہ سے جہل و شرک کی

تاریکیاں اپنے قلب و دماغ سے محو کر اللہ کے امر و نواہی کے مطابق صراط مستقیم پر قدم اٹھا اور اپنے ہر معاملہ کو اسی قاضی الحاجات کے سپرد کر دے جس نے تجھے پیدا کیا۔ اور تیری پرورش کی تو ایک نطفہ ناچیز تھا، جس کو تجھے انسانی صورت و ہیئت بخشی اور زمین میں تجھے اپنی خلافت و نیابت کا منصب عطا فرمایا۔ تیری ہر خواہش اور مراد اسی کی مراد کے تابع ہو اور تیری ہر ناپسندیدگی اسی کی ناپسندیدگی کے تحت ہو جب تو احکام الٰہی کا مطیع ہوگا تو تمام کائنات تیرے حکم کی مطیع ہو گی، جب تو اللہ کے نواہی سے پرہیز کریگا، تو دنیا میں تو جہاں بھی رہے گا، تمام مصائب و آلام تجھ سے دور رہیں گے اللہ نے بعض اپنی کتب سماوی میں فرمایا "اے بنی آدم! میں اللہ ہوں، خالق کائنات ہوں، میرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے میں کائنات میں جس چیز کو بھی حکم دوں کہ "ہوجا!" وہ فوراً ہو جاتی ہے، اور عدم سے عالم وجود میں آجاتی ہے پس تو خالصاً میری طاعت و عبادت کر، تاکہ میں تجھے توحید کی برکت سے وہ روحانی قوت عطا کرونگا تو بھی جس چیز کو کہے "ہوجا" وہ ہو جائے اور وجود ظہور میں آئے نیز اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا "اے دنیا! جو شخص میری خدمت و اطاعت کرے، تو اسکی خدمت و اطاعت کر، اور جو شخص محض تیری خدمت و پرستش کرے اسے مصائب و آلام میں مبتلا رکھ" پس جب حد النواہی (ممنوعات) تیرے سامنے آئیں، تو انسے پوری احتیاط کے ساتھ اجتناب کر کامل عجز و انکساری اختیار کر، اور تسلیم و رضا کو اپنا شعار بنا تیرے حواس خمسہ اور تیرے تمام اعضا و جوارح ہمہ وقت پابند احکام الٰہی ہونا چاہئیں اور انکی بجاآوری میں کبھی تساہل و تاخیر نہ کر، عوامل قضا و قدر میں خفگی، تعجیل یا شکایت و مخالفت کو دخل نہ دے پس یہی غذائے الٰہی اور نسخہ ربانی ہے جو تجھے گناہوں کے امراض اور خواہشات نفسانی کے فتنوں سے محفوظ و صحتیاب رکھ کر قرب خداوندی عطا کرے گا۔

مقالہ نمبر ۱۴

پرستارانِ دنیا اور پرستارانِ عقبیٰ

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا۔ اے بندۂ نفس تو عاشقان حق اور پرستارانِ معبودِ واحد کی یگانگت اور ہم پایگی کا دعوےٰ مت کر اس لئے کہ تو اپنی ہوا و ہوس کا غلام ہے اور وہ اپنے خالق و مولےٰ کے غلام ہیں، تو رغبت میں محو رہا ہے اور وہ ہمہ وقت عزت عقبیٰ میں سرگرم عمل ہیں۔ وہ زمین و آسمان کے پروردگار پر نظر گاڑے ہوئے ہیں اور تیرے شوق و تماشا اور انس و محبت کا مرکز مخلوقات ہے، ان لوگوں کے قلب صرف رب واحد سے وابستہ ہیں اور تیرا قلب اصنام دنیوی سے بتکدہ بن رہا ہے وہ ان چیزوں کو نہیں دیکھتے جنھیں تو دیکھتا ہے وہ اشیائے کائنات کو نہیں بلکہ اشیاء کے خالق و صانع کو دیکھتے ہیں جسے ظاہری آنکھوں سے نہیں بلکہ چشم قلب سے دیکھا جاسکتا ہے ان لوگوں نے عشق حق کی نعمت پاکر غیراللہ سے نجات حاصل کی اور تو اب تک نفس کی خواہشات میں محصور ہے وہ اہل اللہ اپنے پروردگار کے ارادوں کا احترام کرتے ہوئے اپنے ارادوں اور آرزوؤں کو چھوڑ بیٹھے، اور اس طرح قرب الٰہی حاصل کیا لیکن اپنے ارادوں اور خواہشوں کا بندہ بن کر اپنے خالق سے کوسوں دور جا پڑا ان لوگوں کو اللہ تعالےٰ نے تخلیق آدمؑ اور تخلیق کائنات کا حقیقی مقصد عطا فرمایا یعنی حمد و ثنا اور ذکر و عبادت میں مشغول ہوئے، لیکن تو دنیا کی لغویات و ترہات میں محو

ومعروف ہے یہ اللہ تعالےٰ کا خاص فضل وکرم ہے، جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، وہ عاشقان حق تائید الٰہی سے طاعت وعبادت میں ہمیشہ کسی غم ورنج اور تکلیف وپریشانی کے بغیر منہمک رہتے ہے، اور مصیبت ودشواری میں بھی کوئی جبر وکراہ محسوس نہ کیا بس ذکر وعبادت ان کی غذا اور روح کی قوت وشادمانی بن گئی گویا ان کی عبادت ان کے لئے "جنت الماوی" ہوگئی کیونکہ وہ کائنات میں کسی بھی چیز کو دیکھنے سے پہلے اس چیز کے خالق وصانع اور اس کے فعل کو دیکھتے ہیں بلاشبہ ایسے ہی برگزیدہ لوگوں سے آسمان وزمین کا قیام واستحکام اور مخلوقات بحر وبر کا سرور واطمینان ہے کیوں کہ انکے مولےٰ نے ان کی صفات باطنی کے باعث انکو اپنی زمین کا اوتاد یعنی میخ بنایا ہے جس سے وہ قائم ومحکم ہے وہ اپنی قوت روحانی کے باعث پہاڑوں کی طرح خود دار، اٹل اور ناقابل تسخیر ہیں، پس تو کہ لفظ بندۂ نفس ہے انکے راستہ سے دور ہٹ جا اور اُن صاحب عزم وایمان لوگوں کی مزاحمت نہ کر جن کو راہِ حق میں انکے قصد واقدام سے انکے باپ اور بیٹے بھی باز نہ رکھ سکے وہ بہترین مخلوق اور حاصل کائنات ہیں، جنھیں خدا نے پیدا فرمایا اور اپنی زمین پر پھیلائے ہوئے نوع انسانی کو انکی امامت وقیادت سے فیض یاب کیا جب تک آسمان وزمین قائم ہیں انکی ارواح مقدسہ پر حق تعالےٰ کے لاکھوں سلام ہوں!

مقالہ نمبر ۱۵

خوف ورجا کے متعلق

حضرت قطب ربانیؓ نے ارشاد فرمایا، میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک ایسی جگہ ہوں جس کی شکل وہیئت مسجد کی سی ہے، اُس میں ایک گروہ ایسے لوگوں کا موجود ہے جو دنیا اور دنیا والوں سے قطع تعلق کئے ہوئے ہیں، میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر اولیاء اللہ میں سے فلاں شخص یہاں ہوتا تو ان لوگوں کو آداب شریعت سکھاتا اور تبلیغ ارشاد کرتا۔ اتنے میں وہ لوگ میرے گرد جمع ہو گئے، اور ان میں سے ایک نے مجھ سے کہا "آپکا کیا حال ہے، آپ کلام وخطاب کیوں نہیں فرماتے میں نے یہ سن کر کہا" جب تم لوگ مخلوق سے قطع تعلق کر کے خالق کیطرف آئے ہو، تو پھر لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرو۔ اور جب تم نے زبان سے ترک سوال کیا ہے تو اپنے قلوب اور نیت سے بھی مت سوال کرو، اس لئے کہ دل کا سوال زبان ہی کے سوال کی مانند ہے، اور اچھی طرح سمجھ لو کہ مخلوقات کو بگاڑنے یا سنوارنے پست کرنے بلند کرنے میں ہر دن اللہ تعالےٰ کی نئی شان ہے" پس کسی قوم کو تو وہ اسفل السافلین میں دھکیل دیتا ہے اور کسی کو علیین تک بلند و برگزیدہ کرتا ہے اور جہاں علیین والوں سے حفاظت و نصرت کا وعدہ فرماتا ہے وہاں انھیں غفلت و معصیت کے باعث

لہ یعنی ڈر اور امید یہ اہل اللہ کی صفات ہیں، اللہ کے قہر وعقوبت کا خوف، اور اسکی رحمت و بخشش کی اُمید۔

اسفل السافلین میں دھکیل دینے کی وعید بھی فرماتا ہے اور پھر جن لوگوں کو اسفل السافلین میں رکھا ہے ان سے توبہ و استغفار اور رجوع الی اللہ کے باعث ہدایت دینے اور علیین میں شامل کر دینے کا عہد بھی فرماتا ہے پھر میں خوف سے جاگ اٹھا۔

مقالہ نمبر ۱۶

توکل علی اللہ کے درجات

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا،۔ تو اللہ کے فضل اور اسکی نعمتوں سے اسلیئے بے بہرہ ہے کہ تو نے محض مخلوقات پر اور دیگر اسباب و ذرائع پر بھروسہ کیا اور اللہ کی ذات پر کامل توکل نہ رکھا پس رزق حلال اور اکل مسنون کے حصول میں مخلوقات تیرا حجاب ہے، اور جب تک مخلوقات کے بخشش و کرم کا امیدوار ہے اور انکی جانب تیری سائلانہ آمد و رفت ہے، تب تک تو خالق کیساتھ مخلوق کو شریک ٹھہرانے والا مشرک ہے چنانچہ اس شرک کے باعث اللہ تعالےٰ تجھے عذاب میں مبتلا کرتا ہے، اور اس عذاب کی ادنیٰ صورت یہ ہے کہ تو اکل مسنون و رزق حلال نہیں پاسکتا کیونکہ رزق حلال تو وہ ہے جو سعی و محنت اور جسمانی و دماغی قوتوں کو استعمال میں لاکر حاصل کیا جائے پھر اگر تو نے اللہ کے ساتھ مخلوق کو شریک ٹھہرانے سے توبہ کرلی، اور پھر سعی و محنت کیطرف رجوع کیا۔ اور محض اپنی محنت و صلاحیت پر بھروسہ کیا تب بھی تو مشرک ہے لیکن شرک کی یہ قسم پہلے شرک سے زیادہ خفی (پوشیدہ) ہے، اور اللہ اس شرک پر تجھے عقوبت اس طرح کریگا کہ بلا واسطہ سبب تجھے روزی عطا فرمانے سے محجوب رکھے گا اور تو تکفیل رزق کے باطنی ذرائع سے بے بہرہ ہوگا، پھر جب تو اس شرک خفی سے بھی توبہ کرلے، اور محض اپنی محنت و صلاحیت پر تیرا بھروسہ نہ رہے، اور یقین کرلے کہ اللہ تعالےٰ

ہی حقیقی رازق اور مسبب الاسباب ہے وہی آسانی پیدا کرنے والا وہی توفیق محنت وکسب عطا فرمانے والا، اور وہی مشکلات اور موانع کو رفع فرمانے والا ہے اور اسیطرح جب تو ذرائع اور اسباب سے روگردانی اختیار کر کے رزق و محنت کے منبع و مخزن کیطرف رجوع کریگا، اور خود کو اپنی جملہ حاجات و ضروریات کو فقط اسی کے حضور ڈال دیگا، تو پھر وہ اپنے اور تیرے درمیان سے حجاب اٹھالے گا بے گانگی اور بے التفاتی کو رفع فرمائیگا اور اپنی رحمت واسعہ کہ تیری حاجت و ضرورت کے وقت تیری طلب و توقع سے بھی زائد تجھے اس انداز سے اور ایسے ذرائع سے رزق عطا فرمائیگا جبکا تجھے خیال و گمان بھی نہ ہوگا اور تیرے لئے اللہ تعالےٰ کی خاص نصرت و حمایت ہے اور اس طرح وہ تجھے شرکیات اور غیر اللہ کیطرف مائل ہونیکی طرف محفوظ کرتا ہے، پھر جب تیرے قلب و دماغ سے ذاتی ارادے اور ذاتی خواہش منقطع ہو جائیں گی، اور تو کلی طور پر متوکل علی اللہ ہو کر اپنے ارادوں کو اللہ کے ارادوں میں فنا کر دیگا، تو پھر اللہ تعالےٰ یقیناً تجھے تیرا رزق مقسوم بھیجے گا وہ رزق تجھے پہنچ کے رہے گا اور وہ تیرے سوا کسی دیگر شخص کا حصہ نہو گا، نیز کہ اشتد حاجت و ضرورت کیوقت وہ تیری مدد و دستگیری فرمائے گا۔ اور ساتھ ہی تجھے اُس رزق کیلئے ادائے شکر کی توفیق دیگا۔ نیز تجھے یہ عرفان بھی ہوگا کہ ایسے حالات میں یہ مشکل کشائی اور یہ رزق اللہ کی خاص نصرت و اعانت سے ہے اور اس طرح تو اس مسبب الاسباب کی اس رحمت خاصہ کو پہچان لے گا۔ اور اس کا شکر بجالائے گا، یہ معاملہ مخلوقات کہ تیرے خروج و بعد اور غیر اللہ سے اجتناب کا باعث ہوگا اور ساتھ ہی تجھے توحید کا صحیح فہم و ادراک حاصل ہوگا، پھر جب اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات کے متعلق تیرا علم اور یقین محکم و راسخ

ہوجائے گا، تو تجھے قدرتی طور پر شرحِ صدر ہو گا، اور تیرا قلب و دماغ انوارِ معرفت سے منور اور تیری روح اسرارِ خداوندی سے سیراب و توانا ہو جائیگی اندریں حالات کشفِ باطن اور نورِ کرامت سے تجھے ہمیشہ جتلا دیا جائے کرے گا۔ کہ اللہ کیطرف سے تیری حاجت روائی اور مشکل کشائی ہونے والی ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے" ہم نے بنی اسرائیل میں سے ایسے ائمۂ دین اور رہبرانِ قوم بنائے جو ہمارے اوامر کی اُمنیں تبلیغ و اشاعت کریں انھیں یہ قیادت و صلاحیت عطا ہوئی جب کہ اُن لوگوں نے صبر کیا اور ہماری آیات پر یقین و ایمان رکھنے والے ہوئے" اور اپنے کلام مقدس میں ایک اور جگہ فرمایا" جو لوگ ہماری راہ میں ریاضت و مجاہدہ کرتے ہیں یقیناً ہم انھیں صراطِ مستقیم دکھاتے ہیں اور انکی رہنمائی کرتے ہیں" نیز فرمایا تم لوگ اللہ سے ڈرتے رہو وہ اپنے اسرارِ قدرت میں سے تمہیں بہت کچھ سکھلا دے گا اور تمہیں نورِ معرفت عطا کریگا۔ پھر ایسے بلند مقامِ روحانیت پر تجھے تکوین یعنی تخلیق اشیاء کا اختیار عطا کیا جائیگا، اور تو کائنات میں تصرف کریگا ایسی ظاہری اجازتِ ربی کیساتھ جس میں شک و شبہ کو دخل نہیں، ایسی دلیل کے ساتھ جو آفتاب سے زیادہ روشن ہے ایسے کلام کے ساتھ جسکا رد مخلوقات سے کرنا ممکن ہے ایسے الہام صدق کیساتھ جسمیں کذب و تلبیس نہیں اور جو نفسانی و شیطانی وسوسوں سے بالکل محفوظ و پاک ہے اللہ تعالےٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا "اے فرزند آدمؑ! میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے میں جس چیز کو حکم دیتا ہوں "ہوجا" وہ یقیناً ہو جاتی ہے، پس تو میری اطاعت اختیار کر پھر میں تجھے بھی ایسا ہی بنا دوں گا کہ تو جس چیز کو حکم دیگا کہ "ہوجا" وہ ہوجائے گی اور اذنِ الٰہی سے عالمِ وجود میں آئیگی، اور بلاشبہ اللہ تعالےٰ نے اپنے انبیاء، صدیقین اولیاء اور خواص بنی آدم کو ایسی ہی روحانی قوتوں کا حامل بنایا ہے،

مقالہ نمبر ۱۷

واصل باللہ ہونے کا طریقہ

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا جب تجھے وصول الی اللہ اللہ تک رسائی حاصل ہو جائے، تو سمجھ کہ اس وقت تجھے توفیق الٰہی سے قرب خداوندی نصیب ہوا۔ اور وصول الی اللہ کے معنے یہ ہیں کہ تو مخلوقات کے علائق اور ذاتی خواہش و ارادہ کے بندھن سے آزاد ہو کر اللہ کے فعل و ارادہ کے ماتحت ہو جائے، اور تیرا ہر قول و فعل امر الٰہی کے مطابق ہو پس یہ حالت محویت ذات اور فنا فی اللہ ہونے کی حالت ہے جسے "وصول الی اللہ" سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور اللہ تک پہنچنا کسی مخلوق تک پہنچنے کی سی مادی اور معروف حیثیت نہیں رکھتا، بلکہ اسکی طرز نوعیت بالکل مختلف ہے کیونکہ لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ اللہ کی مثل کائنات میں کوئی چیز نہیں ہے، وہ بایں طور سمیع و بصیر خالق و صانع اور عالم غیب و حاضر ہے کہ اسے اس کی مخلوقات میں کسی چیز کے ساتھ تشبیہ ہرگز نہیں دی جا سکتی۔ اور وصولی الی اللہ کی کیفیت سے صرف اہل وصول (اولیاء اللہ) باخبر اور آشنا ہیں۔ جنھیں یہ رتبہ نہیں ملا۔ اور ایسا عشق و قرب نصیب نہیں ہوا وہ اسکی روحانی و باطنی کیفیات کا اندازہ کرنے سے قاصر ہیں اور پھر ہر واصل باللہ شخص اپنے رتبۂ قرب میں دوسرے سے مختلف اور جداگانہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسرار اپنے تمام انبیاء، اولیاء، کے ساتھ اس طرح جدا جدا ہیں کہ ایک کے رازوں سے دوسرا سوائے اللہ کے آگاہ و مطلع نہیں۔ حتیٰ کہ عالم روحانیات میں کبھی ایسا بھی ہوتا

ہے کہ ایک مرید ذاتِ حق سے جو بھید رکھتا ہے اُس سے اُس کا شیخ (پیر) بھی بیخبر ہوتا ہے، اور کبھی شیخ کے راز سے وہ مرید بھی آگاہ نہیں ہوتا جو روحانی وباطنی فروغ وارتقار کے لحاظ سے مقامِ شیخ کی چوکھٹ تک جا پہنچا ہے اور جب ایسا ہوتا ہے کہ مرید اپنے شیخ کی حالت وکیفیت تک پہنچ جاتا ہے) تو پھر اُسے شیخ سے جُدا کر لیا جاتا ہے اور اس کا والی ونگہبان خود اللہ تعالیٰ ہو جاتا ہے پھر وہ اُسے تمام مخلوق سے بھی جُدا کر لیتا ہے اور مرید کے لئے شیخ کا معاملہ ایسا ہو جاتا ہے جیسے ایک دودھ پیتے بچے کو میعاد کے بعد دایہ سے جدا کر لیا جائے اور اسی طرح اس کے تعلق دیگر مخلوقات سے بھی منقطع ہو جاتے ہیں پس جب تک مرید خام ہے اور اُس میں خواہش وارادہ موجود ہے تب تک عیوب نفسانی کو نیست ونابود کرنے کیلئے شیخ کی احتیاج ہے لیکن خواہش وارادہ کے فنا ہونے کے بعد شیخ کی حاجت نہیں رہتی یہ اس لئے کہ اب مرید میں وہ نفسانی اور سفلی کدورتیں نہیں رہیں جنھیں محو کرنے پر شیخ من جانب حق مامور تھا۔ اب اُسکا ہادی ورہنما اور حافظ وناصر اللہ تعالےٰ ہے جس کے انوار وتجلیات سے نکل کر وہ ظلمات جہل کی جانب نہیں جا سکتا پس جب تو واصل باللہ ہو جائے، تو ہمیشہ کے لئے غیر اللہ سے بے غرض اور بے خوف ہو جا اور اس کے سوا خوف ورجا یا نفع ونقصان میں کسی کو موجود نہ سمجھ، بلکہ ہمیشہ اسی سے ڈر، اسی سے اپنی حاجات طلب کر، اسی سے اُمید مغفرت رکھو اور ہر دم اُسی کی ذات پر بھروسہ کر۔ جب تو ایسا ہو جائے تو ابدا آ ددا اللہ تعالےٰ کے امر فعل کی طرف نظر رکھو اور دنیا وعقبیٰ میں مخلوق سے قطع تعلق

کر تیرے قلب و دماغ اور ذوق و توجہ کا مرکز صرف اسی کی ذات واحد ہو اور تمام مخلوق کو خالق کے حضور اس طرح عاجز و بے بس سمجھ جس طرح ایک غلام وسیع و عریض سلطنت رکھنے والے صاحب عظمت و سطوت و شدید الحکم قاہر سلطان کی تحویل و حراست میں ہو پس یہ سمجھ کر خالق کے اختیارات مخلوق کو مت سونپ اور مخلوق سے وہ توقعات وابستہ مت کر، جو صرف خالق سے وابستہ کی جا سکتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے ساتھ پناہ مانگ حصول توحید کے بعد مشرک ہونے سے، صاحب بصیرت ہونے کے بعد اعمیٰ ہونے سے وصول کے بعد قطع ہونے سے، قرب کے بعد بُعد و مغائرت ہونے سے ہدایت کے بعد ضلالت سے اور ایمان کے بعد کفر سے پس یہ دنیا ایک بڑی نہر کی مانند ہے جس میں ہر روز اضافہ ہوتا رہتا ہے، اور یہ پانی اولادِ آدمؑ کی نفسانی لذات و شہوات ہیں جو اُن کی طبائع پر مسلط رہتی ہیں لیکن یہ لذت و شہوات آفتوں سے بھری ہوئی ہیں، جب کوئی صاحبِ بصیرت اور دانشمند شخص آخرت کی نعمتوں کے مقابل دنیا کی لذات کو نگاہِ عبرت سے دیکھے گا، تو اگر وہ نورِ ایمان رکھتا ہے تو سمجھ لے گا کہ حقیقی مستقل اور قابلِ اعتماد زندگی آخرت ہی کی زندگی ہے، جیسا کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا "اگر کوئی عیش ہے تو صرف آخرت ہی کا عیش ہے" اور وہ عیش مومن و متقی لوگوں کیلئے خاص ہے۔ جیسا کہ آنحضرتؐ نے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے بہشت ہے نیز فرمایا ایک متقی اور پرہیز گار شخص اللہ کی جانب سے لگام چڑھایا ہوا ہے یعنی وہ حدود شریعت کی پابندی کیلئے جکڑا

سے مکلّف ہے ان دلائل و شواہد کے باوجود لذات دنیوی سے دلبستگی کیونکر اختیار کی جائے پس بندہ کے لئے تمام راحتوں میں سے بہترین راحت یہ ہے کہ وہ مخلوقات سے انقطاع کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے، اُسی سے ربط و عشق رکھے، اور خود کو اس کے ارادوں کے سامنے عاجزانہ طور پر ڈالدے ایسا کرنے پر تو دنیا کے شرکیہ بندھنوں سے آزاد ہو گا، اور اس وقت تیری ہستی میں معبودِ حقیقی کے فضل و کرم اور عظمت و جلال سے ایسا دقار و اثر پایا جائے گا، جس کی مثال بندگانِ نفس میں ناممکن ہے۔

مقالہ نمبر ۱۳

مشیتِ الٰہی کیخلاف شکوہ و شکایت مت کرو

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا۔ ہم تجھے یہ تاکید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو امور تیرے لئے ظاہر ہوں ان کے خلاف کسی کے سامنے شکایت نہ کر اور اللہ تعالیٰ نے جیسا اور جو کچھ سلوک تجھ سے کیا ہو اس فعل کے باعث مخلوقات میں اسے متہم نہ کر اگر کسی دور میں تو مبتلائے مصائب و آلام رہا ہو، تو یہ بھی تجھے سمجھنا چاہیئے کہ مصیبت کے بعد راحت و آرام، اور غم و الم کے بعد مسرت و شادمانی بھی اللہ کیطرف سے موجود ہے، جیساکہ اس نے اپنے کلام مقدس میں فرمایا" بلاشبہ مصیبت کے بعد راحت ہے، اور مکرر کہتا ہوں کہ بلاشبہ مصیبت کے بعد راحت ہے، اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بہت وسیع و بسیط ہیں اتنی بسیط کے بندہ انھیں شمار بھی نہیں کر سکتا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا" اور اگر تم اللہ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو انھیں ہرگز شمار نہ کر سکو گے پس جب اللہ کی اتنی نعمتیں نوعِ انسانی کیلئے مقدر ہیں کہ تو اُن کا احاطہ بھی نہیں کر سکتا، تو اُس فیاضی اور رحمت و بخشش سے ہرگز مایوس نہ ہو، خالق کے علاوہ مخلوق سے باطنی ربط تعلق نہ رکھو تیری محبت ہو تو اسی سے ہو غرض حاجت ہو تو اسی کے حضور ہو اور کسی قسم کا شکوہ و شکایت ہو تو فقط اسی کے سامنے ہو۔ کیونکہ

دنیا میں جتنے اور جس نوعیت کے بھی عوامل اور واقعات ہیں وہ سب اسی کے اذن اور حکم سے ظہور پذیر ہوتے ہیں. جس چیز کو اللہ تعالےٰ نے مقدم کیا ہے اسے مؤخر کرنے والا کوئی نہیں، اور جس چیز کو اس نے مؤخر کیا ہے اسے مقدم کرنے والا کوئی نہیں، وہ اپنے کلام مقدس میں ارشاد فرماتا ہے۔" اگر اللہ کی جانب سے تجھے کوئی نقصان پہنچے تو اس کی ذات کے علاوہ اس نقصان کا ازالہ کرنے والا اور کوئی نہیں اور اگر اللہ تیرے ساتھ کسی بھلائی اور فائدہ کا ارادہ کرے، تو کوئی نہیں جو اس کے فضل و کرم کو تجھ سے رد کرے" اور اگر تو اللہ کی نعمتیں رکھتے ہوئے بھی ناشکری کرے، اور اللہ کا شکوہ و شکایت کرے، تو ظاہر ہے کہ تو کفران نعمت کا مرتکب ہوا۔ اور اس کی سابقہ نعمتوں کو تو نے حقیر و ذلیل سمجھا ایسے حال میں اللہ تجھ پر غضب ناک ہوگا، اور تجھ پر عقوبت کرے گا۔ پس عوامل تقدیر پر شکوہ و شکایت نہ کر، اور مشیتِ ایزدی کے خلاف واویلا چھوڑ دے کیونکہ مختلف مصائب میں سے کتنے مصائب ایسے ہیں جو انسان پر اپنے پروردگار کی شکایت کے باعث نازل ہوتے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ تو ایسے پروردگار کی شکایت کس طرح کرتا ہے، جو ارحم الراحمین ہے، خیر الحاکمین ہے، فیاض و مہربان ہے بندوں پر رحمت و بخشش فرمانے والا ہے اور ان پر والدین سے بھی زیادہ شفقت و کرم کرنے والا ہے؟ آنحضرت ؐ نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالےٰ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ مہربان ہے، جتنے

کہ والدین اپنی اولاد پر ہوتے ہیں" پس تو کبھی بہمہ وجوہ اللہ کا ادب و احترام اختیار کر اور زندگی میں جو مصائب درپیش آتے ہیں، ان پر صبر و تحمل کرتے ہوئے اللہ سے عفو و کرم کا خواستگار رہو۔ کیونکہ توبہ اور طلب عفو پر معاف کر دینا اور مشکلات رفع فرمانا اس کا عہد و دستور ہے۔ اپنی رضا کو اللہ کی رضا میں فنا کر دے اور جو واقعات و سانحات تجھے بظاہر مکروہ ناگوار محسوس ہوتے ہیں، اُن کے متعلق بھی کلمات افسوس و شکایت زبان پر نہ لا۔ کیا تو نے اللہ تعالےٰ کا یہ ارشاد نہیں سُنا۔ اے مسلمانو! تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے۔ اگرچہ وہ تمہیں مکروہ و ناگوار ہی کیوں نہ محسوس ہو، ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو، لیکن حقیقتاً وہ تمہارے لئے بہت مفید ہو، اور عین ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو بہت پسند کرو، لیکن حقیقتاً وہ تمہارے لئے نقصان دہ ہو۔ پس حقیقت حال کو صرف اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے، تم نہیں جانتے" پس شکوہ و شکایت کے باعث اللہ تعالیٰ تجھے حقیقت اشیاء کے علم سے محجوب کر دے گا لہذا تو کسی چیز کو بُرا نہ کہہ، کسی واقعہ کی شکایت نہ کر، بلکہ شرع کی پیروی اختیار کر۔ راہ سلوک میں پہلا قدم "تقویٰ" ہے، اور دوسرا قدم "حالتِ ولایت" ہے اور جب تک مکمل تقویٰ اختیار نہ کیا جائے، درجہ ولایت کی تحصیل ناممکن ہے، اس درجہ پر امر باطن کی متابعت اور خواہشات نفسانی کا رد لازمی ہے پھر تو بمیشہ افعالِ الٰہیہ کے ساتھ رضا مندرہ، اور شیوہ تسلیم و رضائے حالت ابدالیت، غوثیت اور صدیقیت میں فنا ہو جا کیونکہ یہ علم یقیت

وحقیقت کا انتہائی رتبہ ہے جب تو یہ مسلک اختیار کرے گا، تو اللہ تعالےٰ تیری تقدیر کے جبر سے تیری حیات کو پُر سکون دبار آور کرے گا اور اگر کوئی شر تیرے لئے مقدر بھا تو اپنی رحمتِ خاصہ سے اس کو تم پہ ہرگز اثر انداز نہ ہونے دے گا، اور تیری حفاظت و اعانت فرمائے گا جیسا کہ شبِ تاریک گزرنے کے بعد ایک روشن دن طلوع ہوتا ہے، اور دنیا کا ہر تاریک گوشہ نورِ آفتاب سے جگمگا اٹھتا ہے، یہ تیرے پاس ایک مثال ہے، جس سے سبق سیکھ نفس انسانی طرح طرح کے گناہوں میں آلودہ ہے، اور اللہ تعالےٰ کے پاک و مقدس قرب کی صلاحیت نہیں رکھتا تا وقتیکہ وہ فسق و فجور اور شرک کی غلاظت سے بالکل پاک و صاف نہ ہو جائے پس از روے شریعت مصائب بھی انسان کے گناہوں اور لغزشوں کا کفارہ ہیں اور اسے روحانی و باطنی آلائشوں سے پاک وصاف کرتے ہوئے قلب و دماغ میں توحید و معرفت کی تجلیات پیدا کرتے ہیں آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ ایک دن کا بخار مومن کے سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہے۔"

مقالہ نمبر ۱۹

ایمان کے درجات

حضرت قطب ربانی رح نے ارشاد فرمایا: "اگر تو اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے لگے، تو سمجھ کہ تیرا یقین و ایمان بہت کمزور ہے، ورنہ اللہ نے اپنی شرط اطاعت کے ساتھ مومن سے جو وعدے کر رکھے ہیں اُن کی خلاف ورزی وہ ہرگز نہیں کرتا۔ اور جب تیرے دل میں یقین و ایمان محکم ہوگیا، تو اللہ تعالیٰ تجھے یوں خطاب فرمائے گا: "آج کے دن سے تو ہمارا محبوب و مقرب ہے"، اور ہماری رحمتیں تیرا استقبال کرتی رہیں گی۔ یہ خطاب تجھ سے بار بار ہوگا، اور پھر تو خدا کے برگزیدہ بندوں میں سے ہو جائے گا۔ اس درجہ ایمان پر تیرا کوئی ذاتی ارادہ سبب باقی نہ رہے گا۔ اور تو ارادہ الٰہی کی موافقت ہی میں روحانی نور و سرور محسوس کرے گا۔ اب تو اللہ کے سوا تمام دیگر چیزوں سے بے نیاز اور بے رغبت ہوگیا، اور شرک کی تمام آلائشوں سے محفوظ۔ اب تجھے اللہ کی طرف سے رتبہ تسلیم و رضا عطا ہوگا، اور اس کی حمایت و خوشنودی کا تجھ سے وعدہ کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی ظاہری و باطنی نعمتیں تیرے لئے بسیط ہو جائیں گی۔ بعد ازاں کلام اللہ کے علوم و معارف تیری چشم بصیرت پر بے نقاب کر دیئے جائیں گے، اور تو اُن کی روشنی میں اللہ کی ذات و صفات کا

مشاہدہ کریگا۔ پھر پہلے وعدۂ الہٰی سے دوسرے وعدۂ الہٰی کی جانب منتقل ہوئے ہیں جو مدارج و منازل ہیں، اُن سے تجھے آگاہ کیا جائے گا اور تیری تجلیات باطن میں اضافہ کیا جائے گا۔ تجھے خدا کی طرف سے شرح صدر عطا ہوگی، اور تیرے کلام کو معمورِ حکمت کیا جائے گا۔ پھر تجھے دنیا و عقبیٰ میں جن و انس تمام مخلوقات میں محبوب و محترم بنایا جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کے اتباع سے تو نے مخلوق کو مطیع کر لیا۔ اللہ کی محبت مخلوق کی محبت کی ضامن ہے اور اس کا قہر مخلوق میں بغض پیدا کرتا ہے، پھر دنیا میں تو نے جن چیزوں کی خواہش و جستجو کی ہوگی۔ اور وہ تجھے نہ ملی ہوں گی، تو ان کا عمدہ سے عمدہ معاوضہ تجھے آخرت میں دیا جائے گا۔ تجھے اللہ تعالےٰ کا قرب نصیب ہوگا اور جنت الماویٰ کی تمام برگزیدہ نعمتیں تجھے عطا کی جائیں گی، اور اگر تو نے دنیائے فانی میں رہتے ہوئے نفس کی لذات و شہوات سے اجتناب کیا، اور خالصتاً اپنے معبودِ برحق ہی کو اپنا قبلۂ مقصود بنایا، تو اس جذبۂ توحید کی برکت سے تجھے اللہ تعالےٰ دنیا میں بھی اپنی جائز و حلال نعمتوں سے وسعت کے ساتھ فیض یاب فرمائے گا اور عقبیٰ میں بھی تجھے صدیقین و صالحین کے ساتھ بلند درجات عطا فرمائے گا، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔

مشکوک و مشتبہ چیزیں چھوڑ دو

حضرت قطب ربانی رح نے ارشاد فرمایا کہ "رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے جو چیز تجھے (حلال یا حرام ہونے کے لحاظ سے) مشکوک و مشتبہ معلوم ہو، اسے چھوڑ دے۔ پس یہ اصول یقینی طور پر رزق حلال اختیار کرنے اور حرام سے بچنے کے لئے نہایت اہم اور قابلِ عمل ہے، اور ہونا یہ چاہئے کہ وہ ہر چیز جس کی حلت و حرمت کے متعلق تیرے دل میں تذبذب اور بے اطمینانی ہو وہ تیرے نزدیک ایسی ہو جائے کہ گویا وہ موجود ہی نہیں۔ ایسے حالات میں درگاہِ خداوندی کی طرف رجوع کر اور اپنے پروردگار سے رزق حلال کا طلب گار ہو۔ حسب آیہ شریفہ تنگی کے بعد میسر پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ کا وعدہ سچا ہے، اور وہ اس کا محتاج نہیں ہے کہ اسے وعدہ یاد دلایا جائے وہ تجھ سے اور تیرے احوال سے غافل و بے خبر نہیں ہے، وہ تو ایسا پروردگار عالم ہے کہ کفار، منافقین اور فساق کو بھی رزق عطا فرماتا ہے، پھر اے مومن و موحد اے اسکی عبادت و عبودیت اختیار کرنے والے وہ تجھے کس طرح فراموش کر سکتا ہے؟ اور مذکورہ حدیث "ودع ما یریبک" کے یہ ہیں کہ مخلوقات کے صدقات و عطیات کی خواہش نہ رکھو، اور نہ اُن سے خوفزدہ ہو، کیونکہ یہ بھی شرک ہے اور شرک سے زیادہ

مکروہ و مشتبہ چیز اور کیا ہوگی اللہ کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھ، اور
اُس کا عطا کردہ رزق تجھے پہنچنا یقینی ہے، پس چاہیئے کہ تیری طلب و توجہ
کا مرکز ایک ہو، تیرا مطلوب ایک ہو، اور تیرا دینے والا ایک ہو اور وہ تیرا
ہی خالق و پروردگار ہے، جس کے دستِ قدرت میں بادشاہوں کی پیشانیاں
ہیں جس کے قبضہ میں تمام مخلوق کے اجسام و قلوب ہیں مخلوق کے پاس جو
کچھ بھی ہے اُسی کا ہے، اور تجھے رزق دینے میں لوگوں کے عطیات بھی اُسی
کے اذن و حکم اور تحریک سے ہیں اللہ تعالےٰ نے اپنے کلام مقدس میں فرمایا
"اللہ سے اس کے فضل و کرم کو طلب کیا کرو" نیز فرمایا "تم اللہ کے سوا
جنھیں پکارتے ہو وہ تمہارے رزق کے مالک و مختار نہیں ہیں۔ پس رب
واحد ہی سے رزق طلب کرو، اُسی کی عبادت کرو، اور اسی کا شکر بجالاؤ"
نیز فرمایا "اے نبیؐ! جب میرے بندے میرے متعلق آپ سے دریافت کریں
تو کہیئے کہ میں ان سے بہت قریب ہوں، اور جب بھی کوئی پکارنے والا
مجھے پکارتا ہے، تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں علاوہ ازیں ایک
اور جگہ فرمایا۔ "مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا" نیز فرمایا "اللہ
تعالےٰ تمہارا حقیقی رازق ہے، وہ صاحبِ قوت و توانا ہے"۔ ایک اور
آیہ شریفہ میں فرمایا "اللہ جسے چاہتا ہے، اُسے بے حد و حساب رزق
عطا فرماتا ہے"۔

مقالہ نمبر ۲۱

خیر و شر کے متعلق ابلیس کی گفتگو

حضرت قطب ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا میں نے ایک دفعہ خواب میں ملعون و راندہ درگاہ ایزدی ابلیس کو دیکھا، اور اس کے مار ڈالنے کا ارادہ کیا، لیکن وہ بولا آپ مجھ کو کس بنا پر قتل کرتے ہیں، اور میرا گناہ کیا ہے؟ اگر مشیئت الہٰی کے تحت، میری تقدیر میں شر تھا تو میں اسے خیر کی صورت میں بدلنے اور منقلب کرنے کی طاقت و توفیق نہیں رکھتا اور اگر میری تقدیر میں خیر تھا، تو یہ میرے اختیار سے باہر ہے کہ اسے شر میں تبدیل کر سکوں۔ پس جب میں مشیئت الہٰی کے تحت عاجز و بے بس ہوں تو مجھے لعنت و ملامت یا مجھ پر کسی قسم کا تشدد کیونکہ جائز ہو سکتا ہے؟ اس کی شکل مخنثوں کی سی تھی، اور وہ نرم اور شستہ کلام تھا، چہرہ لمبا ناک لمبی ٹھوڑی کے نیچے چند بال اور صورت نادم و حقیر گویا وہ ایک خائف و منفعل شخص کی طرح میرے سامنے خفت سے مسکرا رہا تھا۔ میں نے یہ خواب ذی الحج کی بارھویں تاریخ کو ۱۰۱۹ھ میں اتوار کے دن دیکھا تھا۔

مقالہ نمبر ۲۲

ابتلاء بہ اندازۂ ایمان

حضرت قطب ربانی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالےٰ کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ بندۂ مومن پر اس کے ایمان کے مطابق آفت و مصیبت ڈالتا ہے، جس شخص کا ایمان جتنا زیادہ توانا ہوگا، اس پر بلا بھی اتنی ہی بڑی نازل ہوگی چنانچہ مدارج ایمان کے لحاظ سے غور کرو کہ ایک رسول کی بلا نبی کی بلا سے بڑھ کر ہوتی ہے، کیونکہ رسول کا ایمان نبی کے ایمان سے بلند اور افضل ہے۔ پھر ایک نبی کی بلا ابدال کی بلا سے زیادہ ہے کیونکہ نبی کا ایمان ابدال کے ایمان سے زیادہ محکم و توانا ہے، بعد ازاں ایک ابدال کی بلا ولی کی بلا سے بڑھ کر ہے، اور اسی طرح حسب درجات بلاؤں میں کمی واقع ہوتی جاتی ہے، اور بندۂ مومن اپنے ایمان و یقین کے مطابق آفات میں مبتلا کیا جاتا ہے، اور اس کی سند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ "سب سے زیادہ آفت و بلا انبیاء کے گروہ پر نازل ہوتی ہے، اور پھر انبیاء کے بعد مخلوق پر درجہ بدرجہ بلا کا نزول ہوتا ہے۔" اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ سادات کرام کو ہمیشہ مبتلائے بلا رکھتا ہے، تاکہ وہ دائم اللہ تعالےٰ کی قرب و حضوری میں رہیں۔ اور مشاہدۂ حق سے غافل و دور افتادہ نہ ہوں

کیونکہ وہ اللہ کے محبوب و پسندیدہ ہیں اور محب اپنے محبوب کے بُعد کو ہرگز برداشت نہیں کرسکتا۔ پس بلا ان کے قلوب کو ہمیشہ مائلِ حق رکھتی ہے، اور انہیں اللہ تعالےٰ سے غافل ودور افتادہ نہیں ہونے دیتی۔ اس کیفیت سے ان کی خواہشاتِ نفسانی محو ہو جاتی ہیں، اور غیر اللہ سے اُن کی محبت و توجہ ہٹ جاتی ہے، وہ حق کو باطل سے واضح طور پر پہچان لیتے ہیں، اور آفاتِ نفس میں مبتلا نہیں ہوتے انھیں وعدۂ حق پر سکون و اطمینان حاصل ہوتا اور ہمہ وقت صبر و شکر سے راضی برضائے الٰہی رہتے ہیں، اور خلقِ خدا کے شر سے محفوظ رہتے ہیں، اُن کا قلب تعلق باللہ سے محکم و توانا ہو جاتا ہے، اور اُسے تمام اعضا پر حکومت و تسلّط حاصل ہو جاتا ہے۔ پس انھیں شیوۂ تسلیم و رضا سے مزید توفیق عمل عطا کی جاتی ہے، اور اُن کے درجات بلند تر ہوتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا! "اگر تم میرا شکر بجالاؤ گے، تو میں تمہیں زیادہ نعمتیں دوں گا۔" اور جب نفس محض اتباع ہوس اختیار کرے گا، اور لذات کا پرستار ہو گا، تو اتباع اور امر الٰہی سے مومن کوسوں دُور پڑے گا، اور غفلت و معصیت اس پر طاری ہوگی۔ ایسی حالت میں اللہ تعالےٰ اسے اپنی طرف مائل و راغب کرتے اور صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے کے لئے اس پر آفات و بلیات نازل کرتا ہے، جن سے اس کے قلب و باطن کی فوری اصلاح ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات یہ رہنمائی

الہام والقا کے ذریعہ بھی ہوتی ہے، اور اللہ تعالےٰ قلب کو اپنی انوار
وتجلیات سے روشن وبابرکت فرما کر اسے نفس کے فتنوں سے
محفوظ رکھتا ہے پھر بندۂ مومن کو قرب ومعرفت سے فیض یاب
فرماتا ہے۔ پس میں تجھے یہ تاکید وتلقین کرتا ہوں کہ تو اتباعِ نفس
اختیار کر کے اپنے لئے آفات ومصائب کا سامان مہیا نہ کر بلکہ اور
امر الہٰی کی پیروی کا کر کے اور ذکر وتسبیح کی مزاولت سے اللہ کی تائید
ونصرت حاصل کر جو دنیا وعقبٰی میں فلاح وبہبود کا باعث ہے۔

مقالہ نمبر ۲۳

احکام مشیت الٰہی سے موافقت کر

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالےٰ تجھے جو کچھ مرحمت فرلئے اُس پر صبر و شکر اور قناعت کر، کفرانِ نعمت نہ کر، کہ یہ غضب الٰہی کا باعث ہے، شکر نعمت کا ادنیٰ فائدہ یہ ہے کہ اس سے رزق میں اضافہ اور صحت و عافیت حاصل ہوتی ہے، اور دنیا و عقبیٰ کی سختیاں انسان سے رفع و دفع کی جاتی ہیں۔ پس یاد رکھ کہ توکل علی اللہ کے ہوتے طلب و جستجو ترک کرنے کے باوجود اللہ تعالےٰ تجھے تیرا رزق اور ضروریات ضرور مہیا فرمائے گا۔ پس صبر و شکر اختیار کر اور اپنا حال و اطمینان کسی وجہ سے برباد نہ ہونے دے۔ تیرا ہر فعل، اور حرکت و سکون حکمِ الٰہی کے تحت ہو ورنہ تو فساق اور بندگانِ نفس میں شامل کر دیا جائے گا۔ جو اپنے آپ پر اور مخلوقات پر بلا وجہ ظلم و ستم کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اس طرح ہم کفر و عصیان کے باعث بعض ظالموں کو بعض دیگر ظالموں کے سپرد کر دیتے ہیں؛ طاعت و عبودیت اس لئے لازم ہے کہ تو ایک ایسے شہنشاہ کے محل میں اس کے حضور کھڑا ہے جسکا حکم عظیم ہے، جس کی شوکت و ہیبت شدید ہے، جس کا لشکر جرار و کثیر ہے جسکی مشیت و سطوت جاری ہے جس کا امر اٹل ہے جس کا ملک

باقی وغیر فانی ہے، جس کا فرمان دائمی ہے، جس کا علم دقیق دکامل ہے جس کی حکمت بسیط ہے، جس کا عدل لاثانی ہے اور جس کی تدبیر و تنظیم سے زمین وآسمان کی کوئی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز بھی انحراف یا خلاف ورزی کی جسارت نہیں کر سکتی۔ اور جب تو شرک کا مرتکب ہو تو یقین جان کہ تو ظالموں سے بھی بڑا ہے، کیونکہ کلام اللہ میں صریحاً فرمایا گیا کہ "شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔" اور اسی بنا پر شرک کو ایک ناقابلِ عفو گناہ قرار دیتے ہوئے فرمایا" اللہ تعالےٰ اپنے ساتھ شرک کرنے کا گناہ ہرگز معاف نہیں فرمائے گا ہاں شرک کے علاوہ وہ جن گناہوں کو چاہے گا معاف کر دے گا۔" پس تجھے چاہئے کہ نہایت کوشش اور احتیاط شرکِ جلی اور شرکِ خفی دونوں سے پرہیز کرے خلوت وجلوت میں ہمیشہ اور ہر جگہ قول وفعل میں شرک سے اجتناب کر ظاہر وباطن کے گناہوں سے بچ اللہ تعالےٰ کی جانب عجز وانکسار سے رجوع کر، اور اس سے فرار نہ کر۔ نیز اس کے احکام میں بحث وجدال وتصرف نہ کر، ورنہ وہ تجھے عقوبت کرے گا۔ اس سے غفلت اختیار نہ کر ورنہ وہ بھی تجھے فراموش کر دے گا۔ نیز اس کے دین خالص میں محدثات وبدعات پیدا نہ کر، ورنہ وہ تجھ پر عذاب وعقاب نازل فرمائے گا۔ اتباعِ نفس نہ کر، ورنہ وہ تیرے قلب کو تاریک اور تیرے ایمان کو سلب کرلے گا۔ یہ اس لئے کہ نفس کا اتباع بذاتِ خود شرک ہے، جس کا ثمرہ دونوں جہان میں ذلت اور رسوائی ہے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے "اے پیغمبر! کیا تو نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔"

مقالہ نمبر ۲۴

ماسوا اللہ فتن ہیں

حضرت قطب ربانی ؒ نے ارشاد فرمایا۔" اللہ تعالے کی نافرمانی سے ضد کر، اور صدق و اخلاص کے ساتھ اس کی طاعت کا التزام کر۔ اپنے پروردگار کے حضور خشوع و خضوع اختیار کر۔ اللہ کی عبادت میں دونوں جہاں کی کسی بھی چیز کی غرض و آرزو شامل نہ کر۔ ورنہ وہ عبادت خالصتاً بوجہ اللہ نہ رہے گی۔ اس بات کا یقین کامل رکھ کہ تو ظاہراً باطناً اللہ کا بندہ ہے، اور بندہ ہر جہت سے اپنے خالق و پروردگار کی ملکیت ہے۔ پس تو ہمہ وقت اپنے معبود کے حضور مؤدب و مطیع رہ اللہ تعالے نے دنیا میں مخلوقات کیلئے جو اقدار مقرر کر رکھی ہیں اُن میں کمی بیشی یا تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی۔ لہذا جو چیز اللہ تعالے نے تیرے لئے مقدر کی ہے، خواہ تو اُسے چاہے یا نہ چاہے، وہ اپنے معین وقت و اندازہ پر تجھے پہنچ کے رہے گی۔ جو چیز تجھ سے جاتی رہے اس پر رنج و افسوس نہ کر، اور جو چیز موجود و مہیا ہے اُس کے باعث ذکر الٰہی سے غافل نہ ہو جا۔ جو چیزیں علم الٰہی میں تیرے لئے معین ہو چکی ہیں، وہ کسی دیگر شخص کو نہیں مل سکتیں، پھر رزق کے معاملے میں تیرا حیران و پریشان ہونا کیا معنی رکھتا ہے، پس وقت حاضرہ

میں ذکر و عبادت کے اندر کامل محویت و یکسوئی سے مشغول رہ
اور غیر اللہ کی جانب اس قدر رغبت و توجہ نہ کر کے شرک کا
گمان ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مقدس میں فرمایا: "اے پیغمبرؐ
آپ اُن چیزوں کو اس قدر محویت و رغبت سے نہ دیکھیں، جو ہم
نے کفار کو دے رکھی ہیں۔ وہ تو انہیں اس لئے دی گئی ہیں کہ انہیں
فتنوں میں مبتلا کیا جائے۔ اور آپ کے پروردگار کا رزق بہت
بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔" پس اللہ تعالیٰ نے شریعت و
روحانیت کی جو ظاہری و باطنی نعمتیں تجھے عطا فرمائی ہیں، اُن
کے ماسوا دیگر اسبابِ شرک سے تجھے منع فرمایا ہے، اور
اس ممانعت کے ساتھ تجھ پر یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ غیر اللہ
کے اندر الجھنے میں تیرے لئے فتنے ہیں، اور اللہ نے اسی بنا پر
کفار و منافقین کو طرح طرح فتنوں میں مبتلا کر رکھا ہے، اور تیرا
اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر راضی و شکر گزار رہنا تیرے لئے برکت
و سعادت کا موجب ہے، لہٰذا معبودِ واحد کی اطاعت و فرمانبرداری
سے تو اپنے مقصود و مطلوب کو پائے گا۔ اور دنیا و عقبیٰ میں عزت
و آبرو حاصل کرے گا۔ اور تیرے درجات بلند کئے جائیں گے،
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "کوئی شخص نہیں جانتا کہ اسکے نیک اعمال
کی جزا کے طور پر اُس کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی کیا کیا
چیزیں محفوظ و پوشیدہ رکھی گئی ہیں۔" پس تجھے چاہیئے کہ فرائض

خمسہ یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، اور کلمہ طیبہ کا مکمل طور پر فہم و شعور کرے، اخلاص کے ساتھ اُن کی تعمیل کرے اور اللہ تعالےٰ کے نواہی یعنی گناہوں سے اجتناب کرے۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک اس طریق عمل سے زیادہ محبوب و برگزیدہ شے کوئی نہیں ہے اللہ تعالےٰ ہمیں اور تمہیں اپنی تائید و نصرت سے اُن اعمال کی توفیق عطا فرمائے جو اُس کے نزدیک محبوب و پسندیدہ ہیں، اور جو دنیا و عقبیٰ میں نجات و فلاح کا باعث ہیں۔

مقالہ نمبر ۲۵

ایمان سب سے بڑی نعمت ہے

حضرت قطب ربانی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:" اگر زندگی کے کسی دور میں حالات تجھ سے مساعدت نہ کریں، اور تجھے مصائب کے باعث بے اطمینانی و پریشانی لاحق ہو، تو بے صبری میں یہ شکوہ و شکایت نہ کر، کہ اللہ نے مجھے محتاج و نادار بنا دیا ہے، مجھے مبتلائے مصائب کئے ہوئے ہے، اغیار کو عیش و آرام کے سامان مہیا کئے ہیں، حالانکہ ہم سب آدم و حوا کی اولاد ہیں، اور اللہ سے تحصیل حقوق میں مساوی۔ عین ممکن ہے کہ یہ ابتلا اور یہ مصیبت اللہ تعالےٰ کی جانب سے تیری بلندیٔ درجات، تیری خوشحالی و فارغ البالی اور سکون و طمانیت کے لئے ہو، اور اس ذریعہ سے وہ تجھے ظاہری و باطنی فروغ و ترقی عطا فرمانا چاہتا ہو۔ یہ معاملہ تجھے اس لئے پیش آیا، کہ تیری سرشت اچھی ہے، اور رحمت خداوندی صبر و رضا کی برکات سے تیری مشکلات اور پریشانیوں کو رفع فرمانا چاہتی ہے، تیرے ایمانِ محکم کا درخت ایسا ہے، کہ اس کی جڑ مضبوط ہے، اُس کی کونپلیں پھیلنے اور پھل لانے والی ہیں۔ اُس کی شاخیں بلند ہونے والی اور اپنے سائے کو بسیط کرنے والی ہیں۔ یہ شجر ایمان

ہر دن نشو و نما پانے والا اور اللہ کی رحمت و عفو سے پھلنے پھولنے والا ہے۔ تیرے اس حال کو اللہ تعالیٰ نے دنیا و عقبیٰ میں فلاح و بہبود اور برکات کا باعث بنا دیا اور تجھے وہ نعمتیں عطا فرمائیں، جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان نے سنیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کے نیک اعمال کی جزا کے طور پر اُس کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی کیا کیا چیزیں محفوظ و پوشیدہ رکھی گئی ہیں۔ پس جو لوگ احکام الٰہی کی بجا آوری کریں گے معصیت سے بچیں گے، اور تمام امور میں اللہ تعالیٰ کے حضور تسلیم و رضا کا شیوہ اختیار کریں گے، اُن کے لئے دنیوی و اخروی سعادتیں مقدر ہیں، اور ان کا اطمینان قلب کبھی فنا نہیں ہوتا۔ لیکن اس کے برعکس جن لوگوں نے اپنے خالق و معبود سے غفلت و روگردانی اختیار کر کے محض دنیا کو اپنا معبود و مسجود بنا لیا، وہ ایسی زمین شور کے مشابہ ہیں جسے آبپاشی کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی۔ جس سے کوئی درخت نہیں اگتا کوئی غلہ پیدا نہیں ہوتا جس پر کوئی کھیتی نہیں لہلہاتی۔ یہ صورت حال انسان کی اپنی غفلت و معصیت کا نتیجہ ہے ورنہ اللہ تعالیٰ تو بندہ پر مشفق و مہربان ہے وہ اُس کی عافیت، ترقی و خوشحالی اور شادمانی چاہتا ہے اس مضمون کی آیات بھی قرآن میں موجود ہیں، جن میں ایمان محکم کو بندہ کیلئے تمام دنیوی و اخروی سعادتوں کا سرچشمہ بیان کیا گیا ہے۔ پس جب بندہ حق الحفظ اسباب وغیرہ کے پیوستہ ہونے کے ایمان میں وہ تازگی و توانائی نہیں جس سے اللہ

نے تیرے شجر ایمانی کو متمتع فرمایا ہے یہ ایک مستقل اور غیر فانی قوت ہے، جسے زمانہ کے تغیرات ہرگز متاثر نہیں کر سکتے۔ اگر انسان کے شجر حیات سے ایمان کا عنصر مفقود ہو جائے تو بالکل خشک و برباد ہو کر رہ جائے گا۔ اور اس سے اپنی ذات کو یا بنی نوع انسان کو کسی قسم کا فائدہ نہیں پہنچ سکے گا۔ دنیا میں جتنی بھی انفرادی اور اجتماعی ترقیات و برکات ہیں، وہ بلاشبہ نعمت ایمان کا ثمرہ ہیں۔ جن لوگوں میں ایمان نہیں، وہ قرآن حکیم کی وضاحت کے مطابق کافر و مرتد، منافق، مغضوب و مقہور اور دنیا و عقبیٰ میں ذلیل و خوار ہیں، ہاں اللہ تعالےٰ اپنی رہنمائی اور نصرت و اعانت سے دنیا پرست اشیاء کو بھی جب چاہے ایمان محکم اور صبر و رضا کی نعمتیں عطا فرما سکتا ہے، اور انہیں مقرب بارگاہ بنا کر اولیاء اللہ میں شامل کر سکتا ہے، جیسا کہ تاریخ میں اس کے شواہد موجود ہیں۔ وہ لوگ جو ہمہ وقت غیر اللہ میں محو و منہمک رہتے تھے رضائی توحید کے بعد ایسے فنا فی اللہ ہوئے کہ غیر اللہ کو ایک لمحہ کیلئے توجہ نہ دے سکے اللہ تعالےٰ اپنی توفیق و نصرت سے ہمارے ایمان کو محکم و توانا کرے اور ہمیں صراط مستقیم پر گامزن فرمائے۔

مقالہ نمبر ۳۶

صبر و رضا ذریعۂ قرب الٰہی ہے

حضرت قطب ربانی ؓ نے ارشاد فرمایا۔ اپنے خالق سے کامل ربط عشق کے لئے تو مخلوقات سے قطع تعلق اختیار کر، اور اپنے معبود حقیقی کو اپنی حاجات و ضروریات کا مرجع قرار دے۔ تیرے لئے تیرے پروردگار کا ارادہ اور اطاعت ہی باقی نہ جائے، اور اس کے علاوہ دیگر اسباب شرک سے اجتناب کرے، ایسی حالت میں تیرا دل نور سے معمور ہو جائے گا، اور اس میں غیر اللہ کے لئے کوئی گنجائش نہ رہے گی اس وقت تو اپنے عقیدۂ توحید کا خود نگہبان ہوگا۔ اور کائنات میں جو شئی یا جو چیز بھی تیرے عقیدۂ توحید میں خلل انداز ہوتا چاہے گی، تو اُسے نیست و نابود کر دے گا۔ پھر تیری خواہشات نفس بھی تیرے خلاف بغاوت نہ کر سکیں گی۔ اور تو کامل سکون و اطمنان سے زندگی بسر کرے گا۔ اس وقت کلام الٰہی کے علاوہ کوئی کلام تیرے نے قابل سماعت نہ ہوگا، اور مشاہدہ ذات واحد کے علاوہ کوئی دیگر چیز تیرے لئے قابل مشاہدہ نہ ہوگی، نیز تو جس چیز کی اطاعت پیروی کرے گا۔ وہ صرف احکام الٰہی کی پیروی ہوگی۔ تیرا ہر قیام اور ہر فعل اسی کی رضا کے تحت ہوگا۔ اور اسی کی تعمیل میں تو صبر و استقامت سے کام لے گا۔ جب تجھے یہ رتبہ

حاصل ہوگا تو تیرے قلب میں یقین و ایمان کا محافظ خدا اللہ تعالےٰ ہوگا
اور تجھ پر حقیقت توحید کے معارف آشکارا کردیئے جائیں گے پھر
تیرے ایمان اور عقائد کو شیاطین یا نفس امارہ کے وساوس و اوہام
ہرگز متاثر نہ کرسکیں گے۔ اور اگر تیرا پروردگار یہ چاہے کہ خلق خدا
تیرے علمی، باطنی اور روحانی فیوض و برکات سے متمتع ہونے کے لئے
تیرے پاس جمع ہو، اور تیری تعظیم و تکریم کرے، تو اُن میں تیری مقبولیت
اور اثر و رسوخ کے باوجود اللہ تعالےٰ تجھے فخر و تکبر کے رذائل سے بالکل
محفوظ رکھے گا اور ایسے حالات میں تیرے پاس ایسی حسین بیوی کا آنا ان
جانب اللہ مقدر ہوچکا ہے جو اپنے تمام بار معیشت کو خود اُٹھائے، اور
اپنی ضروریات کی خود کفیل ہو۔ تجھے اُس سے اور اُس کے اقرباء سے کسی
قسم کا ضرر نہیں پہنچے گا۔ یہ زوجہ تیرے موافق طبع اور مطیع و فرمانبردار
ہوگی۔ وہ تائید ایزدی سے تیرے حق میں مکر، فریب، بغض و کینہ
حسد و غضب، خیانت و اہانت سے بالکل پاک و صاف ہوگی وہ
اور اس کے رشتہ دار تیرے فرمانبردار ہوں گے۔ اور اگر اس
زوجہ سے کوئی فرزند پیدا ہو تو وہ نیک اور راستباز و اطاعت
شعار اور تیری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والا ہوگا۔ کیونکہ زوجہ
اور اولاد کا نیک و متقی ہونا اللہ تعالےٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اللہ
تعالےٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کے متعلق فرمایا "ہم نے زکریا
کی بیوی کو اس کے لئے نیک بنایا" اور کلام اللہ میں صالحین کی دعا

یوں فرمائی "اے اللہ! ہماری بیویوں اور اولادوں کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا۔ اور ہمیں متقیوں کا پیشوا بنا دے۔ اور حضرت زکریا کی دعا یوں ہے، اے پروردگار! میرے اس فرزند کو اپنا محبوب و پسندیدہ بنا۔ پس ان آباء کی دعائیں تیرے لئے مقبول و مستجاب ہو جائیں گی۔ کیونکہ ان دعاؤں کی برکت و افادیت ان کے اہل تک پہنچ کر رہتی ہے۔ اور اس نعمت یعنی نیک بیوی اور متقی اولاد کے مستحق حضرات انبیاء کے بعد وہی لوگ ہیں۔ جو علم الٰہی میں اس رتبہ کے اہل ہیں۔ علاوہ ازیں جو چیزیں اس دنیا سے تیرے لئے مقدر و معین کر دی گئی ہیں۔ وہ تجھے ضرور مل کر رہیں گی۔ ان کے لئے تیری تشویش و پریشانی بے معنی ہے۔ اُن کا حصول مشیت الٰہی کے تحت ہے اس حالت میں تو حکم الٰہی کی بجاآوری کرنے والا ہے، اور اس طرح سے حصول نعمت پر بھی تجھے ثواب عظیم حاصل ہوگا۔ نیز جو نعمتیں تجھے اللہ تعالےٰ عطا فرمائے گا، اُسی کے حکم سے اُن میں غریبوں محتاجوں۔ اور دیگر مستحق لوگوں کا جو حصہ ہے، اسے خرچ کرنے کا تجھے حکم دیا جائے گا۔ اور فی سبیل اللہ یہ خرچ کرنا بھی تیرے لئے اضافۂ نعمت کا باعث ہوگا۔ پھر تو اپنے معاملات ظاہر و باطن میں بالکل صاف و پاک اور روشن ہوگا۔ پس ان تمام نعمتوں کے حصول کے لئے صبر و رضا اور عجز و انکساری کو اپنا شعار بنا۔ اللہ کے اوامر کی پیروی کر اور اُس کے نواہی سے مجتنب رہ۔ اس کی برکت سے

تو تمام مصائب و نوائب سے محفوظ رکھا جائے گا، اور سکون قلب کے تمام ذرائع تجھے مہیا کئے جائیں گے۔ تجھے اللہ تعالے کی رحمت واسعہ ڈھانپ لے گی، اور جہل و باطل کی تاریکیاں تجھ سے دفع کی جائیں گی۔ اسرار الہٰی تجھ پر منکشف ہوں گے، اور تیرا سینہ علم لدنی سے معمور و پُرنور کیا جائے گا، تجھ سے غائبانہ تکلم کیا جائے گا۔ اور زبان الہام تجھ سے گفتگو کرے گی۔ پھر تجھے تمام امور حق میں دلیر و بے باک بنایا جائے گا، اور ان الفاظ میں تجھے مخاطب فرمایا جائے گا۔ آج کے دن تو ہمارے دربار میں خاص قدر و منزلت دیا گیا ہے، اور ہماری خاص ظاہری و باطنی نعمتوں کا امانت دار ہے پس اس وقت تو حضرت یوسف صدیق کے حال پر غور و فکر کر جب کہ وہ شاہ مصر کی زبان سے انہیں الفاظ کے ساتھ مخاطب کئے گئے تھے۔ ظاہری طور پر ان الفاظ کے ساتھ بولنے والی زبان بادشاہ کی تھی، لیکن حقیقت میں اس صاحب صدق و معرفت سے خطاب کرنے والا اللہ تعالے تھا۔ پس حضرت یوسفؑ کو صداقت و دیانت اور تقویٰ کے باعث ظاہری طور پر مصر کی سلطنت، اور باطنی طور پر انہیں علم و معرفت کی سیادت و قیادت عطا فرمائی گئی۔ اللہ تعالے نے فرمایا ہم نے اسی طرح یوسفؑ کو اپنی زمین میں قدرت و حکومت عطا کی کہ وہ جہاں چاہتے تھے، قیام اختیار کرتے تھے۔ اور ان کی باطنی صفات کے متعلق فرمایا۔ ہم نے یوسفؑ کو

صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھا تاکہ اللہ سے فواحش و معاصی کو قریب نہ آنے دیں۔ بے شک یوسفؑ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھے" پس اے صاحبِ صدق و ایمان بندے، جب تجھ سے اس انداز میں خطاب کیا جائے تو تجھے علمِ اعظم یعنی علمِ توحید اور علمِ ذات و صفات عطا کیا جائے گا۔ اور اس نعمتِ عظمیٰ پر ملائکہ اور انسان سب تجھے مبارک باد دیں گے، اور پھر تجھے اذنِ الٰہی سے کئی امور کو عدم سے موجود میں لانے کی توفیق اور صلاحیت بخش جائے گی، حضورِ خداوندی سے دنیا میں تجھے عزت و قیادت حاصل ہو گی، اور عقبیٰ میں دیدارِ الٰہی سے مشرف کیا جائے گا، جس کی کوئی غایت و انتہا نہیں۔

مقالہ نمبر ۲۷

شر سے مجتنب رہو، راہِ خیر اختیار کرو

حضرت قطب ربانی ؓ نے ارشاد فرمایا "اگرچہ خیر اور شر دونوں اس دنیا میں موجود ہیں، اور انسان کے کردار و عمل میں ان دونوں چیزوں کا ظہور ہوتا رہتا ہے، لیکن متعدد آیات کلام اللہ کے پیش نظر تمام عوامل خیر اللہ تعالےٰ کی جانب سے ہیں اور تمام عوامل شر ابلیس اور نفس انسانی کے پیدا کردہ ہیں۔ پس خیر کو تو سراسر اللہ تعالےٰ کی جانب منسوب کیا جا سکتا ہے، لیکن شر کو کسی حیثیت سے بھی اُس کی ذات مقدس سے منسوب نہیں کیا جا سکتا، شر نہ تو اس کی ذات میں ہے، اور نہ اس کی جانب سے ہے، بلکہ یہ نفسِ امارہ کی پیدا کردہ شے ہے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے "تمہیں جو بھی نیکی پہنچتی ہے، وہ اللہ تعالےٰ کی جانب سے ہے۔ اور تمہیں جو بھی بدی پہنچتی ہے، وہ سراسر تمہارے اپنے نفس کی جانب سے ہے" پس میں تجھے تاکید کرتا ہوں کہ خیر یعنی توحید و نکوئی کا راستہ اختیار کر۔ اور شر یعنی شرک و فسق کا ماحول اور اس کے عوامل چھوڑ دے فرمایا اللہ تعالےٰ نے "میرے بندو! تم جنت میں اپنے اعمال صالح کے عوض داخل ہو جاؤ"۔ سبحان اللہ! اس کی کس قدر رحمت و رعایت ہے کہ اس کے بندے نیک

اعمال کے باعث بہشت کے مستحق قرار دیئے گئے، حالانکہ تمام
نیک عمل بھی سراسر اللہ تعالےٰ ہی کی توفیق و نصرت سے ہیں۔
"آنحضرتؐ نے فرمایا جنت میں کوئی بھی شخص محض اپنے اعمال کے
سبب داخل نہ ہوگا" حضورؐ سے دریافت کیا گیا "یا رسول اللہؐ
کیا آپ بھی نہیں؟" فرمایا "میں بھی نہیں، مگر یہ کہ اللہ تعالےٰ کی رحمت
واسعہ مجھے ڈھانپ لے" یہ حدیث حضرت عائشہؓ سے مروی ہے
پس میں تجھے شریعت کا احترام کرنے اور راہ راست اختیار
کرنے کی تاکید کرتا ہوں۔ پھر جب تو احکام الٰہی تعمیل کرے گا، اور
دستور شریعت کا احترام کرے گا، تو اللہ تعالےٰ تجھے شر اور شر کے
ذرائع سے محفوظ رکھے گا۔ اور تجھ پر راہ خیر روشن فرما کر شریعت
کو تیرے لئے آسان کر دے گا اور تمام معاصی سے بچائے گا۔ فرمایا
"جو لوگ ہمیں سمجھنے اور پانے کے لئے جدوجہد کرتے ہیں، ہم ان کے
لئے صراطِ مستقیم کو روشن کر دیتے ہیں، اور ان کی رہنمائی کرتے ہیں
اسی بنا پر حضرت یوسفؑ کے متعلق فرمایا" ہم نے حضرت یوسف کو
ہر قسم کی بدی اور فحش سے محفوظ رکھا۔ کیونکہ وہ ہمارے مخلص
بندوں میں سے تھے، ایک اور جگہ ارشاد فرمایا" اگر تم ایمان
لاؤ۔ اور شکر کرو تو اللہ کو کیا ضرورت ہے، کہ وہ تمہیں عذاب
کرے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مومن اور شاکر بندے دنیا میں بھی
مصائب اور آفات سے محفوظ رکھے جاتے ہیں، اور عقبیٰ میں بھی ذلت

و عذاب سے نجات پائے ہوئے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری زیادتی نعمت کا باعث ہے۔ فرمایا" اگر تم شکر بجا لاؤ گے تو ہم تمہیں زیادہ دیں گے"۔ اور اے بندۂ مومن! جب تیرا نور ایمان آخرت میں نار دوزخ کو بھی بجھا دے گا۔ تو وہ دنیا میں آفات و بلیات کی آگ کو کیوں نہ بجھائے گا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے جن محبوب و برگزیدہ بندوں کو دنیا میں مصائب و آفات پیش آتے ہیں، تو اُن سے بھی اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اُن کے یقین و ایمان کو محکم تر کیا جائے، اور مفاسدِ عقیدہ و عمل سے اُن کے قلب و دماغ کی تطہیر کی جائے۔ اور ساتھ ہی ایسے ابتلا سے اس پر توحید الٰہی معرفت حق اور اسرار باطن کو واضح و بے نقاب کر دیا جائے، یہ اس لئے کہ یہ قلب انسانی ایک ہی ہستی کی مستقل نشست ہے اس میں دو ہستیاں قرار نہیں پا سکتیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کی ہستی کو دل میں جگہ دی جائے، تو یہی شرک ہے، جو تمام اعتقادی اور عملی خباثت کی جڑ ہے، اس کے برعکس توحید انسان کے قلب اور تمام اعضاء و جوارح کی ہستی باری تعالیٰ کے لئے مخصوص کرتے ہوئے اس کے سینے کو ہر قسم کی کدورتوں سے پاک کرتی ہے اور اطمینان کامل عطا کرتی ہے جس شخص کی توحید جتنی زیادہ محکم و توانا ہو گی، اُسی قدر اُسے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو گا، اور اُسی قدر وہ ذات و صفات الٰہی کے اسرار سے باخبر ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

میں اللہ تعالےٰ کو تم سب سے زیادہ پہچاننے والا ہوں۔ اور تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں"۔ پس جو شخص اپنے خالق و پروردگار سے جتنا زیادہ قریب ہوگا۔ وہ اتنا ہی زیادہ اُس سے خوف و خشیت رکھتا ہوگا۔ اور اس کے احکام کا مطیع ہوگا قُرب حق کا ایک بڑا اثر یہ بھی ہے کہ وہ بندہ اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا پورا احترام کرے گا، اور ہر دم اُن کا شکر بجا لائے گا۔ وہ غیر اللہ کی جانب التفات نہیں کرے گا، کیوں یہ ذاتِ حق میں صریح کوتاہی ہے اسی حکمت کی بنا پر ازواجِ النبیؐ اور اصحابِ نبیؐ کو فسق و فحش سے بالکل محفوظ رکھا گیا، کیونکہ انہیں ایک ایسی مقدس اور متقی ہستی کا قرب حاصل تھا جس کے زیرِ اثر فسق و فجور کا امکان ہی نہیں تھا۔ اِس بنا پر اس شخص کے رُوحانی و باطنی عروج و علو کا اندازہ کیا جائے جسے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہو لیکن واضح ہے کہ اللہ تعالےٰ اس سے بالا و برتر ہے کہ اسے مخلوقات میں سے کسی کے ساتھ تشبیہ دیجائے وہ خود فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے مثالیں ہرگز بیان نہ کیا کرو اللہ کی مثل و مانند کوئی شے نہیں ہے" پس توحید کا واضح تقاضہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو ذات و صفات دونوں میں یکتا اور بے مثل سمجھا جائے۔ اور مخلوق سے کسی کو اُس کے ساتھ شریک نہ کیا جائے۔

مقالہ نمبر ۲۸

موحّد کی بشارتیں

حضرت قطب ربانی رح نے ارشاد فرمایا: "تو اپنے نفس کی پیروی اور اتباعِ ہوس کے باوجود اللہ تعالےٰ کے عفو و بخشش اور نصرت و امداد کا طالب گار ہے، حالانکہ اس کی نصرت و حمایت کے لیے توحید ایک بنیادی چیز ہے۔" فرمایا اللہ تعالےٰ نے "کیا آپ نے اُس شخص کو نہیں دیکھا جس نے اپنے نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔" پس یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ اللہ تعالےٰ کی نصرت و اعانت اور نعمتوں کے حصول کے لئے۔ تیرا موحد ہونا لازمی ہے جب تک تو شرک کے تمام ممکن عوامل کو ترک کرتے ہوئے ظاہراً اور باطناً معبودِ واحد کا مطیع و معتقد نہ ہو جائے، تو دنیا و عقبیٰ کی فلاح و بہبود نہیں پا سکتا بالفاظِ دیگر دنیا تیری اپنی ہی خواہشات اور طولِ امل سے عبارت ہے۔ اس کے برعکس طولِ امل اور اتباعِ نفس سے مجتنب رہ کر مشیت الٰہی میں فنا ہو جانا ہی توحید ہے اور توحید کے تاثرات یہ ہیں کہ وہ تجھے عقیدہ و عمل کے تمام خباثت سے پاک کر کے ایک مخلص اور محبوب بارگاہِ الٰہیہ ہستی کے طور پر مقام

اقدس میں لاکھڑا کرتی ہے، جہاں تجھے یہ بشارت ہو گی کہ آج کے دن
تو ہمارے نزدیک صاحب قدرت و تمکین اور محبوب و معتمد
ہے۔ یہ رتبہ پانے پر اللہ تعالےٰ کی نعمتیں اور رحمتیں تیرے لئے
وسیع و بسیط کر دی جائیں گی۔ تجھے قرب الٰہی عطا کیا جائے گا احدیت
کی رضا و خوشنودی تیری سطوت و طمانیت کا باعث ہو گی۔ نظام
دہر کا دستور ایسا چلا آیا ہے کہ یہاں تمام جمادات اپنی اصلی اور خالص
صورت میں آنے سے پہلے ناقص اور مکدر کیفیت میں ہوتی
ہے پھر کیمیا دی عمل کے ذریعہ مٹی اور ریت وغیرہ کے ذرات
اُن سے جدا کئے جاتے ہیں۔ اور نتیجہ کار وہ جمادات ایک خالص اور
قابل استعمال صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ اور اُن سے بڑے بڑے
مفید کام لئے جاتے ہیں۔ پس انسان کی ہستی بھی ایسی ہے، جب وہ
شرک و بدعت توہمات اور اتباع ہوس کی کدورتوں سے
پاک و صاف ہو جاتا ہے، تو انسان کامل بن جاتا ہے، اور اُس
سے نہ صرف اُس کی ذات کو، بلکہ نوع انسانی کو بھی بے انداز
فوائد پہنچتے ہیں۔ لہذا میں تجھے تاکید کرتا ہوں کہ تو بھی عقیدہ و عمل
کی کدورتوں سے پاک ہو جا۔ اور شرک و فسق کے عوامل و
ذرائع سے پرہیز کر۔ ایسا کرنے پر تو یقیناً مقرب بارگاہِ الٰہی ہو
جائے گا۔ حکمت و معرفت تجھے عطا کی جائے گی۔ اور حقیقی میں
انبیاء اور صدیقین کے ساتھ تجھے عزت و احترام کا رتبہ بخشا

جائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ کی طاعت و فرمانبرداری اختیار کر جس کی برکت سے تجھے علم و معرفت عطا کئے جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی عفو و بخشش تجھ پر بسیط ہو گی اور یہ حقیقت اچھی طرح سمجھ لے کہ دنیا میں تجھے جتنی بھی ظاہری و باطنی نعمتیں عطا کی جائیں گی، اور عقبیٰ میں بھی جو عزت و آبرو اور فلاح و بہبود پائے گا، وہ سب کے سب توحید راسخ کے فوائد و ثمرات ہیں۔"

مقالہ نمبر ۲۹

توکل علی اللہ کا فقدان کفر ہے

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا "آنحضرتؐ کی ایک حدیث ہے کہ فقر انسان کے لئے کفر کا باعث بن سکتا ہے چنانچہ تغیر حالاتِ زمانہ کے سبب ذات وصفات الٰہی میں شکوک و شبہات کو دخل دینا صرف اُن لوگوں کا شیوہ ہو سکتا ہے جن کا یقین و ایمان بالکل کمزور ہو، اور توکل علی اللہ کا جذبہ مفقود۔ ورنہ ایک موحد اور راسخ العقیدہ مومن کا یقین و ایمان تو ہمیشہ محکم و توانا ہوتا ہے، اور تغیراتِ زمانہ اُس پر اثر انداز نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جو شخص اللہ پر کامل توکل رکھتا ہے تو اللہ اس کے لئے بالکل کافی ہے" اور ایک دوسری جگہ فرمایا "توکل کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ اللہ پر توکل کیا کریں۔ اور اسی بنا پر توکل کرنے والوں کو یہ خوشخبری دیتا ہے جو شخص اللہ تعالیٰ سے خائف رہتا ہے اور اس کی اطاعت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کیلئے رزق کو نہایت وسیع و بسیط کر دیتا ہے اور اُس کو ایسے ذریعے سے رزق عطا فرماتا ہے، جس کا اُسے گمان بھی نہیں ہوتا۔" پس جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے لطف و کرم فرمایا اور اُسے مصائب و آلام سے نجات بخشی، اور اپنی نعمتیں اس پر کشادہ

کر دیں، وہ لازمی طور پر ایمان محکم رکھتا ہے اور ہر لمحہ اللہ کی بے پایاں نعمتوں کا شکر گزار ہے، اور اس کے برعکس ایک وہ شخص ہے، جو اپنے ضعف ایمان۔ تذبذب اور شکوک وشبہات کے باعث مصائب دنیا میں مبتلا رہتا ہے، اور حسب حدیث کافر منکر ہو کر دنیا وعقبیٰ میں پریشان و بے عزت ہوتا ہے۔ ایسے شخص کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کیدن سب سے زیادہ عذاب وذلت میں مبتلا ہونے والا شخص وہ ہوگا جو اپنے ضعیف یقین وایمان کے سبب دُنیا میں بھی کافر رہا اور حشر ونشر کا منکر ہوا۔ پس کفر اور غفلت وفراموشی پیدا کرنے والا فقر وہی ہے جس سے آنحضرتؐ نے پناہ مانگی ہے، اسی بناء پر میں تجھے تلقین کرتا ہوں ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کر جو علم وایمان میں راسخ ہوں، اور ہمیشہ اللہ تعالےٰ پر متوکل رہتے ہوں۔ وہ تیرے ظاہر وباطن کو ہر قسم کی کدورتوں سے پاک کر دیں گے، دل ودماغ میں توحید کو مستقل طور پر جاگزیں کر دیں گے۔ اور تو اُن کے فیوض وبرکات سے دنیا وعقبیٰ میں فلاح وبہبود پائے گا۔

مقالہ نمبر ۳

صبر و تحمّل کے فوائد

حضرت قطب ربانی ؒ نے ارشاد فرمایا "مجھے تعجب ہے کہ تو بر بنائے جہل کہا کرتا ہے میں کس تدبیر اور وسیلہ سے اپنے مقصد و مراد کو پہنچوں حالانکہ کلام اللہ میں صریحاً وارد ہے کہ" اللہ تعالےٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے، جو صبر و تحمل سے کام لیتے ہیں، اور اُس پر بھروسہ رکھتے ہیں "دوسری جگہ فرمایا" اے ایماندارو! صبر و تحمل کرو، اور اللہ سے ربط معنوی پیدا کرو، اور اس سے خائف رہ کر نیک اعمال میں کوشاں رہو، تاکہ نجات پاؤ" بس کلام اللہ کی متعدد آیات سے ثابت ہے کہ دنیا و عقبیٰ میں فلاح و بہبود کا بہترین ذریعہ صبر و تحمل ہے، اور اللہ تعالےٰ نے ہر مومن کو حکماً صبر کی تلقین فرمائی۔ اس لئے کہ حیاتِ انسانی میں خیر و عافیت اور سلامتی صبر و تحمل اور استقامت سے ہے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ایمان کے لئے صبر ایسا ہی اہم و ضروری ہے، جس طرح جسم کے لئے روح" نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ہر عمل کا ثواب اس کی مقدار و اندازہ کے مطابق، لیکن صبر کا ثواب بے حد و بے اندازہ ہے "اسی بنا پر اللہ تعالےٰ نے فرمایا بلاشبہ صبر کرنے والوں کو اُن کا بہت بڑا اجر عطا کیا جائے گا"

پس جب تو نے دستورِ شریعت اور حدود الٰہیہ کی حفاظت کرتے
ہوئے صبر و تحمل اختیار کیا، تو اللہ تعالےٰ مصائب کو تجھ سے رفع
فرمائے گا، اور تجھے اتنا وسیع و بسیط رزق عطا فرمائے گا، جس کا اس
نے اپنی کتاب میں عہد و پیمان فرمایا ہے "جو شخص اللہ کی اطاعت اختیار
کرتا ہے" اللہ تعالےٰ اپنی نعمتیں اس پر بسیط کر دیتا ہے، اور اس
کو ایسے ذریعہ سے رزق پہنچاتا ہے، جس کا اسے گمان بھی نہیں ہوتا
پس تو اپنی کشائش و خوشحالی کے لئے راہِ صبر و توکل اختیار کر کیونکہ
انبیاء اور صلحاء کے حالات دیکھنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ
تعالےٰ نے صبر و توکل ہی سے انہیں مصائب و نوائب سے نجات
بخشی، اور اپنی بے نہایت نعمتیں اُن پر کشادہ کیں۔ تمام اولیاء اللہ
نے بھی ہمیشہ صبر و تحمل پر استقامت کی، اور اپنے مریدوں کو بھی
اسی کی تلقین و تاکید فرماتے رہے، صبر اختیار کرنے پر اللہ نے تیرے
لئے دنیا و عقبیٰ میں جزائے عظیم کا عہد فرمایا ہے اور فرمایا "اسی طرح ہم
صبر کرنے والوں کو بہت بڑی جزاء دیتے ہیں نیز فرمایا، اللہ صبر کرنے اور احسان
کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے" پس کلام اللہ احادیث نبوی اور سیرت اولیاء اللہ
سے واضح طور پر ثابت ہے کہ صبر دنیا و عقبیٰ میں سعادت اور سلامتی کی اصل و بنیاد ہے
اور بندۂ مومن صبر و تحمل کے ذریعہ سے رضائے الٰہی نجات اور بہشت کا مستحق بنتا ہے اور اسکی
وساطت سے روحانی عروج و تفوق پاکر رشکِ ملائکہ بن جاتا ہے اسکے بعد اسکے لئے اللہ
تعالیٰ کا قرب و عنایت ہے۔ اور یہ عروج و قرب کا ایسا دوام ہے جسے کوئی چیز فنا نہیں کر سکتی

(مقالہ نمبر ۳۱)

اللہ کیلئے محبت اللہ کیلئے بغض

حضرت قطب ربانی رح نے ارشاد فرمایا" مسلمان کو چاہیئے کہ وہ کسی سے محبت کرے تو صرف اللہ کے لیے، اور کسی سے بغض رکھے تو صرف اللہ کیلئے اپنے نفس اور ذاتی جذبات کو اس میں دخل نہو اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ تو ہر شخص کی سیرت اور عقائد و اعمال کا بغور مطالعہ و مشاہدہ کر، اگر وہ توحید اور سنت رسول اللہ کے مطابق ہیں۔ تو تیرے لئے محبت اور دوستی رکھنا بالکل جائز اور اللہ کی نظر میں قابل ستائش ہوگا، لیکن اگر اُس کے عقائد و اعمال توحید اور سنت کے تقاضوں سے منحرف ہیں۔ اور وہ مشرک و فاسق شخص ہے تو اُس سے بغض و نفرت تیرے لئے لازم ہوگئی اور تو رضائے الٰہی کے لئے اُس سے اعراض کر۔ بالفاظ تجھے ایک موحد اور متقی شخص سے محبت و اُلفت ہو تو محض اللہ کی خوشنودی کے لئے، اور کسی مشرک و فاسق شخص نفرت و اعراض ہو تو وہ بھی رضائے الٰہی کے لئے۔ تو اپنی خواہشات نفس اور ذاتی اغراض کے لئے نہ کسی سے محبت کر اور نہ کسی سے بغض و عداوت رکھ۔ کیونکہ جو محبت محض ہوس نفسانی اور خواہشات پر مبنی ہو، وہ عارضی، فتنہ انگیز اور پریشانی کی

محبت ہے۔ اسی طرح جو عداوت کسی شخص سے ذاتی خواہشات اور ہوسِ نفسانی پر مبنی ہو، وہ ظلم و زیادتی کا باعث ہے، اور عداوت کرنے والے کے لئے ذلت و ندامت اور تباہی و بربادی کا موجب ہے، پس اپنے نفس کے لئے کسی سے محبت ہو یا بغض و عداوت دونوں اپنے فاعل کے لئے نہایت تباہ کن ہیں اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک دنیا و عقبےٰ میں مغضوب۔ اور اس کے برعکس صرف اللہ تعالےٰ کے لئے کسی سے محبت ہو یا بغض و عداوت، وہ اپنے فاعل کے لئے عزت و سلامتی اور حفظِ ایمان کا باعث ہیں، اور اللہ تعالےٰ ایسے شخص کو دنیا و عقبیٰ میں محبوب و برگزیدہ رکھتا ہے اور اسے انبیاء صدیقین، اور اولیاء کے گروہ میں شامل کرتا ہے،۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ صرف اللہ تعالےٰ کے لئے کسی سے محبت یا عداوت رکھا کرتے تھے، اور حضور ؐ نے اِن میں اپنے نفس کو کبھی دخل نہیں دیا۔ چنانچہ آں حضرت ؐ نے ارشاد فرمایا "کسی سے محبت کرو تو اللہ کے لئے اور کسی سے بغض رکھو تو اللہ کے لئے" یہی آں حضرت ؐ کا معمول اور اسوۂ حسنہ ہے،۔ یہی تمام اولیائے امت کا دستورِ عمل ہے، اس کے برعکس محبت و عداوت میں محض اتباعِ نفس اور جذباتِ سفلی و اسباب دنیوی کو دخل دینا کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ سے قطعی انحراف

ہے اور ایسا شخص خدا کے نزدیک دنیا وعقبیٰ میں مغضوب
ومعتوب ہے، فرمایا اللہ تعالےٰ نے "خواہشاتِ نفسانی
کا اتباع مت کرو، کیوں کہ یہ چیز اللہ تعالےٰ کے راستے سے
گمراہ کر دیتی ہے۔" ایک اور جگہ فرمایا۔" کیا آپ نے اُس شخص
کو نہیں دیکھا جس نے تمام معاملات میں اپنے نفس ہی کو اپنا
معبود بنا رکھا ہے۔"

(مقالہ نمبر ۳۲)

غیر اللہ کی محبت شرک ہے

حضرت قطب ربانی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: "محبت حقیقی معنوں میں اللہ تعالےٰ ہی کے لئے خاص ہے، اور غیر اللہ کو اس میں دخل دینا شرک ہے، اس لئے کہ قلب انسانی فطری طور پر اللہ تعالےٰ کا مسکن ہے، لیکن جب غیر اللہ کو اس میں اثر و نفوذ حاصل ہوتا ہے، تو یہ توحید الٰہی کی اہانت و خلاف ورزی ہو جاتی ہے، فرمایا اللہ تعالےٰ نے "میرے مومن و موحد بندے مجھ سے محبت رکھتے ہیں، اور میں اُن سے محبت رکھتا ہوں"۔ ایک اور جگہ فرمایا "اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو، اور اس کی عبادت کرتے ہو، تو صرف اسی سے محبت کرو" نیز مشرکین کے متعلق فرمایا "مشرکین اور کفار اپنے معبود دیوتاؤں اور دنیوی ساز و سامان کے ساتھ اتنی زیادہ محبت کرتے ہیں۔ جو صرف اللہ کے ساتھ کرنی چاہئے، لیکن جو موحد اور ایماندار لوگ ہیں وہ تو صرف اللہ کی محبت میں شدت اختیار کرتے ہیں" اسی بنا پر ایک اور جگہ مسلمانوں کو تاکید فرمائی "اے ایماندارو، تمہارے اموال اور تمہارے اہل و عیال تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں، اور جو لوگ اُنکی محبت میں محو ہو کر

اللہ کے ذکر سے غافل ہو جائیں، پس وہی گمراہ اور خسارہ پانے والے لوگ ہیں۔ ایسی آیاتِ کلام اللہ کے علاوہ احادیث میں بھی اس چیز کی تاکید موجود ہے کہ بندۂ مومن کی محبت اللہ تعالےٰ کے لیے خاص ہونی چاہیئے۔ اور مخلوقات میں اپنا قلب و دماغ اُلجھا کر وہ ذکر و عبادت کے تقاضوں سے غافل نہ ہو جائے۔ پس میں تجھے تلقین کرتا ہوں کہ تو اپنی محبت اور توجہ کو اللہ تعالےٰ کے لئے وقف کرتے ہوئے غیر اللہ سے اجتناب اختیار کر، اور اُس مقدس جذبۂ عشق کو جو فطری طور پر ذاتِ خداوندی سے تعلق رکھتا ہے، مخلوقات میں ہرگز نہ اُلجھا، ورنہ تیرا قلب شرکیات سے ملوث ہو کر توحید کے معانی اور حقیقی تقاضوں کو سمجھنے سے قاصر رہے گا۔ اللہ تعالےٰ کی غیرت اس چیز کو برداشت نہیں کر سکتی کہ جو دل اس کی محبت اور ذکر کے لئے مخصوص کیا گیا ہے، وہ غیر اللہ میں اُلجھ کر رہ جائے۔ جب تو اللہ کی وحدانیت کے اس تقاضے کو سمجھے گا، اور عارضی و فانی چیز دل سے کنارہ کشی اختیار کر کے ہمیشہ زندہ و باقی رہنے والی ہستی سے محبت و خوشنودی اختیار کرے گا، تو پھر اس کا لطف و کرم تیرا استقبال کرے گا اور دنیا و عقبیٰ میں ایک موحد کی حیثیت سے وہ عزت و منزلت حاصل ہو گی، جو مشرکین اور غیر اللہ کے پرستار لوگ کبھی نہیں پا سکتے۔

(مقالہ نمبر ۳۳)

اہل اللہ کی محبت

حضرت قطب ربانی رح نے ارشاد فرمایا۔ میں بتا چکا ہوں کہ غیر اللہ کی محبت شرک ہے، اور اللہ تعالےٰ کی محبت توحید کی اساس ہے، لیکن اب میں تم پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ کی محبت بھی اہل اللہ لوگوں کی محبت اور صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی ایک موحد اور مخلص ولی اللہ خدا کی زمین میں اس کا خلیفہ اور نائب ہے، وہ حاصل تخلیق اور روح کائنات ہے، مخلوقات اُس کے وجود پر ناز کرتی ہے، اور ہر شے اُس کے روحانی فیوض و برکات کے لئے دعائیں مانگتی ہے۔ اس کا قلب و دماغ علوم الٰہیہ اور الہام قدسیہ کا امانت دار بنایا گیا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے اُسے برگزیدہ کہا ہے، اور اسے اپنا قرب عطا فرمایا ہے۔ ساتھ ہی اسے اپنے کلام کے معانی و مطالب سمجھنے کے لئے شرح صدر فرمایا ہے، اُسے علم کلام اللہ عطا فرما کر اور آیات کے حقایق و معانی سے آگاہ فرما کر نوعِ انسانی کی رہنمائی اور باطنی و روحانی تزکیہ و اصلاح کے لئے متعین فرمایا ہے وہ اللہ کی جانب سے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے متعین کیا گیا ہے وہ دلوں کی کدورت اور عقل و خرد کی گمراہی و کج بینی

کو رفع کر کے بندگانِ خدا کو صراطِ مستقیم پر لے آتا ہے، پس یہی شخص نائب حق اور خلیفۃ اللہ فی الارض ہے یہی شخص بنی آدم میں تخلیق کائنات کی غایت دانتہا ہے، وہ سیرتِ نبوی کا متبع، توحید الٰہی کا محافظ اور نوعِ انسانی کا نجات دہندہ ہے، لہٰذا میں تجھے تاکید کرتا ہوں کہ ایسے شخص کی صحبت و محبت کو لازم پکڑ۔ اور اس کے روحانی و باطنی فیوض و برکات سے استفادہ کر۔ کیونکہ یہی شخص تیرے قلب و دماغ کی کدورتوں کو دھو کر انہیں عشق الٰہی اور نور توحید سے روشن و تابناک کر سکتا ہے، اللہ تعالےٰ کے قرب و محبت کے لئے جب تو ایسے شخص کی صحبت اختیار کرے، تو پھر تجھ پر واجب ہو جاتا ہے کہ مشرک اور فاسق و فاجر لوگوں کی صحبت سے قطعی پرہیز کرے، ورنہ جو مفید تاثرات تجھے اہل اللہ سے حاصل ہوں گے، وہ مکدر و زائل ہو جائیں گے۔ میں نے تیرے لئے مفید اور مضر لوگوں کا امتیاز کر دیا ہے۔ اس کی پیروی کرنا اب تیرا کام ہے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ اللہ کی محبت کے لئے اہل اللہ کی صحبت کا التزام ضروری ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اُن اعمال کی توفیق عطا فرمائے، جنہیں وہ پسند کرتا ہے

(مقالہ نمبر ۳۴)

عبادت میں اخلاص

حضرت قطب ربانی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ذکر و عبادت میں اخلاص توحید کی روح، اور قبولیت کی بنیاد۔ تو اپنے پروردگار کی اطاعت کر، اس کی شریعت مطہرہ کا احترام کر، اور اس کی ذات سے کسی قسم ظلم و زیادتی کو ہرگز منسوب نہ کر۔ اس کے اوامر اپنے مناسب اوقات پر صادر ہوتے رہتے ہیں، اور اس کی مشیت کے تحت ان کی تعمیل ہوتی رہتی ہے، فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے مخلص بندے میری اطاعت سے کبھی منحرف نہیں ہوتے، اور نہ ہی میرے احکام سے غفلت، اور روگردانی اختیار کرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی جانب کسی بھی نقص و کمزوری یا ظلم و ناانصافی کو منسوب کرنا کفر ہے۔ اس کے احکام و افعال میں کوئی تضاد نہیں اور نہ ہی اس کے افعال اس کے کلام یا احکام کی کبھی تکذیب کرتے ہیں۔ اس کا کوئی فعل عبث اور بے مقصد و مصلحت نہیں ہے، پس تو اخلاص اور محویت سے اس کی عبادت کر، اور اس کے رضامندی والے راستہ یعنی صراط مستقیم سے منحرف نہ ہو، تو اس کے احکام کا احترام کرے گا، تو وہ بھی اپنی رضا و خوشنودی کے تحت تیر کا اعداد

اعانت فرمائے گا۔ اور دنیا و عقبیٰ میں تجھے فلاح و بہبود حاصل ہوگی
اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے پیغمبر جب میرے بندے آپ
سے میرے متعلق دریافت کریں کہ اللہ کہاں ہے تو ان سے کہئے
کہ میں ان کے بہت قریب ہوں۔ اور جب کوئی پکارنے والا مجھے
پکارتا ہے تو میں اس کی التجا کو قبول کرتا ہوں۔ پس میرے بندوں
کو چاہئے کہ مجھ پر یقین کامل رکھیں، اور مجھ پر بھروسہ کریں، تاکہ
وہ صراط مستقیم کو پالیں۔" نیز ایک اور جگہ فرمایا۔ تم میری بارگاہ میں
التجا کرو میں تمہاری ضروریات تمہیں عطا کروں گا۔ ان کے علاوہ
بھی اور بہت سی آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں
سے امداد و اعانت کا عہد فرماتا ہے پس تمام حالات میں ذکر و عبادت
کا التزام کر۔ اور عبادت کسی بھی نوعیت کی ہو۔ اس میں غیر اللہ کا تصور
شامل نہ کر۔ ایک حدیث قدسی میں مسلمانوں کے لئے طریق عبادت
کا تعین ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔ تو اپنے پروردگار کی عبادت ایسی یکسوئی
اور محویت و انابت سے کر کہ تو اس کی ذات کا مشاہدہ کر رہا ہے اور
اگر تو جذب و محویت کا یہ رتبہ نہ پا سکے تو کم از کم یہ یقین ضرور رکھ کر
اللہ تعالیٰ تجھے دیکھ رہا ہے، لہذا آداب عبادت میں تجھ سے کوئی
نقص صادر نہ ہو۔ پھر اخلاص کا ایک واضح تقاضا یہ بھی ہے، کہ تو
اپنی حاجات غیر اللہ کے سامنے نہ لے جائے۔ اور اپنی ہر ضرورت
کے لئے رب واحد کے حضور التجا کرے۔ اور جب اللہ تعالیٰ

تجھے مطلوبہ نعمت عطا فرمائے، تو پھر اس نعمت پر زیادہ سے زیادہ شکر بھی واجب ہے کیوں کہ وہ حمد و شکر وجہ برکات ہوگا جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "اگر تم میرا شکر بجا لاؤ گے تو میں تمہیں زیادہ نعمتیں عطا کروں گا۔ اور اپنا رزق تمہارے لئے بسیط کر دوں گا پس ثابت ہوا کہ۔ حمد اللہ کی نصرت و اعانت کا موجب ہے، اور اللہ تعالےٰ نے یہ جو فرمایا کہ اگر تم اللہ تعالےٰ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا" تو اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہے کہ اللہ بندوں کی طرف سے کسی قسم کی مدد کا محتاج ہے، بلکہ اللہ کی مدد کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ اس کے لئے اوامر و احکام کا کلی طور پر احترام کیا جائے اور اخلاص کے ساتھ ان کی پیروی کی جائے۔ یہی چیز اللہ کی امداد و اعانت حاصل کرتی ہے، اور یہی صراط مستقیم پر استقامت ہے، پس میں تجھے تاکید کرتا ہوں کہ تو اللہ تعالےٰ کی وحدانیت کا ادراک حاصل کر، اور اس کے حکم" اپنے پروردگار کو عجز و انکساری سے پکارو" پر عمل پیرا ہو۔ اور اپنے پروردگار کو پکارنا عقائد شریعت کے مطابق ہر چیز کو اس کے ٹھیک منصب و درجہ پر رکھنا اور خرکیات سے مجتنب رہنا ہے، پس اپنے پروردگار سے کبھی بدظن نہ ہو اور تمام حالات میں اس سے یاد نہ کرو۔ جیسا کہ میں مفہوم توحید کے تحت پہلے کہہ چکا ہوں، تمام عبادات میں قلب صالح کا پراگندہ رہنا ان عبادات کو زائل و برباد کر دیتا ہے، لیکن ذاتِ واحدیں

محویت ویکسوئی نہ صرف عبادت کی قبولیت کا باعث ہے بلکہ
اس سے اضافہ برکات وحسنات ہے، جتنی بھی سابقہ امتیں تباہ
وبرباد ہوئی ہیں، وہ توحید واخلاص کے فقدان سے برباد ہوئی ہیں
اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی سب سے بڑی صفت
ہی یہ بیان فرمائی کہ "وہ کامل یکسوئی سے اللہ کی عبادت کرتے رہتے
اور کائنات میں کسی چیز کو اس کے ساتھ شریک وسہیم نہ ٹھہراتے
تھے"۔ اور دوسری جگہ فرمایا: "ہم نے تو تمہیں دین ابراہیم عطا کیا ہے،
اور تمہارے اسی روحانی باپ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے"
پس ہم پر واجب ہے کہ توحید واخلاص میں ان کی پیروی اختیار کریں
اور اپنی عبادت کو شرکیات سے ملوث نہ ہونے دیں۔

(مقالہ نمبر ۳۵)

راست بازی ہی تزکیۂ باطن کی اصل ہے

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا" ورع یعنی پرہیزگاری اور راست بازی کا اختیار کرنا تیرے لئے لازمی ہے، کیونکہ یہی مسلمان کے ظاہر و باطن کی صحت و عافیت ہے، اور یہی صراط مستقیم کی روش ہے، احادیث میں ورع یعنی پرہیزگاری کو دین کی اصل و بنیاد قرار دیا گیا ہے، نیز حدیث میں وارد ہے کہ مسلمان کو صرف حرام چیزوں اور حرام افعال ہی سے پرہیز و اجتناب نہیں کرنا چاہئے بلکہ شرعی طور پر حرام و ناجائز اشیاء اور اعمال کے ذرائع اور اسباب سے بھی محترز رہنا چاہئے، کیونکہ گناہ کے ذرائع و اسباب سے قریب ہونا یا ان سے تعلق رکھنا یقیناً انسان کو اس گناہ میں مبتلا کر سکتا ہے نیز کلام اللہ کی متعدد آیات میں بھی یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسلمانو حرام چیزوں اور حرام افعال سے پرہیز کرو، اور ان کے ذرائع و اسباب سے مجتنب رہو۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا" اپنی عاقبت کیلئے نیکیوں کا ذخیرہ فراہم کرو، اور بہترین ذخیرہ راست بازی ہے"۔ ایک اور جگہ فرمایا۔ اللہ کے نزدیک تم سب سے زیادہ قابل عزت شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ راست باز ہے"۔ یہی وجہ

ہے کہ آنحضرت ؐ اور حضورؐ کے صحابہؓ ایسی چیزوں کو بھی استعمال میں نہیں لاتے تھے جو مشکوک و مشتبہ ہوں، اور حرام و ناجائز چیزوں کے اسباب سے بھی مکمل اجتناب اختیار کئے رہتے تھے تمام صحابہ کرام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر عمل پیرا تھے کہ اچھی طرح سمجھ لو کہ ہر بادشاہ کے لئے ایک چراگاہ خاص ہے اور اللہ کی چراگاہ اُس کے محارم یعنے حرام کی ہوئی چیزیں ہیں، پس جو شخص اس چراگاہ کے اردگرد پھرے گا، یعنی اس کی قربت اختیار کرے گا۔ اُس کے لئے عین ممکن ہے کہ وہ ان میں مبتلا ہو جائے پس دستور شریعت کی حفاظت اور تعمیل کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ نیکی اور راست بازی کی تقریبات اختیار کی جائیں، اور گناہ کے اسباب و ذرائع سے اجتناب کیا جائے جو شخص اوامر الٰہی کا احترام کرتا ہے، اور راست بازی اختیار کرتا ہے، اللہ کی امداد و اعانت اس کے شاملِ حال ہوتی ہے اور اس کو مصائب سے محفوظ و مصون رکھا جاتا ہے، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو شخص نیکی اور راست بازی اختیار کرنے کے لئے خلوص کے ساتھ جد و جہد کرتا ہے اللہ کی تائید و نصرت اُس کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ اسکی رہنمائی خود فرماتا ہے، جیسا کہ فرمایا "جو لوگ ہمیں پانے اور ہمارے کلام کو سمجھنے کے لئے جد و جہد کرتے ہیں، ہم خود صراط مستقیم کی طرف اُن کی رہنمائی فرماتے ہیں، اور شریعت کو اُن کے لئے واضح اور آسان کر دیتے ہیں۔"

پس ہر مسلمان کی یہ کوشش ہونی چاہیے کہ وہ اتباعِ نفس سے مجتنب رہے اور فاسق و فاجر لوگوں کے میل ملاپ سے کنارہ کش رہتے ہوئے اللہ کی مطیع و فرمانبردار لوگوں کی صحبت اختیار کرے اور راہِ راست کے لئے کوشاں ہوں۔ پس میں تجھے تاکید کرتا ہوں کہ اپنے سابقہ گناہوں اور لغزشوں سے توبہ کر، اور آئندہ کے لئے راست بازی اختیار کرتے ہوئے اللہ سے نیکی کی توفیق طلب کر، تاکہ تجھے اتباعِ نفس اور شرک کی ممکنات سے محفوظ رکھا جائے اور سلامتی پائے۔

(مقالہ نمبر ۳۶)

دین و عقبیٰ کو دنیاداری پر مقدم رکھو

حضرت قطب ربانی ؒ نے ارشاد فرمایا "دین کے اعتقادی اور عملی تقاضوں کو دنیا کے اشغال و ترجیحات سے مقدم رکھو، اور دینوی امور میں منہمک ہو کر احکام الٰہی کو فراموش نہ کرو، دین کے فرائض و نوافل کی تعمیل کے بعد جو وقت تمہارے پاس بچے اسے بخوشی اپنے دینوی اور معاشی تقاضوں میں صرف کرو۔ بالفاظ دیگر دین کو اصل و بنیاد کی حیثیت دے اور دنیا کو فروع کی تمام فرائض کو ان کے واجبات سمیت اچھی طرح ادا کر۔ اور رسول اللہ کے اسوۂ حسنہ کی تعمیل میں کوتاہی نہ کر۔ تجھے نفسِ امارہ کو مغلوب کرنے، اور حسب دین اُسے تہذیب و ادب سکھانے کا حکم کیا گیا ہے لیکن تو نے اس کے برعکس نفس کی غلامی اختیار کر کے خود پر ظلم کیا۔ اس کے باعث تو راہ راست مستقیم سے منحرف ہو گیا۔ اور پھر تو پیروی نفس کے باعث عقبیٰ میں ذلت و رسوائی پانے والا ہوا۔ لیکن اگر تو نفس کو عقبیٰ کی راہ پر چلاتا، تو دنیا و عقبیٰ دونوں میں عزت و آبرو حاصل کرتا۔ جس سے تجھے اپنے پروردگار کی خوشنودی بھی حاصل ہوتی جیسا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالےٰ دنیا کو آخرت کی نیت پر دیا کرتا ہے لیکن آخرت کو صرف دنیا کی متابعت کی نیت سے

عطا نہیں فرماتا۔ اور یہ بالکل واضح ہے کہ آخرت کی نیت شریعت کی کامل اطاعت ہے۔ پس نیت پر عبادت کی روح ہے، اور جزا سے اعمال کا فیصلہ اسی پر ہوتا ہے، پس اگر تو طلبِ آخرت کی نیت سے اللہ کی اطاعت کرتا تو خاصانِ خدا میں سے ہوتا۔ اور تجھے وہ برگزیدہ پسندیدہ عاقبت حاصل ہوتی۔ جو اللہ تعالےٰ کی قربت ہے اور جب تو خدا کا محبوب ہوتا تو تمام اشیاء کائنات تیری عبادت کرتیں، کیونکہ تمام چیزیں اپنے خالق کی تابع فرمان ہیں۔ اور اگر تو نے اشغال دنیوی میں محو ہو کر آخرت سے اعراض کیا، تو پروردگار تجھ سے ناراض ہو گا، اور عاقبت تجھ سے زائل ہو جائے گی۔ جو شخص بھی اللہ تعالےٰ کی اطاعت کاملہ اختیار کرتا ہے۔ تمام کائنات اس کی عزت و توقیر کرتی ہے، اور جو شخص اس کی نافرمانی کرتا ہے، تو پھر لازمی طور پر تمام کائنات اُس سے نفرت و بیزاری رکھتی ہے، چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا: "تم میں سے بعض دنیا کے پرستار ہیں اور بعض ایسے ہیں جو آخرت ہی کو چاہتے ہیں" اور دوسری جگہ فرمایا۔ لوگوں میں سے وہ بھی صاحب حکمت و فراست ہیں جو کہتے ہیں کہ اے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی سعادت و راست بازی عطا فرما اور آخرت میں بھی سعادت و بخشش اور فلاح و بہبود عطا فرما اور ہمیں عذابِ دوزخ سے بچا لے" پس محض دنیا کے امور میں محو و مشغول ہو کر اپنی عاقبت سے غافل و بے خبر ہو جانا ایمان اور اسلام کے بالکل خلاف ہے۔ پھر جب تو آخرت میں حاضر کیا جائے

گا تو میدانِ حشر میں بھی دو گروہ ہوں گے ایک گروہ اہلِ دوزخ کا اور دوسرا گروہ اہلِ جنت کا۔ تجھے اہلِ جنت کے گروہ میں داخل ہونے کی سعادت اُسی صورت میں حاصل ہو گی کہ اطاعتِ نفس سے برگشتہ ہو کر اطاعتِ الٰہی اختیار کرے اور احکامِ خداوندی کے احترام نفسانی و سفلی ترغیبات سے محترز رہے۔ پھر اللہ تعالےٰ کا دیدار جو ہر مومن کے لئے سب سے بڑی نعمت ہے اور ہر قسم کا عیش بہشت بھی اللہ کے متقی اور مطیع بندوں کے لئے خاص ہے پس عقبیٰ کی تمام سعادتیں حاصل کرنے کے لئے اپنے نفس کو رحم وشفقت کی نظر سے دیکھ، اور نفس امارہ بنانے کی بجائے "نفس مطمئنہ" بنانے کی مخلصانہ کوشش کر۔ "نفس مطمئنہ" کے حصول کا اہم ترین ذریعہ یہ ہے کہ شیاطین الانس اور بُرے دوستوں سے بے تعلق اور کنارہ کش رہ کر ذکرِ الٰہی کا التزام کیا جائے، لغویات و ہزلیات اجتناب کیا جائے اور کتاب وسنت کی پیروی اختیار کی جائے صراط مستقیم کو پانے کے لئے آیاتِ کتاب اللہ میں مسلسل غور فکر اور تدبر کی ضرورت ہے، کتاب وسنت کی گہرائیاں دریافت کر، اور اُن پر عمل پیرا ہو محض مناظرہ وجدال اور قیل وقال میں نہ الجھ کیونکہ اس سے عقل گمراہ ہو جاتی، اور انسان راہِ عمل کو بھی نہیں پا سکتا اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ ہمارا رسول جو چیزیں یعنی احکام تمہارے پاس لایا ہے، اُن کو قبول کر لو۔ اُن پر عمل پیرا ہو جاؤ اور جن چیزوں سے

تمہیں منع کرتا ہے، انہیں چھوڑ دو۔ اللہ سے خوف کھاؤ، تاکہ تمہاری عاقبت سنور جائے" پس مسلمانوں کے لئے توحید و سنت کی پیروی لازم ہے، اور اسی طرح شرک و بدعت سے پرہیز لازم ہے، بدعت یہی ہے کہ اپنے پاس سے بے پسند چیزیں ایجاد کر کے دین و شریعت سے منسوب کر دی جائیں، اور اُن کی پیروی کو اسلام کی پیروی سمجھا جائے، جیسا کہ اللہ تعالے نے ایک قوم کے متعلق فرمایا" ان لوگوں نے رہبانیت کا ایک طریق عمل ایجاد کر کے اُسے اپنے لئے لازم سمجھا حالانکہ وہ رہبانیت، یعنی گوشہ گیری، اور دنیا کی جائز و حلال نعمتوں کا استعمال ترک کر دینا ہم نے اُن پر فرض نہیں کیا تھا، اور نہ اس کا حکم دیا تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ پھر وہ لوگ اپنے اس خلافِ فطرت طریق عمل کی پیروی بھی نہ کر سکے" اس لئے ہر وہ عقیدہ یا عمل جس کی کتب سماوی اور شریعت میں کوئی سند نہ ہو، بدعت ہے اختراعِ نفس ہے، اور اس کی پیروی عین گمراہی ہے، راہِ راست سے منحرف ہونا ہے بدعت کی ضد سنت ہے، اور سنت آنحضرت صلعم کی حیات طیبہ کا وہ دستورِ عمل ہے" جسے اللہ تعالے اسوۂ حسنہ سے موسوم کرتے ہوئے فرماتا ہے" جو شخص اللہ کی رضا چاہے، اور روزِ حشر نجات کا آرزو مند ہو، اس کے لئے رسول اللہ صلعم کا طریقِ عمل ایک اسوۂ حسنہ یعنی ایک مثالی سیرت ہے" اور ایک دوسری جگہ فرمایا" ہمارے نبی اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں فرماتے بلکہ اُن کا کلام تو وحی ہے جو اُن کی طرف

بھیجی گئی۔ یعنی آپ کی لائی ہوئی شریعت سراسر من جانب اللہ ہے اختراعِ نفس نہیں ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا: "اے پیغمبر انہیں سنا دیجئے کہ اے ایمان والو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو، تو میری پیروی اختیار کرو۔ میرے اتباع سے اللہ کے محبوب ہو جاؤ گے پس اللہ تعالے نے متعدد آیات میں واضح طور پر فرما دیا کہ اللہ کی محبت و حمایت حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ رسول اللہ کا قول و فعل کا مکمل اتباع ہے، اور اس کا خلاف بدعت و گمراہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ص نے فرمایا: "جو شخص کوئی بھی ایسا کام کرے گا جس کے جائز و درست ہونے کے متعلق ہمارا قول بطور سند موجود نہیں تو اس کا وہ فعل سراسر باطل و مردود قرار پائے گا۔" یاد رہے کہ آں حضرت ص کے علاوہ قیامت تک ہمارے لئے کوئی اور نبی نہیں ہے جس کا ہم اتباع کریں اور قرآن کے علاوہ ہمارے لئے کوئی اور آسمانی و الہامی کتاب نہیں ہے جس کے احکام پر ہم عمل پیرا ہوں بنا بریں میں تمام مسلمانوں کو تاکید کرتا ہوں کہ وہ اپنے عقائد و اعمال کی صحت و قبولیت کے لئے صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا اتباع کریں۔ ورنہ وہ تباہ و برباد ہو جائیں گے ان دونوں سے انحراف شیطان کی گرفت میں آنا ہے اور اس کے لئے اُمت مسلمہ کو گمراہ کرنے کی سہولیات پیدا کرنا ہے پس عقیدہ و عمل کی ہر آفت سے سلامتی کتاب و سنت کے

اتباع سے وابستہ ہے، اور یہ اتباع ایک ایسی مقدس نعمت ہے جس کے ذریعہ بندۂ مومن ولایت، ابدالیت اور غوثیت کے مقام بلند تک ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔"

مذمّت حسد

حضرت قطب ربانی رحؒ نے ارشاد فرمایا" اے مسلمان! تجھے اللہ اُس کے رسول اکرم، اور کتاب اللہ پر ایمان و یقین کا دم بھرتے ہوئے پھر کسی دوسرے مسلمان پر حسد کرتے ہوئے دیکھ کر مجھے نہایت رنج و افسوس ہوتا ہے اور میں یقین کرنے لگتا ہوں کہ تیرا اپنا ایمان بالکل ضعیف اور توکل کمزور ہے، تو اس کی خوشحالی و فارغ البالی کو برداشت نہیں کر سکتا، تو اس کے عمدہ لباس، عمدہ خوراک انکاح اور اہل و عیال کو دیکھ جلتا ہے۔ اور اپنی کمینگی اور پست حوصلگی اور تنگ ظرفی سے یہ خواہش رکھتا ہے کہ وہ تمام نعمتیں اس سے زائل ہو جائیں جو اس کے خالق و رازق نے اُسے عطا فرما رکھی ہیں، بالفاظِ دیگر تو خدا کی خدائی، اُس کی تقسیم رزق اور اُس کی مشیّت و اختیار میں دخل دینا چاہتا ہے، جو صریحاً کفر ہے، اور اپنے فاعل کے لئے وجہ ذلت و بربادی۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ کے اختیارات تیرے اختیارات نہیں ہو سکتے، اور اُس کے تصرّفات تیرے تصرفات نہیں بن سکتے، اللہ تعالےٰ ایک شخص کو جو کچھ دیتا ہے، یا دینا چاہتا ہے کیا تو اپنے جذبۂ حسد کے تحت اللہ کے مقابل آکر یہ خواہش

رکھے گا کہ وہ نعمتیں اور وہ چیزیں اللہ اُسے نہ دے؟ کیا یہ صریحاً مشیت ایزدی اور فیصلہ خداوندی کا مقابلہ نہیں اگر ہے اور یقیناً ہے، تو یہ سمجھ لے کہ تو کس قدر ذلیل وخوار اور تباہ و برباد ہوگا۔ حسد ایک ایسی ملعون ومقہور چیز ہے جو تیرے ایمان کو کھوکھلا کر دیتی ہے، تجھو اپنے مولےٰ کے رحم والتفات سے گرادیتی ہے، اور اللہ کو تیرا دشمن ومخالف بنادیتی ہے، قرآن حکیم میں حضرت یوسف علیہ السلام اور برادران یوسفؑ کا جو قصہ مذکور ہے، اس کے مقصد ومعانی پر ذرا غور کر، کیا برادرانِ یوسفؑ اپنی انتہائی کمینہ سازشوں، بد خواہیوں، اور دشمنانہ ریشہ دوانیوں کے باوجود اس بلند رتبہ، اور ان فقید المثال نعمتوں سے حضرت یوسفؑ کو محروم کر سکے، جو اللہ تعالےٰ نے اپنی مشیت میں ان کے لئے مقدر ومعین کر رکھی تھیں اور پھر نتیجہ کار وہ سب کے سب خود کس قدر نادم و ذلیل ہوئے، جب مصر میں برسر حکم واقتدار یوسفؑ کے سامنے سجدہ ریز ہوکر انھیں تسلیم کرنا پڑا کہ اللہ کی قسم، اُس نے بلاشبہ تجھے ہم پر فضیلت و برتری عطا فرمائی ہے۔ ہمارے ظلم اور زیادتیاں ہمیں معاف فرمادے" اسی طرح قرآن حکیم کی متعدد آیات میں حسد کی انتہائی مذمت پائی جاتی ہے، اور اسے حاسد کیلئے تباہ کن بتایا گیا ہے، نیز احادیث میں بھی پے درپے حسد کی مذمت فرمائی گئی ہے۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا حسد مسلمان نیکیوں کو اس طرح

کھا جاتا ہے، جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے، ایک اور جگہ حدیث قدسی کے ذریعے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، حسد کرنے والے میرے اور میری نعمت کے دشمن ہیں"۔ حاسد اللہ کے دشمن اس طرح ہوئے کہ وہ اپنی مشیت کے تحت اپنے بندوں کو جو کچھ اور جتنا کچھ دینا چاہتا ہے، وہ اُس کی مخالفت کرتے ہیں کلام اللہ کی یہ آیت کیا بیان کر رہی ہے"۔ ہم نے حیات دینوی میں اپنے بندوں کے رزق ومعیشت کو خود تقسیم کر دیا ہے"۔ اب یہ جرات کس کافر ومرتد کو ہوگی کہ اللہ تعالےٰ کی طے اور معین کردہ تقسیم رزق کے خلاف محاذ باندھے، اور اس کے مقابل ومبارز ہو، پس یاد رکھو کہ کسی پر حسد کرنا اپنی ذات پر ظلم کرنا ہے، یہ بدترین قسم کی حماقت اور نادانی ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "ہم تو اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتے۔ وہ تو اپنے حسد اور بداعمالیوں سے خود ہی اپنی ذات پر ظلم کرتے ہیں"۔ نیز فرمایا: "میرے احکام اور فیصلے نہیں بدلتے، اور نہ ہی میں اپنے بندوں پر ذرہ برابر ظلم کرتا ہوں"۔ پس میں تجھے تیری سلامتی اور فلاح وبہبود کے لئے تاکید کرتا ہوں کہ کسی بھی مسلمان بھائی کی خوشحالی وفارغ البالی کو دیکھ کر ہرگز حسد نہ کر بلکہ اُس کی تونگری وخوشحالی اور ترقی وکامیابی دیکھ مسرور ومطمئن ہو، اور نہایت فراخدلی کے ساتھ اُسے مبارک باد دے اس طرزِ عمل سے اللہ تعالےٰ بھی تجھ سے رضامند ہوگا، اور اپنی گونا

گوں نعمتیں تجھ پر وسیع و بسیط کر دے گا۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اور تمہیں حسد جیسی مذموم و مقہور چیز سے محفوظ رکھے۔ اور اپنی نعمتوں پر حمد و شکر کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

میں اس ضمن میں یہ تلقین بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ تو اپنی ذات پر بھی حسد نہ کر۔ اپنی ذات پر حسد کرنے کے یہ معنی ہیں کہ تجھے تیرے رازق نے اپنے فضل و کرم سے جو نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں تو اُن کے استعمال میں بخل سے کام لے، اور دولت کو بالکل خرچ کرنا نہ چاہے مثلاً روپیہ بچانے کے لئے نہ تو عمدہ لباس پہنے نہ اچھا کھائے نہ معیاری رہائش اختیار کرے، اور نہ اپنے بیوی بچّوں کی آسائش پر روپیہ خرچ کرے یہ طریقِ عمل صریحاً اپنی ذات پر حسد و ظلم کرنا ہے، اور اللہ کی نعمتوں کی ناقدری و ناشکری ہے نعمتوں کا عملی شکر یہ ہے کہ انہیں چھپانے کی بجائے ظاہر کیا جائے اور انہیں فیاضی سے استعمال میں لا کر داد رزق دی جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسولؐ برحق کو فرمایا: "اپنے پروردگار کی نعمتوں کا اظہار کیجئے (انہیں استعمال میں لائیے) اور انہیں لوگوں کے سامنے بیان فرمائیے! اللہ تعالےٰ ہمیں شکرِ نعمت کی زبانی و عملی توفیق عطا فرمائے

(آمین)

مقالہ نمبر ۳۸

اہل اللہ کا اجر

حضرت قطب ربانی رح نے ارشاد فرمایا "جس شخص نے اللہ تعالےٰ کے دین برحق کی خدمت اور تبلیغ و اشاعت صدق و خلوص کے ساتھ کی، اللہ خود اس کا اجر و ثواب بن جاتا ہے، اور دنیا و عقبیٰ میں اسے عزت و آبرو عطا فرماتا ہے، فرمایا اللہ تعالےٰ نے "تم اللہ کی مدد کرو (یعنی اس کے دین کی نشر و اشاعت کرو) وہ تمہاری مدد کرے گا، اور تمہیں صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھے گا" پس میں تمہیں تاکید کرتا ہوں، کہ اللہ کے کلام کی تبلیغ و اشاعت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور تسلیم و رضا کو اپنا شعار بناؤ۔ جو مسلمان اللہ کے کلام اور اس کے نبی صلعم کی سنت کی تبلیغ و اشاعت کے لئے اپنی زندگی وقف کر دیتا ہے، اس کا اجر و ثواب فی سبیل اللہ جہاد کرنے والوں سے زیادہ ہے، اور اللہ تعالےٰ کی نصرت و اعانت ہمیشہ اس کے شاملِ حال رہتی ہے،

مقالہ نمبر ۳۹

ردِّ نعمت کفرانِ نعمت ہے

حضرت قطب ربانی رح نے ارشاد فرمایا "کسی چیز کو علم واذنِ الٰہی کے بغیر محض خواہش نفس سے قبول کرنا گمراہی ہے، لیکن خواہش نفس کے خلاف رضائے مولےٰ کی بنا پر کسی چیز کو قبول کرنا، اور اُس کی تعمیل میں تکلیف وصعوبت سہنا، انبیاء و اولیاء کا اسوۂ حسنہ ہے، اور ایسے مخلصین انہیں کے گروہ میں اٹھائے جائیں گے، اور یاد رکھو کہ جب اللہ تعالےٰ تمہیں بعض نعمتیں عطا فرما رہا ہو، تو انہیں قبول نہ کرنا، یا اُن سے غفلت و روگردانی اختیار کرنا، سراسر کفرانِ نعمت ہے، اور ایسا شخص اللہ کے رزق و عطیات کی توہین و ناقدری کرتا ہے، پس اللہ کے رزق اور اس کی نعمتوں کا مسرت و شادمانی کا استقبال کیا کرو، اور انہیں خوشی خوشی قبول کرو کیونکہ یہ چیز آئندہ کے لئے بھی اضافہ رزق اور برکات کا باعث ہوتی ہے،

مقالہ نمبر ۴

درجہ ولایت کی تفسیر

حضرت قطب ربانی ؒ نے ارشاد فرمایا۔ جب تک تو مکمل طور پر شریعت کا متبع اور نفسِ امارہ کی پیروی سے آزاد نہ ہو جائے اولیاء اللہ کے زمرے میں داخل ہونے کی خواہش نہ کر۔ اتباعِ شریعت کے معنے ہیں کہ تیرے تمام اقوال و افعال، اللہ تعالےٰ کے امر و نواہی کے مطابق ہوں، تیرا سننا، دیکھنا، بولنا، پکڑنا، چلنا سونا، جاگنا الغرض تمام اعمال رضائے الٰہی کے تحت ہوں۔ اور خدمتِ دین و ملت کے لئے ہوں، تیرے جسمانی حوائج تو تیرے لئے تیرے پروردگار سے حجاب و بعد کا باعث ہیں، جب تک تو اصلاحِ باطن اور تزکیۂ روح سے رُوحِ خالص نہ بن جائے اور جسمانی کدورتوں سے مبرا نہ ہو، تجھے قرب خداوندی حاصل نہیں ہو سکتا۔ لیکن جب تو ریاضت و مجاہدہ سے رُوحِ خالص بن جائے گا، اور ہر لمحہ ذکر الٰہی کا التزام کرے گا تو تجھ پر اسرارِ الٰہی منکشف ہوں گے، اور کائنات کی حکمتیں تجھ پر بے نقاب ہونے لگیں گی۔ یہ فنا فی الذات ہونے کا رتبہ ہے جہاں تو کشف و سرور باطن میں محو ہو کر عالم سفلی سے بے تعلق ہو جائے گا۔ اور تمام اشیاء کو دیدارِ الٰہی اور جلوہ

وجمال خداوندی کے لئے حجاب سمجھے گا۔ جیساکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام
نے توحید کی حقیقت و ماہیت پا لینے کے بعد فرمایا" بلاشبہ یہ تمام
اصنام و ہر شرک ہونے کے باعث میرے دشمن ہیں۔ لیکن رب
واحد میرا دوست اور رہنما ہے انھوں نے بتوں کے متعلق یہ فرمایا
لیکن تو بھی اپنی خواہشاتِ نفسانی اور وجہ غفلت و معصیت مخلوقات
کو اصنام سمجھتے ہوئے اُن کے متعلق یہ کہ" اور ان کی فرمانبرداری
سے اجتناب کر۔ اُس وقت علومِ لدنیہ اور اسرار الٰہی تجھ پر منکشف
کئے جائیں گے، اور تجھے حریم کبریا کا رازدار بنایا جائے گا۔ اور
پھر اس رتبہ ولایت پر تکوین، یعنے عجائب و غرائب اشیاء کو ظہور
میں لائیگا اور خرقِ عادات کی قوت و صلاحیت تجھے عطا فرمائی جائی
گی، اُس رتبۂ ولایت پر تو محسوس کرے گا کہ گویا تو ایک معنوی
اور روحانی و باطنی موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا گیا ہے اور
تیرا کل وجود قدرتِ الٰہیہ کا مظہر بن چکا ہے، پھر تو حسب حدیث
نبوی ؐ اللہ کے جو اس کا حامل ہو جائے گا، اور اسی کے رابطہ سو
بولے گا، اُسی سے سُنے گا۔ اُسی سے دیکھے گا، اسی سے پکڑے
گا۔ اسی سے چلے گا، اسی سے سمجھے گا۔ اسی سے آرام و اطمینان
پائے گا۔ اوامر و نواہی کی پیروی اختیار کرتے ہوئے اور حدودِ
شرع کی حفاظت کرتے ہوئے تو غیر اللہ کو موجود نہ دیکھے
گا۔ پس مذکورہ رتبۂ ولایت کو پانے کے لئے تو اتباع نفس

فسق و فجور اور لغویات سے پرہیز کرتے ہوئے توحید و اخلاص کے ساتھ شریعت کی پیروی کر۔ اور یاد رکھ کہ جس "حقیقت" یا "طریقت" کی شرع تائید و توثیق نہ کرے، اور اسے جائز نہ ٹھہرائے، وہ صریحاً کفر و الحاد ہے ۔

مقالہ نمبر ۴۱

ابتلاء کے بعد الطافِ الٰہیہ

حضرت قطب ربانی رح نے ارشاد فرمایا: میں تمہارے سامنے اللہ اور بندے کے تعلقات کے متعلق ایک مثال بیان کرتا ہوں، کوئی بادشاہ اپنی رعایا میں سے ایک شخص کو اہل دیکھ کر ایک شہر کی حکومت اس کے سپرد کر دیتا ہے، اور اسے خلعت و اعزاز عطا فرماتے ہوئے اسے اپنا معتمد بناتا ہے، پھر وہ شخص اپنے منصب کی رعایت و پاسداری کرتے ہوئے ایک عرصہ تک اپنے فرائض و ذمہ داریاں بخوبی ادا کرتا ہے اور بادشاہ کو اپنی کسی بدنظمی اور بے اعتدالی سے ناراض نہیں ہونے دیتا اہالیانِ شہر بھی اس کے حسنِ انتظام سے خوش ہو کر اُسے تحسین و آفرین کرتے ہوئے اور بادشاہ بھی اس کی اطاعت و صلاحیت کی داد دیتا ہے، لیکن ایک عرصہ کے بعد وہ شخص اسبابِ تعیش میں الجھ جاتا ہے، اپنے عہدہ و منصب کے گھمنڈ میں مغرور ہو جاتا ہے، اور اپنے فرائض کی تعمیل سے بالکل غافل و بے پروا ہو جاتا ہے، اس کے یہ حالات و کوائف جب بادشاہ کو معلوم ہوتے ہیں تو وہ اس پر نہایت برہم و غضبناک ہوتا ہے، اور اسے اُس عہدہ سے معزول کر دیتا ہے، پھر اُس سے اُن جرائم کا محاسبہ کیا جاتا ہے

جو اس نے اپنے دورانِ حکومت میں بادشاہ کے امر و نہی کے خلاف کئے تھے۔ اور تحقیقات کے بعد اُسے محبوس کر کے تعزیر کی جاتی ہے، ان حالات کو دیکھ کر اُس کا غرور و تکبر زائل ہو جاتا ہے اور وہ اپنی تقصیروں اور کوتاہیوں پر پشیمان ہو کر توبہ کرتا ہے، اس کا یہ عجز و انکسار و ندامت و انفعال بادشاہ کے علم و مشاہدہ میں آتے ہیں، اور وہ اسے دوبارہ اس کے سابقہ عہدہ و منصب پر تعظیم و تکریم کے ساتھ فائز کر دیتا ہے، اور اُس پر پہلے سے بھی کہیں زیادہ الطاف و عنایات صرف فرماتا ہے، اور پھر یہ عطائے حکومت و قیادت اس کے لئے دائمی و مستقل کر دی جاتی ہے، اور اُس سے واپس نہیں لی جاتی۔ پس یہی مثال اللہ اور بندے کے تعلق و معاملہ پر چسپاں ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ جب ایک مومن کو اپنا مقرب و برگزیدہ قرار دیتا ہے، تو اس پر اپنی بے پایاں نعمتیں اور بخششیں بسیط فرما دیتا ہے، ایسی نعمتیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، اور نہ کسی کان نے سنیں۔ مثلاً باطنی نعمتوں میں آسمان و زمین کے عجائب و غرائب، کائنات کے اسرار و حکم، کشفِ روحانی، اجابت دُعا، تقویٰ، محبوبیت، قلب میں کلمات حکمت کا نزول، اور مزا و لذتِ ذکر وغیرہ، اس طرح باطنی نعمتوں کے علاوہ اللہ تعالےٰ اس پر ظاہری نعموں کا اتمام بھی فرماتا ہے، اس طرح اس کے جسم و جوارح میں صحت و توانائی عطا فرماتا ہے" اسے عمدہ ماکولات و مشروبات تفویض

فرماتا ہے، حلال و مباح چیزوں میں اس کے لیئے وسعت و فراخی
پیدا کرتا ہے اور اُسے نکاح کی توفیق دے کر اہل و عیال میں برکت
دیتا ہے، یہ باطنی اور ظاہری نعمتیں عرصۂ دراز تک اس کے پاس
رہتی ہیں، اور وہ ان سے متمتع ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ ان میں مشغول و منہمک
ہوکر غفلت اختیار کرنے لگتا ہے، اور اپنے رازق و پروردگار
اور معبود و مسجود کو فراموش کر کے نفس امارہ کا اتباع کرتے ہوئے
فسق و فجور میں پڑ جاتا ہے، جب وہ سمیع و بصیر اس کی یہ کیفیت
دیکھتا ہے، تو اصلاحِ احوال کے لئے اسے مصائب میں مبتلا کر دیتا
ہے، اور اس عسرت و پریشانی کا سامنا ہوتا ہے۔ پھر وہ اپنے
ان حالات کی وجہ پر غور و خوض کرنے لگتا ہے، اور اُسے اپنے ظاہری
و باطنی تغیرات سے محسوس ہوتا ہے کہ اس تغیّر کا باعث اُس کی
اپنی غفلت و معصیت ہے، پس وہ اللہ تعالےٰ کے حضور توبہ و
ندامت کے ساتھ صراطِ مستقیم کی جانب رجوع کرتا ہے، اور
اعتقادی و عملی لحاظ سے سابقہ دستورِ عمل اختیار کرتا ہے، جب
وہ نفسِ امارہ کے اتباع سے بیزار و کنارہ کش ہوکر محبت و اطاعت
اور توبہ و ندامت سے اپنے پروردگار کی جانب رجوع کرتا ہے، تو اُسے
اللہ تعالےٰ کی طرف سے بشارتیں سنائی جاتی ہیں، اور سابقہ تلف
شدہ نعمتیں نہایت وسعت و افراط سے اس کو دوبارہ عطا فرمائی
جاتی ہیں۔ اُس کے لئے اللہ کے ظاہر و باطنی لطائف و برکات کا افتتاح

ہوتا ہے۔ خلقِ خدا اس کے ساتھ محبت و تعاون کرتی ہے اور ہر جگہ اُس کی تعریف و توصیف ہونے لگتی ہے۔ اربابِ حکومت و سطوت اور بادشاہوں کو اس کے لئے مسخر کر دیا جاتا ہے، اور اس طرح اللہ تعالےٰ اُس پر اپنی ظاہری و باطنی نعمتوں کا اتمام فرماتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ اس کے نیک اعمال کی جزا کے طور پر اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے کیسی کیسی چیزیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں۔

مقالہ نمبر ۴۲

نفسِ انسانی کی دو۲ حالتیں

حضرت قطب ربانی رحنے ارشاد فرمایا: اس دنیا میں نفسِ انسانی کی دو حالتیں ہیں ایک حالت تو راحت و آرام کی ہے۔ اور دوسری عسرت و مصیبت کی اور یہ حقیقت ہے کہ انسان دونوں حالتوں میں آزمایا جاتا ہے کہ وہ اپنے پروردگار کا کہاں تک مطیع و فرمانبردار رہتا ہے۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے انسان جب راحت و نعمت پاتا ہے، تو غفلت و معصیت میں پڑ کر اللہ کی نافرمانی کرتا ہے۔ لیکن جب مصائب میں مبتلا ہوتا ہے تو ناشکری اور شکوہ و شکایت پر اتر آتا ہے" پس واضح طور پر یہ نفسِ انسانی کی کمزوری ہے کہ بحالتِ راحت و آسائش تقویٰ اختیار کر کے اللہ کا شکر بجا نہیں لاتا۔ اور بحالتِ مصیبت صبر و تحمل اور توکل اختیار نہ کرتے ہوئے اللہ کے خلاف فریاد و بدگوئی کرتا ہے پس نفس کا کام گستاخی و بے ادبی ہے۔ اور مخلوقات کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا نیز وہ اللہ کے دیئے ہوئے رزق پر کبھی مطمئن اور شکر گزار نہیں ہوتا۔ اور ہمیشہ خواہشات کی کثرت سے انسان کو اضطراب و پریشانی میں مبتلا رکھتا ہے، پھر جب نفس کو مصائب و آلام سے نجات دی جاتی ہے تو وہ غرور و تکبر اور عیش و خود

فراموشی میں پڑ جاتا ہے، اور اپنے پروردگار کی اطاعت سے غفلت
ورو گردانی اختیار کرتا ہے۔ بعد ازاں جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، اُسے
پھر مصائب میں مبتلا کیا جاتا ہے، تاکہ اس کی کدورتیں دھل جائیں،
اور شرک و فسق سے باز آجائے۔ پھر اگر نفس غفلت و معصیت
چھوڑ کر راہِ راست پر آجاتا ہے، اور اطاعت و شکر گزاری کا التزام
کرتا ہے، تو اللہ تعالےٰ اپنی نعمتیں اور عطیات مستقل طور پر اس کے
لئے قائم رکھتا ہے، اور ہر حال میں اُس کا معاون و مددگار ہوتا ہے،
پس جو شخص دنیا و عقبیٰ میں عزت و آبرو اور سلامتی کا خواستگار ہو
اُسے چاہیئے کہ صبر و تحمل اختیار کرے، اور رضائے الٰہی سے انحراف
نہ کرے، نیز مخلوقات سے اپنے خالق کی شکایت کرنی چھوڑ دے
اور اپنی حاجات ہمیشہ اللہ تعالےٰ ہی سے طلب کرے، جو کچھ اللہ
تعالیٰ نے عطا فرما رکھا ہے، اس پر شکر بجا لائے، اور آئندہ کے لئے
اُس کیجانب سے وسعت و کشائش کا امیدوار رہے۔ کیا تو نے اللہ
تعالےٰ کا یہ ارشاد نہیں سُنا "جب اللہ کسی چیز کو وجود و ظہور
میں لانے کا ارادہ کرتا ہے، تو اُس کے لئے فرماتا "ہو جا" پس وہ اس کے
حکمِ "کُن" سے فوراً ہی ہو جاتی ہے، یعنی وجود میں آجاتی ہے"۔ نیز فرمایا
مومنوں کو تو صرف اللہ تعالےٰ پر بھروسہ رکھنا چاہیئے" یہ اعتقاد
رکھو کہ اللہ تعالےٰ کے تمام افعال اچھے اور حکمت و مصلحت سے
معمور ہیں۔ مگر اللہ نے اپنی حکمت و مصلحت کو بندوں سے ہمیشہ

مخفی رکھا ہے، بندہ کے لیے لازم ہے کہ وہ تسلیم و رضا اختیار کرتے
ہوئے اللہ تعالیٰ کے مصالح و حکم سے اتفاق کرے اور اپنی گفتار
یا حرکات یا سکنات میں اللہ کے خلاف شکوہ و شکایت یا تہمت سے
باز رہے۔ ان تمام باتوں کی سند آں حضرتؐ کی وہ حدیث ہے
جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے، ابن عباسؓ نے فرمایا" ہم
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھے، آپ نے ارشاد فرمایا
اے لڑکے! اللہ کے حقوق کی حفاظت و نگہداشت کر، اللہ تیری
اور تیرے حقوق کی حفاظت و نگہداشت کرے گا۔ اللہ کو حاضر و
ناظر جان۔ اور پھر تو اُسے اپنے سامنے موجود پائے گا۔ جب تو سوال
کرے، تو اللہ سے سوال کر اور جب مدد مانگے، تو اللہ سے مدد مانگ
اللہ نے اپنے بندوں کی قسمت میں جو کچھ لکھا ہے، وہ ازل سے مقدّر
ہو چکا ہے، اور اُسے کوئی بدل نہیں سکتا۔ ہر شخص کو جو فائدہ پہنچتا ہے،
وہ پہنچ کر رہے گا، اور جو نقصان پہنچتا ہے، وہ پہنچ کر رہے گا۔ پھر اگر
تو اللہ پر توکل رکھے، اور یقین محکم کے ساتھ معاملہ کر سکے، تو وہ تجھے
بہت بڑی جزا عطا فرمائے گا۔ اور اگر تو اپنے یقین و توکل کو برقرار
نہ رکھ سکے تو جن چیزوں کو تو بُرا سمجھتا ہے، اور ان سے تکلیف اٹھا
تا ہے، اُن پر صبر و تحمل اختیار کرنا تیرے لئے زیادہ نیکی و راست روی
ہے اور یاد رکھو کہ صبر و تحمل کرنے والے کے لئے اللہ کی مدد و اعانت
لازمی ہے مصیبت و اذیت کے بعد راحت و آسائش ہے اور ہر

سختی کے بعد آسانی ہے" پس ہر مومن کو چاہئے کہ اپنے قلب ودماغ
کے لئے رہنما بنائے، اور نفس کے وساوس سے چھٹکارا پائے، اعتقادی
اور عملی صحت وعافیت اسی میں ہے کہ مومن اس حدیث کے معانی پر
خوب غور کرکے علی الدوام اس کی تعمیل کرے، تاکہ وہ دنیا وعقبیٰ میں
تمام آفات ومصائب سے محفوظ وسلامت رہے، وہ اس کی پیروی
سے حقیقی اطمینانِ قلب پائے گا۔ اور اللہ کی رحمت واسعہ سے دونوں
جہان میں عزت پائے گا۔

(مقالہ نمبر ۴۳)

غیر اللہ سے سوال کرنے کا سبب

حضرت قطب ربانی رحؒ نے ارشاد فرمایا "مخلوقات اور غیر اللہ سے صرف وہ لوگ سوال کرتے ہیں جن کا یقین و ایمان ضعیف ہے جن میں صبر و توکل نابود ہے، اور جو توحید الٰہی کی معرفت نہیں رکھتے اور اس کے بر عکس غیر اللہ کے سامنے سوال کرنے سے فقط وہی لوگ محفوظ رہ سکتے ہیں، جو توحید باری تعالےٰ کی معرفت رکھتے ہیں جن کا یقین و ایمان محکم ہے، جن کا طریق توکل علے اللہ ہے، اور جو ذکر و فکر کی مزاولت سے حقیقت وحدانیت کی بصیرت رکھتے ہیں، اور باقتضائے ایمانی اس چیز کی شرم و حیا رکھتے ہیں کہ خدائے حیّ القیوم کے ہوتے ہوئے مخلوقات میں کسی سے سوال کریں"

(مقالہ نمبر ۴۴)

مومن کی بعض دعائیں قبول نہ ہونیکی وجہ

حضرت قطب ربانی رح نے ارشاد فرمایا "مومن کی ہر دعا لازمی طور پر قبول نہیں کیجاتی، اور جو دعا قبول نہیں کی جاتی اُس کے قبول نہ ہونے میں بھی حکمت الٰہی کے تحت اس کے لئے بہت سے فوائد مضمر ہوتے ہیں۔ انسان عالم الغیب نہیں بلکہ عالم الغیب صرف اللہ تعالےٰ ہے، اور وہی خوب جانتا ہے کہ اس کے بندہ کی فلاح و بہبود کس چیز میں ہے ایک آیۂ کلام اللہ کے حسبِ معانی عین ممکن ہے کہ ایک چیز ہم اپنے لئے مفید سمجھ کر اللہ سے طلب کریں، لیکن حقیقتاً وہ ہمارے لئے مضر ہو اور اسی طرح عین ممکن ہے کہ ایک چیز کو ہم بظاہر اپنے لئے مضر سمجھتے ہوئے اُس سے نہ مانگیں، لیکن حقیقتاً وہ ہمارے لئے نہایت مفید ہو، اور اللہ تعالےٰ از خود ہمیں عطا فرمادے، بعض وقت دعا کے قبول نہ ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ بندہ غافل نہ ہو جائے، اور خوف و رجا جو ایمان کے لوازم سے ہے، اُس سے زائل نہ ہو جائے۔ معرفت اور حقیقت کے ہر حال میں اُمید و بیم لازم و ملزوم ہیں، اور یہ پرندے کے دو بازوؤں کیطرح ہیں جس طرح ایک پرندہ دونوں پروں کے بغیر اڑ نہیں سکتا، اسی طرح ایک مومن خوف و رجا کے اپنے احوالِ باطن کو ناقص و نامکمل پاتا ہے،

مومن کا احوال ومقام یہ ہے کہ وہ غیر اللہ کی طرف رجوع نہ کرے، اور
ماسوا اللہ سے اُس کا قلب سکون واطمینان نہ پائے پس ہر دُعا کی قبولیت
پر اصرار کرنا بھی غیر اللہ کی حیثیت رکھتا ہے، اور مومن کے عقیدۂ توحید کے
منافی ہے۔ پس ہر دُعا کے قبول نہ ہونے کے دو واضح سبب ہیں ایک یہ کہ
مومن میں غرور وتکبر نہ سما جائے، اور وہ اللہ سے آئینِ ادب واحترام چھوڑ
کر غافل وگستاخ نہ ہو جائے، اور دوسرا اسباب یہ ہے کہ طاعت وتعمیل
احکام کے طور پر نہیں، بلکہ محض خواہش وعادت کے طور پر سوال نہ کرنے لگے
اور اس طرح ایک معاملہ عشق وذوق کو رسم نہ بنا لے۔ کیونکہ یہ بھی ایک شرک
خفی کی صورت ہے، اور شرکِ خفی شرک جلی سے دوسرے درجہ مذموم چیز
ہے۔ اور اللہ تعالےٰ سے سوال جب خالصتاً اتباعِ شریعت اور امتثالِ
امر کیلئے ہو گا، تو وہ سوال مومن کے لئے زیادہ قربِ الٰہی کا باعث ہوگا
اور اس پر رضائے الٰہی لازم ہو گی جس طرح کہ فرائضِ اسلامیہ کی
پیروی اور تبلیغ دین قربِ خداوندی کا موجب ہے اور ایسے تمام
سوالات جو اتباعِ شریعت یا تبلیغ واشاعتِ دین کیلئے ہوں چونکہ
نفس کی خواہشات سے مبرا ہوتے ہیں، لہذا اُن کی قبولیت بھی یقینی ہوتی
ہے۔ پس ہم نے بعض اوقات مومن کی دعا قبول نہ ہونے کے اسباب
بیان کئے ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بندہ اللہ تعالےٰ کے
حضور اپنی حاجات وضروریات پیش نہ کرے، اور اس سے دعا والتجا
میں غفلت وکوتاہی سے کام لے کیونکہ ایک مومن موحد کے لئے اللہ تم

کے علاوہ اور ملجا ر وما وا ہی کیا ہو سکتا ہے بلکہ کلام اللہ میں کتنی ہی جگہ اللہ تعالےٰ حکماً مومن سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنی حاجات وضروریات اس کے حضور پیش کرے، تاکہ وہ اس کی دعا قبول کرے اور اس کی مشکل کشائی فرمائے مثلاً فرمایا" مسلمانو! میرے حضور دعا کرو، تاکہ میں تمہاری دُعا قبول کروں اور تمہاری حاجات وضروریات تمہیں دوں اور ایک دوسری جگہ بطورِ عہد فرمایا" جب میرے بندے میرے متعلق آپ سے دریافت کریں تو فرمایئے کہ میں ان سے بہت قریب ہوں۔ جب بھی کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے، تو میں اُس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ پس بندوں کو چاہئے کہ وہ میری اطاعت اختیار کریں اور مجھ پر ایمان محکم رکھیں، تاکہ وہ دنیا وعقبیٰ میں فلاح وبہبود پائیں۔

(مقالہ نمبر ۴۵)

اصحابِ عُسر اور اصحابِ یُسر

حضرت قطب ربانی رح نے ارشاد فرمایا:" لوگوں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، ایک اصحابِ عسر اور دوسرے اصحاب یسر اصحاب عُسر وہ لوگ ہیں جو مصائب و آلام اور معاشی و اقتصادی پریشانیوں میں مبتلا ہوں۔ اور اصحاب یُسر وہ لوگ ہیں، جو راحت و آرام اور خوشحالی و فارغ البالی کی زندگی بسر کر رہے ہوں۔ لیکن یاد رکھو کہ اِن ہر دو قسم لوگوں کے حالاتِ باطنی اسباب و عوامل اور خارجی تاثرات سے فارغ و آزاد نہیں ہیں وہ لوگ جنھیں راحت و آرام اور فارغ البالی حاصل ہے غفلت و معصیت میں مبتلا ہو سکتے ہیں، اُن کی دولت بھی اللہ تعالےٰ کی جانب سے ایک ابتلا ہے، کہ وہ نعمت و آسائش پاکر اُس کے ذکر و عبادت اور حمد و شکر کو اختیار کئے رہتے ہیں، یا طغیان و سرکشی اختیار کرتے ہیں۔ پس جب وہ ذکر و طاعت کی بجائے غفلت اور فسق و فجور میں پڑ جاتے ہیں، تو اللہ تعالےٰ انھیں طرح طرح کے مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اور ان کے کفرانِ نعمت کے باعث انھیں معذب فرماتا ہے، اگر ایک منعم یہ سمجھتا کہ اللہ تعالےٰ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْد ہے یعنی جس وقت جو کچھ بھی چاہتا ہے، اس کی تعمیل پر قدرت رکھتا ہے

تو وہ رزق و نعمت کے ہوتے غفلت و معصیت اختیار نہ کرتا، بلکہ ذکر و طاعت اور حمد و شکر کا التزام کرتا۔ اور کسی تونگر اور خوشحال آدمی کا غفلت و معصیت اختیار کرنا اس سبب سے ہوتا ہے کہ وہ دنیا کے تغیرات مزاج کو پا نہیں سکا۔ یعنی اس نے یہ حقیقت فراموش کر دی کہ بطور اصول و کلیہ اس دنیا نے آدم تا ایں دم کسی بھی شخص سے وفا نہیں کی، اور کسی بھی شخص کے حالات کو ایک ہی کیفیت پر ہمیشہ برقرار نہیں رکھا اور اس طرح ہر شخص کی زندگی میں لازمی طور پر تغیرات رونما کرتی رہی ہے، اگر تغیرات اور عروج اور تنزل کی زد سے کوئی ہستی محفوظ ہے، اور محفوظ رہ سکتی ہے، تو وہ فقط اللہ تعالےٰ کی ہستی ہے۔ مخلوقات حالات و کوائف کے تغیر سے قطعاً مبرا نہیں۔ پس جو لوگ دولت و ثروت کے نشہ میں اس ابدی حقیقت کو فراموش کرتے ہوئے غرور و تکبر اختیار کر لیں، اور غفلت و معصیت میں پڑ جائیں۔ یا غریب و نادار لوگوں کو ذلیل و حقیر سمجھتے ہوئے ان سے خلاف انسانیت سلوک کریں، وہ اللہ کے مغضوب و مقہور ٹھہر کر مبتلائے مصائب و آلام کیوں نہ ہوں۔ پس حسب آیاتِ کلام اللہ یہ قانونِ قدرت ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کے لئے ہر سختی اور مصیبت و اذیت کے بعد راحت و آرام کے اسباب پیدا فرماتا ہے، اور شکرِ نعمت پر اضافۂ نعمت فرماتا ہے، لیکن راحت و آرام کا شہد پانے کے لئے کچھ مصائب اور تلخیاں بھی برداشت کرنا پڑتی ہیں، اور

صبر و شکر کی جزا ہمیشہ وسعتِ رزق اور سکونِ قلب ہے اللہ تعالےٰ اپنے امر و نواہی کی تعمیل کرنے والوں کا معاون و مددگار رہتا ہے، اور وہ تغیّراتِ زمانہ کے تحت وقتی طور پر مصائب میں مبتلا بھی ہو جائیں تو پھر انہیں نعمتوں اور بخششوں کی فراوانی سے تلافی مافات فرما دیتا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! نعمت و حشمت ایک وحشی جانور کی مانند ہے اسے حمد و شکر کے ساتھ مقید کرو پس دولت و نعمت کا شکر یہ ہے کہ اس کے باعث مغرور و متکبر ہو کر خلقِ خدا کو کسی قسم کی ایذا نہ پہنچائے، اسراف نہ کرے، دولت کے انفاق میں حدودِ الٰہی سے تجاوز نہ کرے، فسق و فجور اور محرّمات میں نہ پڑے۔ اللہ کی طرف سے جو حقوق العباد معیّن ہیں۔ وہ خلوص کے ساتھ ادا کرے، دیانتداری کے ساتھ مکمل زکوٰۃ نکالے، غربار اور مساکین میں صدقہ و خیرات کرتا رہے اہلِ حاجات اور مصیبت زدہ لوگوں کے ساتھ لطف و کرم اور ہمدردی سے پیش آئے، مظلوم کی دادرسی کرے اور اپنے اعضار و جوارح کو محرّمات و سیئات سے محفوظ رکھے۔ یہ تمام اعمال شکر نعمت اور اضافۂ نعمت کا باعث ہیں، اور ان کی پیروی کرنے والا بہشت میں انبیار، صدیقین اور اولیار اللہ کا قرب پائے گا۔ اس کے علاوہ اسے دنیا و عقبیٰ میں عزت و آبرو کے بلند درجات حاصل ہوں گے۔ لیکن اس کے برعکس اگر بندہ نے کفرانِ نعمت کیا، اور دولت و حشمت کے باعث غفلت و معصیت میں پڑ گیا۔ تو اس کے لئے

دونوں جہان میں ذلت ورسوائی ہے۔ اور اللہ کا غضب اُس پر مستولی رہتا ہے لیکن بایں ہمہ یہ حقیقت یاد رہے کہ مصائب و آفات انسانوں کی زندگی میں ہمیشہ غفلت و معصیت اور کفران نعمت کے باعث ہی رونما نہیں ہوتے، بلکہ ان کے کچھ اور اسباب بھی ہوتے ہیں، مثلاً مصائب و آلام کا واضح سبب تو یہی ہے کہ وہ انسان کے اپنے گناہوں اور شامل اعمال کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اور اُن سے اس کی تہذیب و تادیب اور توجہ و مغفرت مقصود ہوتی اور اللہ تعالے چاہتا ہے کہ وہ گمراہی اور غفلت و نافرمانی کو چھوڑ کر صراطِ مستقیم پر آجائے۔ لیکن مصائب و آفات کا دوسرا سبب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے بعض مقرب و برگزیدہ بندوں کی زندگی میں بطور ابتلا وارد ہوتے ہیں، اور اللہ تعالےٰ ان کے ذریعہ اُن بندوں کے ایمان و یقین اور صبر و توکل کا امتحان لیتا ہے اور پھر ان مصائب و آفات کے باعث ان کے ایمان و توکل کو محکم تر فرماتے ہوئے دنیا و عقبیٰ میں ان کے درجات بلند فرماتا ہے، اور انھیں شدائد و آلام کی وجہ سے اجرِ عظیم عطا فرماتا ہے، اس نوع کے برگزیدہ بندے، انبیاء کرام، صدیقین اولیاء، اللہ ہوا کرتے ہیں۔ وہ اہل حالات و مقامات ہوا کرتے ہیں۔ اُن کا یقین و ایمان اور توکل بھی عامۃ المسلمین سے بدرجہا محکم و توانا ہوتا ہے اور اُن پر مصائب کے ذریعہ بھی ذات و صفاتِ الٰہیہ اور حقیقت

ومعرفت کے ابواب کھلتے رہتے ہیں، اور کائنات کی روح ان پر روشن تر ہوتی چلی جاتی ہے، اللہ تعالےٰ نے ابتلا کے باعث اُن پر توحید کے اسرار واضح فرمائے اور انہیں شرکِ جلی اور شرکِ خفی کے مفاسد سے پاک رکھا، پھر جب ان کا باطن انوارِ قدسیہ سے معمور ہو گیا اور وہ مقرب بارگاہ ہو گئے۔ تو انہیں دنیا و عقبیٰ میں دیگر تمام اولاد آدم پر خاص امتیاز عطا فرمایا، اور ان کے درجات کو اُمتوں سے بلند تر کیا۔ اور اس ابتلاء کی علامت جو انسان کو گناہوں سے پاک و صاف کرتا ہے، یہ ہے کہ اس کے دوران مومن کی حیات میں صبر جمیل پایا جاتا ہے۔ اور وہ لغویات سے بیزار ہو کر ذکر و فکر میں مصروف رہتا ہے۔ نیز مصائب کے باعث مضطرب نہیں ہوتا۔ اور نہ مخلوقات کے سامنے اپنی مصیبتوں اور پریشانیوں کا تذکرہ کرتا پھرتا ہے، بلکہ استغناء کی اختیار کر کے اپنی حاجات ضروریات اللہ تعالےٰ کے حضور پیش کرتا ہے اور اُس سے اعانت کا خواستگار ہوتا ہے، اور اس کے علاوہ جو ابتلا بلندی درجات و مقامات کے لئے ہو اس کی علامت یہ ہے کہ مشیّتِ الٰہی کے ساتھ موافقت پائی جائے، نفس ذکرِ الٰہی میں قرار و سکون پائے اور غیر اللہ سے اپنی توجہ منقطع کر کے بندہ اپنے تمام جو اس کے ساتھ فنا فی الذات ہو جائے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ ابتلا کی یہ حالت انبیاء اور برگزیدہ اولیاء اللہ

کے ساتھ خاص ہے، اور وہی لوگ اس کے تقاضے بجا لا سکتے ہیں جنھیں خصوصیت سے تائید و نصرت الٰہی ارزانی فرمائی جائے، ہر کس و ناکس ایسے ابتلا کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ پس اس ضمن میں خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اصحاب عسر مصائب و نوائب میں مبتلا ہو کر اپنے پروردگار کے خلاف شکوہ و شکایت نہ کریں، بلکہ یقینِ محکم سے اس پر کامل توکل رکھیں، اور اصحاب یُسر دولت و ثروت میں غفلت و عصر کیشی، ظلم و عدوان اور فسق و فجور اختیار نہ کریں۔ بلکہ کفرانِ نعمت کی بجائے ذکر و طاعت اور حمد و شکر پر عمل پیرا ہوں۔

(مقالہ نمبر ۴۶)

حدیث قدسی جسکو میرے ذکر نے سوال سے باز رکھا

حضرت قطب ربانی رح نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالےٰ ایک حدیث قدسی کے ذریعہ ارشاد فرماتا ہے "جس شخص کو میرے ذکر نے مخلوقات کے سامنے سوال کرنے سے باز رکھا میں اُس شخص کو اس سے بہت زیادہ عطا کرتا ہوں جتنا کہ میں سوال کرنیوالوں کو دیتا ہوں"۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ جب اللہ تعالےٰ کسی مومن کو اپنا محبوب و برگزیدہ بنانے کا ارادہ کرتا ہے، تو اُس کو مختلف احوال میں مبتلائے مصیبت کر کے آزماتا اور روحانی و باطنی ارتقاء عطا فرماتا ہے، مثلاً جب بندہ مصائب و آفات میں محصور ہوتا ہے، تو عقیدہ و مزاج کی ابتدائی خامیوں کے باعث اپنے حقیقی مشکل کشا اور قاضی الحاجات کی بجائے مخلوقات کی جانب رجوع کرتا ہے، اور مختلف انداز میں لوگوں کے سامنے سائل ہوتا ہے لیکن چونکہ استمداد کا یہ طریقہ توحید اور منشائے فطرت کے خلاف ہے لہٰذا بندہ کی مصیبت و پریشانی رفع نہیں ہوتی۔ اور آخر کار مخلوقات سے منحرف اور بیزار ہو کر وہ اپنے خالق کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے، اور اس کے ذکر اور حمد و ثنا میں محو ہو کر اُس سے اپنی حاجات عرض کرتا ہے، دراں حالیکہ غیر اللہ کا تصور بھی پاس پھٹکنے

نہیں دیتا۔ توحید کی حقیقت و ماہیت پا لینے کے بعد اس درجہ پر اُس کا حافظ و ناصر اور معاون و مددگار اللہ تعالےٰ ہوتا ہے۔ یہی ہیں قرآن حکیم میں اس آیۂ شریفہ کے معنے اسے بھی اقرباد بجے کہ میرا مولا اور والی اللہ ہے، جس نے قرآن نازل فرمایا، اور وہ تمام صالحین کا متولی ہے اور اس وقت بندہ کی چشیاں بیں حدیث قدسی جس شخص کو میرے ذکر نے مخلوقات کے سامنے سوال سے باز رکھا۔ از روئے مشاہدہ محقق و درست ثابت ہوتا ہے، یہ وہ توحید کل اور حالت محویت فی الذات ہے جو اولیار اور ابدال کا خاصہ ہے، یہاں بندہ کو تکوین یعنی خلقت و پیدائش اشیار کی قوت عطا فرمائی جاتی ہے، اور باذنِ الٰہی اس کے حکم کن سے عجائب و غرائب ظہور میں آتے ہیں۔ اور وہ خلقِ خدا کا ملجیٰ و ماویٰ ہو جاتا ہے، اُسے انشراحِ صدر حاصل ہوتا ہے، اور اُس کا ذکرِ خیر دونوں جہان میں بلند ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی بعض کتابوں میں اس کا ارشاد موجود ہے کہ اے بنی آدم! میں اللہ ہوں۔ میرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہیں جس شے کو کہہ دیتا ہوں کہ "ہو جا" وہ فوراً ہو جاتی ہے۔ پس میری وحدانیت میں فنا ہو کر تو بھی جس شے کو کہہ دے گا کہ ہو جا، وہ میرے اذن سے فوراً ہو جائے گی

مقالہ نمبر ۴۷

قرب الٰہی کی ابتدا اور انتہا

حضرت قطب ربانی رح نے ارشاد فرمایا۔" ایک بوڑھے شخص نے خواب میں مجھ سے سوال کیا وہ کیا چیز ہے جس کے ذریعہ بندہ اللہ تعالٰی سے قریب ہو جائے؟ میں نے جواب دیا" قرب الٰہی کے لئے ایک ابتدا ہے، اور ایک انتہا، اس کی ابتدا ورع یعنے تقویٰ اور پرہیزگاری ہے اور اس کی انتہا تسلیم و رضا اور توکل ہے

مقالہ نمبر ۴۲

مدارجِ عبادت

حضرت قطب ربانی رحنے ارشاد فرمایا "مومن کو چاہئے کہ فرائض سنتوں اور نفلوں کو اپنے اپنے درجہ پر رکھو، اور بتدریج ان کی تعمیل کرے۔ کسی بھی موضوع عبادت پر یہ ہرگز نہیں ہونا چاہئے کہ فرائض سے پہلے سنتیں، اور سنتوں سے پہلے نوافل اختیار کئے جائیں۔ ہر مسلمان سب سے پہلے فرائض ادا کرے، اور جب ان سے فارغ ہو تو سنتیں ادا کرے، اور سنتوں سے فارغ ہو تو نوافل میں مشغول ہو۔ اور جب تک ایک شخص فرائض سے اچھی طرح فارغ نہ ہولے سنتوں میں مشغول ہونا جہالت و حماقت ہے، اور سنتیں ادا کرنے سے پہلے نوافل میں مصروف ہونا گمراہی ہے جو بھی عبادت ان مدارج کی باقاعدہ تعمیل کے خلاف ہوگی وہ درگاہِ خداوندی میں مردود نامقبول ہوگی۔ اُس شخص کی مثال جو فرائض سے بیشتر سنتیں یا سنتوں سے بیشتر نوافل میں مشغول ہو ایسی ہے کہ کوئی بادشاہ اپنے کسی ماتحت کو اپنے حضور طلب کرلے اور وہ شخص بادشاہ کے حضور حاضر ہونے کی بجائے بادشاہ کے کسی وزیر کی خدمت میں جا کھڑا ہو، آنحضرت ؐ نے ارشاد فرمایا جو شخص فرائض کو چھوڑ کر نوافل میں مشغول ہو جائے، اس کی مثال اُس حاملہ عورت کی ہے،

جس کی مدت حمل ختم ہو چکی ہے۔ اور نفاس کا وقت قریب آگیا ہو۔ اور اس حالت میں وہ اسقاط حمل کر دے، پھر وہ نہ صاحب حمل رہی۔ اور نہ صاحب اولاد اسی طرح اللہ تعالےٰ کسی نمازی کی نوافل کو قبول نہیں فرماتا۔ جب تک وہ فرائض کو ادا نہ کرلے۔ اور نمازی کی مثال ایک تاجر کی سی ہے کہ جب تک وہ راس المال نہیں رکھتا، اُسے نفع نہیں مل سکتا۔ یہی کیفیت اُس شخص کی بھی ہے جو سنتوں کو چھوڑ کر نوافل میں مشغول ہوا حالانکہ فرائض اور سنتوں کی موجودگی میں نوافل اتنی اہمیت نہیں رکھتے بلکہ وہ بہرکیف ایک اختیاری عمل کی حیثیت رکھتے ہیں بندہ ان کی ادائیگی کے لئے مامور و مکلّف نہیں ہے اسی بنا پر روزہ اور زکوٰۃ کو قیاس کر لو یعنی فرض روزے چھوڑ کر نفلی روزے اختیار کرنے جہالت و ضلالت ہوگی اور اسی طرح زکوٰۃ کی مکمل ادائیگی کئے بغیر جو فرض کی حیثیت رکھتی ہے، نفلی صورت میں عام صدقہ و خیرات کرنے پھرنا جہل و بددیانتی ہے۔ اور اللہ کی درگاہ میں مردود و نامقبول ہے پس مومن کو چاہئے کہ فرائض کی اوّلیت و اہمیت کو کبھی فراموش نہ کرے محرماتِ ترکیہ سے پرہیز کرے۔ اور اللہ کے ساتھ مخلوقات میں سے کسی کو شریک نہ ٹھہرائے نیز مخلوقات کی خوشنودی اور لحاظ ملاحظہ میں اوامر الٰہی کی خلاف ورزی ہرگز نہ کرے کیونکہ آنحضرت ؐ نے بطور اصول ارشاد فرمایا لَا طَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ۔ یعنی مخلوقات میں سے کسی کی ایسی اطاعت و فرمانبرداری جائز نہیں جس سے اللہ تعالےٰ کی نافرمانی اور عدول حکمی ہوتی ہے۔

مقالہ نمبر ۴۹

نیند اور اکلِ حرام کی مذمت

حضرت قطب ربانی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:"جس شخص نے جاگنے اور آگاہی پر نیند کو ترجیح دی، وہ دونوں جہان میں خسارہ پانے والا ہے کیونکہ نیند کو موت کی بہن قرار دیا گیا ہے، اور نیند جب مناسب اندازہ سے زیادہ ہو تو وہ غفلت و سکر کی علامت ہے، اور مومن کو ذکر الٰہی اور نیک اعمال سے باز رکھتی ہے، نیز نیند کی کثرت سے دل سخت اور تاریک ہو جاتا ہے، فطری اور روحانی حیات اس سے زائل ہو جاتی ہیں اور لغویات کی جانب میلان کرنے لگتا ہے اسی لئے نیند تو درکنار اونگھنے کو بھی اللہ تعالےٰ سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ وہ تمام سفلی نقائص سے مبرا ہے، اور اسی طرح فرشتوں پر بھی نیند حرام ہے، کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ سے قریب ہیں۔ اور اسی طرح اہل جنت سے جب کہ وہ بلند رتبہ ہوں گے نیند کو کوئی تعلق نہ ہوگا۔ پس ایک مومن کیلئے ضروریات سے زیادہ نیند شقاوتِ قلب اور غفلت و معصیت کا باعث ہے اور اس کے برعکس جاگتے ہوئے ذکر و عبادت اور خدمت خلق اللہ اس کے لئے دنیا و عقبیٰ میں فلاح و بہبود کا باعث ہے پس جو شخص مناسب اندازہ سے زیادہ محض خواہش نفس سے سونے کا التزام کرے گا۔ اس نے ایسی ایسی

نیکیاں اور ایسے ایسے اچھے کارنامے فوت ہو جائیں گے، کہ پھر وہ کبھی ان کی تلافی نہ کر سکے گا یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء صدیقین اور اولیاء اللہ اپنی زندگی میں بہت کم سوئے ہیں۔ اور بہت زیادہ جاگے ہیں، اور جاگ کر ذکر و عبادت تبلیغ دین اور خدمت خلق اللہ سے ایسے بلند روحانی مراتب پائے ہیں، کہ نیند سے ہرگز نہ پا سکتے تھے۔ جو شخص بیدار رہ کر ذکر الٰہی کا التزام کرتا ہے، اُس کا قلب بھی ہمیشہ بیدار و تابندہ رہ کر اُسے حیاتِ طیبہ سے متمتع کرتا ہے، بنا بریں صحیح معنوں میں بیدار رہنے کیلئے حرام سے بھی احتراز کرو کیونکہ حرام قلب و دماغ دونوں کو تاریک کر دیتا ہے، اور جب قلب تاریک و زنگ آلود ہو جائے تو عبادات کی قبولیت بھی مشتبہ ہو جاتی ہے پس حیاتِ قلب معرفت اور ذکر و سرور کے لئے اکلِ حلال لازمی چیز ہے، حرام سراپا شر ہے تو حلال سراپا خیر ہے، اور اس سے مومن پر ذات و صفات کے اسرار واضح ہوتے ہیں۔ پھر امرِ الٰہی کے بغیر اکلِ حلال میں بھی اسراف سے کام لے تو نیکی کی بجائے معصیت کی صورت اختیار کر لیتا ہے، کیونکہ اُس سے غفلت و سکر کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، اور وہ زیادہ نیند لاتا ہے، ہاں اکلِ حلال بھی ہو تو اعتدال کے ساتھ، تاکہ کسی صورت معصیت نہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا! "اے میرے مومن بندو! میرا عطا کیا ہوا رزق حلال کھاؤ اور پیو لیکن اسراف مت کرو۔"

مقالہ نمبر: ۵

قربِ الٰہی کا حصول

حضرت قطب ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے تیرا تعلق اور معاملہ دو صورتوں میں ہو سکتا ہے، ایک تو یہ کہ تو اللہ سے واصل و قریب ہو، دوسرے یہ کہ تو اللہ سے غائب و بعید ہو۔ اگر تو اللہ سے بعید ہو، تو تجھ پر فرض عاید ہوتا ہے، کہ اس سے قریب ہونے کیلئے مخلصانہ طور پر جد وجہد کرے، اور اُن اسباب کی تحقیق کرے جو تجھے اپنے خالق و پروردگار سے بعید رکھے ہوئے ہیں۔ پس غفلت و سستی سے کام نہ لے۔ بلکہ اللہ سے بعد و فصل رفع کرنے کے لئے اخلاص اور حسنِ نیت کے ساتھ کوشش کر۔ قربِ الٰہی پانے کا ایک ذریعہ یہ ہے کہ تو نفسِ امارہ کے اتباع سے احتراز کر، اور محرمات و شہوانیات کو بالکل چھوڑ دے، دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے سابقہ گناہوں پر نادم ہو، اور صدق دل کر توبہ کر کے فرائض و اوامر الٰہی کی پیروی اختیار کر۔ ذکرِ الٰہی اور اتباعِ شریعت کیساتھ ہی ساتھ اہل اللہ کی صحبت بھی قربِ الٰہی کے حصول کیلئے نہایت مفید ہے۔ جب ریاضت اور مجاہدہ اور تزکیۂ باطن سے تجھے قرب خداوندی حاصل ہو جائے گا۔ تو اُس وقت تو جس چیز کی آرزو کریگا۔ وہ تجھے عطا فرمائی جائیگی۔ اور تجھے روحانیت میں حکمت کبریٰ اور کرامت عظمیٰ حاصل ہو گی اور تو

اس وصل باللہ لوگوں میں سے ہو جائے گا۔ جن کو اللہ تعالیٰ کی بخشش ورضا اور عطیات نے کبھی رنجیدہ وافسردہ خاطر نہیں ہونے دیا۔ پس اپنے کسی حال پر مغرور نہ ہو، اور آداب خدمت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کر۔ ورنہ تیرے احوال میں اس ظلم وجہل کا احتمال ہے، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیۂ شریفہ میں فرمایا۔ ہم نے اپنی امانت یعنی دستورِ شریعت کو آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا، لیکن انھوں نے یہ بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا، اور اس سے خوفزدہ ہو گئے، لیکن انسان نے اس امانت کو بے دھڑک اٹھا لیا بلاشبہ انسان اپنے فرائض وذمہ داریوں کی تعمیل نہ کرنے کی صورت میں ظالم اور جاہل ہے۔ بس چاہئے کہ تو نے خواہشاتِ نفسانی سے جن چیزوں کو رضائے الٰہی کے لئے چھوڑ دیا۔ انکی طرف دوبارہ مائل نہ ہو، اور اُن سے اپنے قلب ودماغ کی حفاظت کر۔ نیز فنا فی اللہ ہو کر اوامر الٰہی کی طاعت کا ملہ اختیار کر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کائنات میں جو کچھ ہے، اُس سے غافل وبے خبر ہو جا اور اپنی ضروریات ومطالبات میں اللہ کے سوا اور کسی جانب رجوع نہ کر۔ نیز دنیا کے مصائب وآلام کو بھی اللہ کی جانب سے ایک تازیانہ عبرت سمجھ جس سے تیری تہذیب وتادیب مقصود ہے، کیونکہ جب بندہ میں اخلاص اور رجوع الی اللہ کا جذبہ ہو تو ہر واقعہ اور ہر حالت اس کو اللہ تعالیٰ کے وصل وقرب میں نہایت معاون ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے "تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا، اور میرا شکر بجا لاؤ۔ ناشکری نہ کرو۔"

مقالہ نمبر ۱۵

غیر اللہ سے منقطع ہونیکا ثواب

حضرت قطب ربانی رح نے ارشاد فرمایا "جو شخص اپنی ہستی کو ذکر و عبادت کے لئے وقف کرتے ہوئے مخلوقات سے اعراض کرے اور فنا فی اللہ ہو جائے اسے دیگر مومنین سے دوہرا اجر و ثواب عطا فرمایا جائے گا۔ ایک تو خالصتاً رضائے الٰہی کیلئے دنیا کو ترک کر دینے کے باعث اور دوسرا خود کو ذکر و عبادت کے لئے وقف کر دینے کی وجہ سے اُس حالت میں جبکہ وہ خود کو ذکر و عبادت کے لئے وقف کر چکا ہو، اس پر خدا کی نعمتیں و عطیات بسیط کر دیئے جاتے ہیں، اور وہ زمرۂ ابدال و اولیاء اللہ میں داخل کیا جاتا ہے، پھر جب وہ عارف باللہ شخص قبول نعم من جانب اللہ کا حکم بجالاتا ہے اور اپنے لئے امرِ الٰہی جاری ہونے کے سبب اُن نعمتوں سے ملتبس و مشغول ہوتا ہے، اور ان میں دلچسپی و انہماک رکھتا ہے، بغیر اُسکے کہ اُن میں غفلت و معصیت یا شرک کی صورت میں آلودہ ہو، تو اُس کو ایسی دلچسپی و مشغولیت کے سبب بھی دوہرا ثواب دیا جاتا ہے، کیونکہ اُس نے جذبۂ شکر گزاری سے اللہ کی نعمتوں کا استقبال کیا، اور انھیں قبول کرنے میں غرور و تکبر نہیں برتا۔ یہ خوشنودی کسے امر الٰہی کی بجاآوری کی یہاں کسی طرف سے یہ اعتراض ممکن ہو سکتا ہے کہ جب ایسا شخص دنیا اور اُس کے اسباب

کو کلی طور پر ترک کر کے فنا فی اللہ ہو چکا، اور اس بنا پر اسے ابدال اور برگزیدہ اولیاء اللہ میں شمار کیا گیا تو پھر اموال و اسباب دینوی کے ظہور پر وہ ان میں محو و منہمک کیوں ہو، حالانکہ یہ چیز اس کے مزاج اور مذہب و مشرب کے خلاف ہے تو ہم اس کا جواب دے چکے ہیں کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ یعنی تمام عمل نیتوں پر مبنی ہوا کرتے ہیں) کے اصول پر اس کا دینوی نعمتوں میں دلچسپی لینا اور منہمک ہونا بھی امر الٰہی کے تحت استقبال نعمت اور شکرِ نعمت کے لئے ہوگا کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا" اگر تم میری نعمتوں کا شکر بجالاؤ گے تو میں تمہیں زیادہ نعمتیں عطا کروں گا" نیز فرمایا" اے پیغمبر! جو نعمتیں تجھے اللہ تعالیٰ کیجانب سے حاصل ہوں، اُن کا اظہار کر، اور ان کا شکر بجالا" پس یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ اللہ تعالےٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو قبول کرنے اور ان میں دلچسپی لینے یا انہیں استعمال کرنے سے جب کہ وہ شخص غفلت و معصیت میں بھی مبتلا نہیں ہوتا اس شخص کی روحانی و باطنی عظمت اور عشق و عرفانِ الٰہی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے یہ اجر و ثواب اُس کو پہنچایا، اور اپنے لطف و احسان سے اُس کی پرورش فرمائی۔ کیونکہ اُس نے رضائے الٰہی اور تعمیل اوامر کی خاطر نفس کی پیروی کرنے سے احتراز کرتے ہوئے خود کو ذکر و فکر کے لئے وقف کر دیا تھا۔ وہ اس حالت میں شیر خوار بچہ کیطرح معصوم ہو چکا ہے، جسے اپنے نفس کے تقاضوں سے کوئی تعلق نہیں اور جسے خدا کے فضل اور والدین کے ذریعہ پہنچنے والے رزق سے نعمت و طمانیت میں رکھا گیا ہے، پھر جب اللہ تعالےٰ نے اسے نفس کی الجھنوں سے

آزاد کر دیا، تو مخلوقات کے دلوں کو اس کی طرف مائل اور مہربان فرمایا اور محبت و شفقت کو اُن کی محبت و شفقت میں ظاہر فرمایا۔ پھر ہر شخص اس کے ساتھ احسان و مروت سے پیش آتا ہے، اور اللہ کے رضامند ہونے کے باعث تمام مخلوقات اُس سے رضامند ہوتی ہے، اور اس کی خدمت و مدد کرتی ہے، پس ہر اُس شخص کو یہ دوہرا اجر و ثواب عطا فرمایا جائے گا۔ جو غیر اللہ سے منقطع ہو کر یکسوئی کے ساتھ ذکر و فکر خداوندی میں منہمک ہو جاتا ہے، اور ایسا بندہ دنیا و عقبیٰ میں ہمہ وقت اللہ سے واصل و قریب ہے، اس سے ہر قسم کی تکلیف و اذیت دُور رکھی گئی ہے، اور کائنات کی تمام چیزوں کو اس کی خدمت کا حکم صادر کیا گیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر حال میں اس کا معاون اور کفیل و مشکل کشا ہو چکا ہے اس بنا پر کہ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ۔ یعنی جو شخص اللہ کا ہو جاتا ہے، اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے آں حضرت کی زبانی فرمایا " اے نبیؐ! کہہ اللہ میرا مددگار ہے، جس نے اپنا مقدس کلام مجھ پر نازل فرمایا، اور جو تمام صالحین کو محبوب رکھتا ہے۔

(مقالہ نمبر ۵۲)

اولیاء اللہ کے ابتلاء کا سبب

حضرت قطب ربانی رح نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالےٰ اپنے بعض محبوب اور برگزیدہ اور بندوں کو مصائب و شدائد میں اس لئے مبتلا فرماتا ہے کہ وہ مخلوقات سے بیزار و برگشتہ ہو کر اس کی طرف زیادہ سے زیادہ رجوع کریں، اور اس سے دعائیں مانگیں کیونکہ وہ ان کی دعاؤں اور عرض حاجات کو نہایت پسند فرماتا ہے، اور اُن کے سوالات کی قبولیت و اجابت کو دوست رکھتا ہے، تاکہ اپنے جود و کرم کو انتہائی وسعت و فیاضی کے ساتھ اُن پر صرف فرمائے۔ جب ایسے برگزیدہ اولیاء اللہ تعالےٰ کے حضور عرض حاجات کرتے ہیں۔ تو خود اللہ کا جود کرم بھی اللہ سے اجابت و قبولیت دعا کا تقاضا کرتا ہے چنانچہ دُعا قبول ہو جاتی ہے۔ لیکن بعض اوقات عدم قبولیت کے باعث نہیں بلکہ کسی مصلحت الٰہی کے تحت اُس کی تکمیل میں تاخیر بھی ہو جاتی ہے جو مومنین کے لئے اضطراب کی وجہ نہیں۔ پس ہونا یہ چاہئے کہ بندہ مصائب کے دوران ذکر الٰہی کا التزام کرے، اوامر و نواہی کی پیروی اختیار کرے، اور اپنی حاجات و ضروریات اللہ تعالےٰ کے حضور پے در پے عرض کرے کیونکہ اُسی نے ارشاد فرمایا۔ اُدْعُونِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ "تم میرے حضور اپنی حاجات و ضروریات

عرض کروں میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا؛ نیز بندہ مصیبت واذیت کے زمانے میں عجز وتضرع اور خشوع وخضوع کو ہرگز نہ چھوڑے بلکہ اس پر مداومت کرے، کیونکہ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے، بعض اوقات اللہ تعالےٰ مصائب وشدائد ہی کے ذریعہ مومن سے متواتر دعائیں کرانا چاہتا ہے، اور غفلت ومعصیت کو اُس سے دُور کر کے اپنا مقرب وپسندیدہ بنانا چاہتا ہے۔

(مقالہ نمبر ۵۳)

رضائے الٰہی کا مطالبہ

حضرت قطب ربانی رحؒ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالےٰ سے اُس کی رضا طلب کرو، اور اس کی خوشنودی کے لئے نفسِ امارہ کی خواہشات کے اتباع سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ جو شخص رضائے الٰہی میں فنا ہوا حقیقی بقا اسی نے پائی۔ اپنی خواہشات اور اپنے ارادوں کو رضائے الٰہی کے تابع کرنا ہی دُنیا میں "راحت کبریٰ" اور "جنت عالیہ" ہے اور یہی قربِ الٰہی پانے کا سب سے پہلا اور بہتر ذریعہ ہے، پھر جو شخص اللہ تعالےٰ کی رضا میں فنا ہوا۔ اور اپنی خواہشات اس کے اوامر کی تعمیل کے لئے چھوڑ دیں اُس پر دنیا و عقبیٰ میں ہر قسم کا عذاب حرام ہو گیا۔ نیز جو شخص اللہ کی خوشنودی کا مطالبہ کرتا ہو اور اُس کی رضائے چاہے، اسے یہ بھی لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیئت کے تحت جو نعمتیں اور جو رزق اسے عطا فرماتا ہے اس پر شکر گزار ہو، اور دیگر خلقِ خدا کے حقوق ہرگز غصب نہ کرے اور نہ کسی قسم کے ظلم یا بد دیانتی سے اُن کا وہ رزق اور وہ چیزیں چھیننے کی کوشش کرے جو اُن کے مقدر میں ہیں، اور جو اللہ تعالےٰ انھیں عطا فرمانا چاہتا ہے۔ کیونکہ حقوق العباد کا کسی طرح بھی غصب کرنا مشیت الٰہی میں دخل دینا ہے، اور صریحاً شرک ہے، جو اللہ تعالےٰ کے نزدیک ناقابلِ عفو

ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا" ایک دوسرے کے اموال واملاک اور جائداد کو باطل ذرائع سے غصب مت کرو" یہ واضح اور بنیادی اصول ہے، جس کے پیش نظر ہر ممکن بد دیانتی کی تردید ہو جاتی ہے نیز اللہ کی رضا چاہنے والے کو چاہیئے کہ وہ ذکر وعبادات میں اخلاص کو اس کی مکمل صورت میں اختیار کرے۔ اخلاص صرف یہی نہیں کہ جملہ عبادات میں ریا کاری سے اجتناب کیا جائے، اور ہر عبادت رضائے الٰہی کے لئے ہو بلکہ اخلاص کا ایک اہم تقاضہ یہ بھی ہے کہ کوئی بھی عبادت، خواہ وہ فرائض کی حیثیت رکھتی ہو یا نوافل کی بجالاتے وقت اللہ تعالےٰ سے اجر و ثواب یا معاوضہ کی خواہش نہ رکھے، بلکہ عبادت کا مقصد صرف رضائے الٰہی اور طاعتِ احکام الٰہی ہو جن اہل اللہ اور اولیاء وصوفیاء نے توحید کی حقیقت و ماہیت کو پالیا ہے، وہ ہر ایسی عبادت کو شرک سمجھتے ہیں۔ جو اللہ سے معاوضہ اور اجر کی نیت کے ساتھ بجالائی جائے، ذکر وعبادت اور اتباعِ احکام کے لئے اجر و ثواب عطا فرمانا اللہ تعالےٰ کے لطف وکرم اور بذل وعطا کا تقاضہ ہے ایسی نیت نہیں رکھنی چاہیئے، ورنہ توحید کی نفی ہوگی۔ تمام عبادات اللہ کی جانب سے ہیں، اور اگر ہم وہ عبادات بجالاتے ہیں، اور اُس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں، تو وہ بھی سراسر اسی کی توفیق اور تائید و نصرت سے تعمیل اوامر کے لئے جو صحت و قوت اور ہمت و توفیق درکار ہے وہ بھی تو اُسی کی عطا کردہ ہے، پس عبادات کے لئے اجر و جزا طلب کرنے

سے بہتر یہ ہے کہ بندہ زیادہ سے زیادہ حمد و شکر بجالائے، تاکہ اللہ کی جانب سے نعمتوں میں اضافہ ہو، اور وہ دنیا و عقبیٰ میں سعادت و برکت کا موجب ہوں پس اگر تو رضائے الٰہی کا خواستگار ہے، اور اللہ تعالےٰ کا مغضوب و معتوب نہیں ہونا چاہتا، تو لوگوں کے قدرتی حقوق کو کسی بھی ذریعہ سے غصب مت کر کیونکہ جو لوگ اللہ کے دیئے رزق پر شکر گذار نہ ہوتے ہوئے دوسروں کے حقوق ظلم و تعدی سے غصب کرتے ہیں، وہ دونوں جہاں میں ذلت و خسارہ پانے والے ہیں، نیز ایسے غاصب لوگوں کی وہ تمام نیکیاں جو انھوں نے کی ہوں گی بالکل ضائع کر دی جائیں گی۔ یہ بدترین مخلوق ہیں، اور حسب کلام اللہ انہی کو ظالم و جاہل قرار دیا گیا ہے جو عقل و بصیرت سے بالکل جاری ہیں اگر وہ اللہ تعالےٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر رضامند رہے اس کا شکر بجالائے اور دیگر خلقِ خدا کے حقوق ناجائز طور پر غصب نہ کرتے تو یقیناً حسبِ آیۂ شریفہ لئن شکرتم لازیدنکم ان کے رزق میں بہت اضافہ کیا جاتا اور ان کی مرادیں قبول کی جاتیں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اور تمہیں ان لوگوں میں سے کر دے جنھوں نے ذکر و طاعت سے رضائے الٰہی کا مطالبہ کیا، اللہ کے عطا کردہ رزق پر شکر گذار ہوئے اور حسبِ شریعت اپنے حفظِ حال کے لئے اللہ کی توفیق و نصرت کے خواستگار رہے۔

(مقالہ نمبر ۵۴)

زہد و تقویٰ کی تشریح و توضیح

حضرت قطب ربانی رحنے ارشاد فرمایا "جو شخص عقبیٰ میں اپنی فلاح و بہبود چاہتا ہو اُسے چاہیئے کہ نفس اور اسباب دینوی کی پرستش چھوڑ دے، اور اسی طرح جو شخص اللہ تعالےٰ کی رضا چاہتا ہو، اُسکو چاہیئے کہ عقبیٰ کی خواہشات یعنی اپنے نیک اعمال کی جزا کا تصور چھوڑ دے، کیونکہ یہ توحید کے منافی ہے، جس سے اخلاص پر بُرا اثر پڑتا ہے بالفاظِ دیگر جب تک کسی شخص کے دل میں شہوات و لذاتِ دینوی کی ہوس موجود ہے وہ اپنی عاقبت کو نہیں سنوار سکتا، اور جب تک کوئی شخص عاقبت میں لذات نفسانی مثلاً بہشت و ما فیہا کا خواہشمند ہے وہ خالصتاً دیدار و رضائے الٰہی کا طلب گار نہیں ہے۔ بنابریں ایسے شخص نے ابھی زہد و تقویٰ کی حقیقت و ماہیت نہیں پائی، اور اس کے تقاضوں سے ناآشنا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اشیائے دینوی بہر کیف ہوس و خواہش نفس سے متعلق ہیں، اور نفس شرک کے رجحانات پیدا کرتا ہے پس مومن کو چاہیئے کہ وہ اپنی رغبت و محبت اور انس محبت کو فقط ذاتِ خدا وندی کے لئے وقف کرے، اور نفس کی ایسی ترغیبات سے احتراز کرے، جو انسان کو غفلت اور شرک کیطرف لے جانے والی ہیں اس

طرح نفس کی تمام بُری ترغیبات کا مقابلہ اور خواہشات سفلی سے کنارہ کشی کرنے پر ہی ایک شخص کا زہد وتقویٰ مکمل طور پر پختہ ومعتبر ہو سکتا ہے اور وہ درگاہِ خداوندی میں عزت وقبولیت کا رتبہ پاسکتا ہے جب ایک شخص زہد میں پختہ ہو جائے گا تو پھر اسے حقیقی معنوں میں اطمینان قلب حاصل ہو گا، اس کے تمام مصائب و آلام دفع ہو جائیں گے، اور اللہ کی بے پایاں نعمتیں اس پر کشادہ کر دی جائیں گی۔ جیسا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زہد دنیا میں مومن کے قلب کو سکون واطمینان اور جسم کو راحت دیتا ہے پس یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ جب تک کسی شخص کے دل پر غیر اللہ کا غلبہ رہے گا وہ حقیقی خوشی اور طمانیت نہیں پا سکتا۔ اسی طرح نفسِ انسانی کے کثیف حجاب بھی اس وقت تک نہیں اٹھ سکتے جب تک کہ وہ مکمل طور پر قطع علائق دنیوی نہ کرے۔ پس مومن کو چاہیے کہ زہد فی الدنیا کی تکمیل کے بعد زہد فی الآخرت اختیار کرے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ اپنے زہد و تقویٰ اور ذکر وعبادت کے عوض عقبیٰ میں جنت اور اس میں ذکر کی گئی کسی بھی چیز کا خواہشمند نہ ہو، ورنہ ظاہر ہے کہ اس کی عبادت خالصتاً رضائے الٰہی کے لئے نہیں، بلکہ حور وغلمان وغیرہ کے لئے ہو گی۔ جب مومن زہد فی الآخرت اختیار کرے گا۔ تو اللہ تعالےٰ خود ہی اسے بڑے بڑے عطیات اور نعمتیں عطا فرمانے کے علاوہ اُسے اپنا محبوب ومقرب بندہ بنا لے گا۔

اور اس پر بے نہایت لطف و کرم فرمائے گا، جس طرح کہ انبیاء اولیاء اور عارفین کے ساتھ اس کی سنت و عادت جاری ہے یعنی زہد فی الدنیا اور زہد فی الآخرت کی برکت سے بندہ ظاہری و باطنی ہر دو لحاظ سے عروج و برکت پاتا رہے گا اور اُسے دنیا و عقبیٰ میں ایسی ایسی نعمتیں عطا فرمائی جائیں گی، جنہیں حسب ارشاد نبوی ؐ نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا، اور نہ کسی انسان کے دل میں اُن کا وہم و گمان گزرا اور وہ ایسی ربانی اور الٰہی نعمتیں ہیں۔ جن کے سمجھنے سے انسانی عقلیں قاصر ہیں، اور جن کی تشریح و اظہار عبارات میں ناممکن ہے

(مقالہ نمبر ۵۵)

تکمیلِ ولایت

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا:۔ میں تمہیں لذاتِ نفسانی کو ترک کرنے کے مختلف مدارج بتاتا ہوں۔ اور یہ بھی واضح کرتا ہوں کہ ہوا و ہوس اور نفس امارہ کی پیروی سے مجتنب رہنے پر تکمیلِ ولایت کیونکر ہوتی ہے نفس کی الجھنوں اور پابندیوں سے نجات کے لئے شروع میں انسان خود انتہائی جد و جہد اور قوتِ ارادی سے کام لیتا ہے۔ اور چونکہ لذات و خواہشاتِ نفسانی سے اس کا مزاج مانوس اور عادی ہو چکا ہوتا ہے، لہذا عادات کی بیخ کنی کے لئے اسے نہایت مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ لیکن چونکہ اس کی نیت اور مقصد مبارک ہے، لہذا اللہ تعالےٰ اپنی خاص تائید و توفیق سے اس کے نصرت و اعانت فرماتا ہے فرمایا اللہ تعالےٰ نے وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا یعنی جو لوگ ہمارے وصل اور ہماری رضا جوئی کیلئے جد و جہد کرتے ہیں ہم انہیں اپنا راستہ (صراطِ مستقیم) ضرور دکھاتے ہیں۔" خود رہنمائی فرمانے کے علاوہ اللہ تعالےٰ نفس امارہ کی الجھنوں سے نجات پانے والوں کو اپنے بعض اولیاء اور برگزیدہ بندوں کی صحبت بھی نصیب کرتا ہے، جس کے ذریعہ نہایت موثر طور پر اُن

کا روحانی و باطنی تزکیہ ہوتا رہتا ہے، پھر ایسا بندۂ مومن اپنے نفس سے فانی اور ذات الٰہی کے ساتھ باقی و جاوداں ہو جاتا ہے، وہ تمام حرام و مشتبہ چیزوں سے احتراز کرتے ہوئے جملہ ضروریات زندگی میں حلال و مباح چیزوں کو اختیار کرتا ہے جس سے اس کے ذکر و عبادت کی قبولیت میں بھی کوئی شبہ نہیں رہتا۔ اس طرح شہواتِ نفسانی کی پیروی سے اجتناب کرنے محرمات سے محفوظ رہنے، اور اللہ کی حلال و جائز کردہ چیزوں کو استعمال کرکے ذکر و عبادت میں منہمک رہنے کی برکت سے وہ آستانِ ولایت تک پہنچ جاتا ہے، اور اُسے اہل ہمت و عزیمت اولیاء اللہ اور خواص کے زمرہ میں داخل کیا جاتا ہے جہاں وہ اپنے باطن میں اللہ کی جانب سے یہ آواز سنتا ہے کہ "جب تو نے رضائے الٰہی نفسانی اور دنیوی خواہشات کو چھوڑا، تو عقبیٰ کے متعلق بھی اپنی خواہشات کو چھوڑ دے، اور اخلاص و توحید کے اتمام کے لئے تمام کائنات سے اور اپنی تمام خواہشات سے احتراز کر۔ اور اس کے ساتھ ہر قسم کے شرکیہ و بدعیہ تصورات و رجحانات سے کنارہ کش ہو کر فنا فی التوحید ہو جا۔ پھر خاموشی اور ادب کے ساتھ ہماری بارگاہِ قرب اور مقام صدق میں داخل ہو جا، جہاں تیرے لئے دائمی مسرت و طمانیت ہے، جس میں کوئی غم و تشویش خلل انداز نہیں بس تو اپنے خالق و پروردگار کی رضا اور خوشنودی کے لئے تمام مخلوقات اور لذات نفسانی سے درگزر دائمی اختیار کر۔" ایک مخلص و موحد شخص کو جب یہ مرتبہ

مل جائے تو اس پر اللہ تعالےٰ کی جانب سے علوم و معارف منکشف کئے جائیں گے اور فضل و کرم کے انوار اسے ڈھانپ لیں گے، اور غیب سے خلعتِ الٰہی اسے پہنایا جائے گا۔ پھر اسے تلقین کی جائے گی کہ اللہ تعالیٰ کی ان خاص نعمتوں اور عطیات کا ہر وقت شکر بجالا۔ کیونکہ ان کی ناقدری کرنا ان کے عطا فرمانے والے رازق کی توہین کرنا ہے اس وقت بندہ ذکر و شکر کی افراط کے باعث اپنے ارادہ کے بغیر بھی اللہ تعالےٰ کی رضا، فضل و کرم اور قربِ خاص سے واصل و محظوظ ہو جاتا ہے، پھر اللہ کی نعمتوں اور عطیات کو قبول کرنے کی بھی مختلف حالتیں ہیں ایک تو یہ کہ بندہ محض اپنی ہوس اور خواہش سے انھیں قبول کرے اور یہ مکروہ و ناجائز ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ انھیں حکمِ شریعت کے تحت قبول کرے اور یہ مباح و حلال ہے اس سے بھی بلند تر صورت یہ ہے کہ انھیں ایمائے غیبی اور علمِ باطن کے ساتھ قبول کرے، یہ ترکِ ہوائے نفس اور ولایت کا رتبہ ہے، پھر اس سے بھی بلند دارفع طریقہ یہ ہے کہ اللہ کی تمام نعمتوں اور عطیات کو اپنے خواہش و ارادہ قطعی نفی اور مشیتِ الٰہی کی موافقت سے قبول کرے یہ مرید سے مراد ہو جائے، ابدالیت کو حاصل کر لینے کے برابر اور فعلِ خداوندی کی کامل بعیت ہے جو ولایت کی انتہا ہے۔ پس جو شخص اِس رتبۂ ابدالیت کو پالے حقیقت میں خطاب صالح کا مستحق وہی ہے۔ اور یہی معنی ہیں اس ارشادِ الٰہی کے کہ "اے نبی! فرمایئے کہ میرا محافظ و معاون وہ اللہ تعالےٰ ہے جس

نے اپنا کلام مقدس مجھ پر نازل فرمایا، اور تمام صالحین کا متوفیٰ ہے۔" اس بنا پر متقی اور صالح وہ شخص ہے، جو اللہ تعالیٰ کے امر و نواہی کی مکمل اطاعت کرتا ہے، اور محرمات اور مشتبہات سے پرہیز کرتا ہے اللہ تعالیٰ خود ایسے شخص کی امداد و اعانت اور حفاظت دیکھ و رش کا ذمہ دار ہوتا ہے، ایسا شخص قبض و بسط کی قدرتی کیفیات اور حالات کے نشیب و فراز کو کوئی اہمیت نہ دیتے ہوئے مشیتِ الٰہی کے تحت ہمیشہ خوش و خرم رہتا ہے، اور افعالِ الٰہی کے ساتھ موافقت کرتا ہے، یہی وہ بلند ترین مقام ہے جہاں اولیاء ابدال کے احوال باطن منتہی ہوتے ہیں، جہاں ولایت تکمیل پاتی ہے، اور جہاں بندہ پر ہر وقت انوار و برکات کا نزول ہوتا رہتا ہے۔"

مقالہ نمبر ۵۶

باقی باللہ ہونے کا سبب

حضرت قطب ربانی رح نے ارشاد فرمایا: "جب ایک بندہ مومن مخلوقات اور خواہشاتِ نفسانی سے خواہ وہ دنیا کے متعلق ہوں یا آخرت سے بے تعلق ہو کر اللہ تعالےٰ کی ذاتِ واحدہ میں محو ہو جاتا ہے، اور غیر اللہ کے تصوّرات اپنے قلب و دماغ سے نکال دیتا ہے، تو وہ یقیناً فانی بغیر اللہ و باقی باللہ ہو جاتا ہے، اور یہی توحید کی منتہا ہے ایسے شخص کو اللہ تعالےٰ خود بھی نہایت مقرب و محبوب رکھتا ہے، اور مخلوقات کے دل میں بھی اُس کی عزّت و محبّت کا سکّہ جما دیتا ہے، وہ بندہ اللہ کے ذکر و حمد کو تمام چیزوں پر ترجیح دیتا ہے، اور اس کے فضل عمیم سے صاحب نعمت و ثروت ہو جاتا ہے، اللہ کیجانب سے اُسے مژدہ سنایا جاتا ہے کہ ہم اپنی نعمتوں اور بخششوں کو ہمیشہ تیرے لئے وسیع رکھیں گے، اور تیرے لئے رزق میں کشائش پیدا ہوتی رہے گی، نیز اللہ کا فضل و کرم ہمیشہ تیرے شامل حال رہے گا۔ اُس حالت میں بندہ اللہ تعالےٰ کی اطاعتِ کاملہ اختیار کرتا ہے، اور اسی کے ارادہ کے ساتھ ارادہ اور اسی کی تدبیر کے ساتھ تدبیر کرتا ہے، اور وہی کچھ چاہتا ہے جو اللہ کی مشیئت چاہتی ہے اور ہمہ وجوہ اللہ

کی رضا کے ساتھ رہتا ہے، وہ اللہ کے سوا غیر اللہ کے وجود کو نہ تو وجوداً دیکھتا ہے، اور نہ فعلاً۔ پھر اللہ تعالےٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے اپنی ظاہری و باطنی نعمتیں اس پر اس طرح بسیط کر دیتا ہے کہ اُسے کبھی اُن کا وہم و گمان بھی نہ ہوا تھا۔ اس لئے کہ بندہ کے ذاتی ارادہ و خواہش کے زائل ہوتے ہی ارادۂ الٰہی نے اپنے غیبی معجزات دکھانا شروع کئے اور اُس پر تعمیل توحید کی برکات ظاہر ہونے لگیں۔ اور اب وہ بذاتِ خود اللہ تعالےٰ کا ارادہ بلکہ اس کی مراد بن گیا۔ اب ارادہ و خواہش کو بندہ کی ذات سے کوئی تعلق نہ رہا۔ بلکہ انھیں سراسر ذاتِ خداوندی کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ اور چونکہ اللہ تعالےٰ کا ارادہ بالکل خیر ہے، اور اس میں شر کو کسی قسم کا دخل نہیں، لہٰذا وہ ہر لحظہ اپنے اندر موج دار تغار کی شان رکھتا ہے اور بندہ کے ظاہری و باطنی احوال عروج و بلندی پاتے چلے جاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے آنحضرتؐ کو مخاطب کر کے فرمایا "ہم کسی آیت سے جو کچھ بھی منسوخ یا فراموش کرا دیتے ہیں، تو پھر ہم اس آیت کی مثل یا اس سے بھی بہتر آپ کے پاس لے آتے ہیں کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔ نبی اکرمؐ کو بھی معنوی اور روحانی عروج کا یہ رتبہ اس لئے عطا فرما دیا گیا تھا کہ آپ ذاتی ارادہ و خواہش سے پاک کئے گئے تھے اور خود ہر لحاظ سے مشیتِ الٰہی کا تابع کئے ہوئے تھے، آپ اللہ تعالےٰ کے محبوب و مقرب ہی نہ تھے بلکہ رتبۂ مراد کو پائے ہوئے تھے، جو فنا فی اللہ ہونے سے حاصل ہوتا

ہے چنانچہ آیات سے ثابت ہوا کہ آپ کے افعال درحقیقت اللہ تعالےٰ کے افعال ہوا کرتے تھے، اور جو صحابہؓ حضورؐ کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے، وہ درحقیقت اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے۔ متعدد معجزات اور خوارقِ عادات آنحضرتؐ سے ظہور میں آئے، اور ساتھ ہی اللہ تعالےٰ نے ان معجزات کو حضورؐ کے روحانی عروج و تقدس کا قدرتی نتیجہ قرار دیتے ہوئے فرمایا، "کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے" یعنی آپ کے ارشادات اور اعضاء جوارح سے تقدیراتِ الٰہی کا ظہور ہوتا ہے، اگرچہ کفار اور منافقین ان کو دیکھ کر کتنے ہی متعجب کیوں نہ ہوں۔ پس حقیقت اور حکمتِ دین کے ہر متلاشی کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک ولی کے روحانی و باطنی عوامل کی انتہا ایک نبی کے روحانی و باطنی عوامل کی ابتدا ہے۔ اور ولایت و ابدالیت کے انتہائی رتبہ کے بعد نبوت کے سوا کوئی رتبہ نہیں ہے، پس ہر اس شخص کو جو اپنے باطن کا تزکیہ چاہتا ہو، اور نفس امّارہ کے شر ور سے نجات کا متمنی ہو ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیئے جو فانی بغیر اللہ اور باقی باللہ ہو چکے ہیں، کیونکہ حیاتِ ابدی کا راز یہی ہے۔

اقوال نمبر ۵۷

احوال اولیاء میں قبض و بسط کی وضاحت

حضرت قطب ربانی ؒ نے ارشاد فرمایا: "اولیاء اللہ کو اپنے احوالِ باطن میں کبھی قبض سے سابقہ پڑتا ہے اور کبھی بسط سے اصطلاحِ تصوف میں قبض اس باطنی کیفیت کو کہتے ہیں جو روحانی حجاب و غفلت کا اثر رکھتی ہے، اور جس کے دوران کشف و مشاہدہ کی لذت معدوم ہو کر قلب مومن پر کثافت و انقباض کی حالت طاری ہو جاتی ہے، جو روحانی اور ذہنی طور پر انتہائی پریشانی اور درد و کرب پیدا کرتی ہے لیکن چوں کہ اس کیفیت کا لازمی نتیجہ و مفاد بسط و کشادہ کی کیفیت ہے جو قبض کی ضد واقع ہوتی ہے، لہذا اولیاء اللہ قبض کے ناگوار اور درد انگیز تاثرات کو بخوشی برداشت کر لیا کرتے ہیں۔ پس قبض کی کیفیت اثر و نتیجہ کے لحاظ سے بہر کیف ارتقائے روحانی اور بیش از بیش سکون و اطمینان کا باعث ہوتی ہے، لہذا اس سے مکمل استفادہ کی تلقین کی گئی ہے بنا بریں مشیتِ الہٰی کے ساتھ موافقت کرنا بھی تمام کا تمام بسط ہے۔ پس ولی کے لئے لازم ہے کہ وہ امور تقدیر میں کسی قسم کا جھگڑا نہ کرے، اور عوارض قبض و بسط کے تحت حالات کے تغیرات سے موافقت کرے، اس لئے کہ واقعات و حالات کی تمام حکمتیں اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے جو عالم الغیب ہے،

اور جس کے افعال اور تقدیرات کی کوئی انتہا نہیں۔ اس ضمن میں یہ رمز بھی یاد رہے کہ ایک بندۂ مومن حظوظ ولذّاتِ نفس سے جسقدر اجتناب کرے گا، اور خواہشاتِ سفلی سے جسقدر محترز ہوگا، اُسی تیزی کے ساتھ حالتِ قبض سے نجات پاتے ہو حالتِ بسط حاصل کرتا چلا جائے گا، اس لئے کہ کیفیتِ بسط کا حصول سراسر منحصر ہے، نفسِ امّارہ کی الجھنوں سے خلاصی پانے پر جب ایک ولی کا باطن حظِ نفس سے بالکل پاک ہوگیا، اور اُس میں اپنے خالق و پروردگار کے سوا کچھ باقی نہ رہا تو بسط بھی اپنے مکمل روحانی و سرمدی کوائف کے ساتھ جلوہ گر ہوگا۔ پھر اُس برگزیدہ بندے کو اللہ تعالےٰ کیفیت بسط سے متمتع کرتے ہوئے اس سے کرامات اور خوارقِ عادات ظاہر فرمائے گا۔ پس خواہشاتِ سفلی اور حظوظِ نفس سے خلاصی پانا ہی قبض کے بعد بسط کی علامت ہے اور حصولِ بسط کا بہترین ذریعہ ہے۔ یہ وہ رتبہ ہے جہاں عرضِ حاجات کے لئے بندہ کیطرف سے خدا کے حضور سوال کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی، بلکہ خطاب و کلام کے بغیر اللہ تعالےٰ خود ہی بندہ کی مشکل کشائی اور حاجت روائی فرماتا رہتا ہے اگر یہاں یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ کلام اور یہ عقیدہ زوالِ تکلیف شرعی پر، دعا والتجا کے فقدان پر، اور زندقہ یعنی خروج از شریعت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد کا رد کرتا ہے کہ "اے پیغمبر! اپنی تمام زندگی آخری دم تک اللہ کی عبادت اور ذکر و دعا میں مصروف رہ" تو ہم حسبِ شریعت ہی اس اعتراض کا جواب یہ دیں گے کہ جیسا

ایک ولی اللہ نفسِ امّارہ کی پیروی سے کلی طور پر نجات پاتے ہوئے بہمہ وجوہ رضائے الٰہی میں فنا ہو جاتا ہے، تو وہ بذاتِ خود قضائے الٰہی یعنے مشیتِ خداوندی بن جاتا ہے، اور اُس کی گفتار و التجا کے بغیر بھی محض اس کے ارادہ اور نیت و توجہ کے تحت عجائب و غرائب ظہور میں آتے ہیں اور اس کے احکام کائنات میں مبہم و نا معلوم طور پر جاری ہوتے ہیں۔ یہی وہ رتبہ ہے جہاں حسبِ حدیث قدسی اللہ تعالےٰ اس کے کان بن جاتا ہے، جن سے وہ سنتا، اس کی آنکھیں بن جاتا ہے، جن سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کی زبان بن جاتا ہے، جس سے وہ بولتا ہے اللہ کو اپنا ولی بہت پیارا ہے اور اللہ کی شانِ کرم یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے ولی کو گفتار و کردار کے لحاظ سے کسی گمراہی یا تباہی کے راستہ پر ڈالے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ اس کے ظاہر و باطن کی حفاظت فرماتا ہے، اور اُس کی سلامتی کے لئے حدود شرعیہ کی حفاظت و متابعت کی اسے توفیق عطا فرماتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اوامر و الٰہی کی اطاعت اور نواہی سے پرہیز ہی اس کے احوال کی سلامتی کے ضامن ہوتے ہیں، اور اس کیلئے بسط و کشادگی کے فوائد کو مستقل کرتے ہیں۔ اور اس طرح وہ اللہ کا ولی قربِ خداوندی میں فائز المرام ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اور اسی طرح اپنی حفاظت و اعانت سے ہم نے یوسف علیہ السلام کو گمراہی و بدکاری سے محفوظ رکھا بلاشبہ وہ ہمارے مخلص بندوں

میں سے ہیں۔ نیز فرمایا "اے ابلیس! میرے مخلص اور برگزیدہ بندوں پر تو ہرگز غلبہ نہیں پا سکے گا۔ کیونکہ وہ میری توحید کو قلب و روح میں پیوست کئے ہوئے ہوں گے"۔ نیز ایک اور جگہ آنحضرت کو خطاب کر کے فرمایا۔ "میرے مخلص بندوں کو شیطان کبھی گمراہ نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ میں خود ان کی حفاظت کروں گا"۔ پس حسب کلام اللہ اور حسب حدیث نبوی ایک ولی کا اللہ تعالیٰ خود ہی محافظ و مددگار ہوتا ہے، اور قرب و لطف خاص سے اسکی نگہداشت اور پرورش فرماتا ہے پھر شیطان کا اس پر کیوں اثر ہونے لگا۔ اور محرمات و مکروہات شریعت میں وہ کیوں مبتلا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام مومنین کو اپنا اوامر کی تعمیل کی توفیق عطا فرمائے نواہی سے محفوظ رکھے، اور ان لوگوں کی صحبت کے روحانی و باطنی تاثرات متمتع فرمائے جو قبض کی روح فرسا اذیتوں سے نجات پاکر بسط و کشاد سے محظوظ ہو رہے ہیں۔ کیونکہ تمام ذکر و عبادت کی انتہا بھی تزکیۂ روح سکونِ قلب اور بسط کی جاودانی لذات ہیں۔

(مقالہ نمبر ۵۸)

اپنی نگاہ کو ہستئ باری تعالیٰ پر مرتکز کر

حضرت قطب ربانی رح نے ارشاد فرمایا: اپنی ظاہری اور باطنی آنکھوں کو غیر اللہ سے ہٹا کر صرف ہستئ باری تعالےٰ پر مرتکز کر دے مخلوقات کو نہ دیکھ، بلکہ خالق و پروردگار کو دیکھ۔ اور اگر مخلوقات کا مشاہدہ کرنا بھی ہے، تو تیری نظر کا منتہا اس مخلوقات کا خالق وصانع ہونا چاہئے تاکہ اس کی عظمت اور صنعت کا عرفان حاصل کر سکے۔ اور اس کی توحید کو سمجھے اسی طرح میں تجھے تاکید کرتا ہوں کہ اس کائنات کی جہات یعنی سمتوں میں بھی نہ دیکھ، بلکہ اس غیر فانی اور ابدی ہستی کا مشاہدہ کر جو زمان ومکان اور جہات کی قیود سے بالکل آزاد و بالاتر ہے۔ پس جب تک تیری نظر محض مخلوقات میں الجھی رہے گی تجھ پر اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات کے اسرار منکشف نہیں ہو سکتے۔ لہذا تو ایک جہتِ توحید کی خاطر دیگر تمام جہتوں سے روگردانی اختیار کرے۔ اسوقت تیری چشمِ قلب پر اللہ کے فضلِ عظیم کی جہت کھل جائے گی، اور تو ازلی وابدی حقایق کو نور ایمان کی روشنی میں اپنے سامنے واضح پائے گا۔ پھر تیرے باطن سے نور توحید تیرے ظاہر پر بھی پرتو فگن ہوگا اور تیرے اعضاء وجوارح سے کرامت کا ظہور ہوگا لیکن اللہ تعالےٰ پر ایک دفعہ نگاہ وتوجہ کو مرتکز کر دینے کے

بعد اگر تو پھر غیر اللہ اور مخلوقات کو اپنی نگاہ و توجہ کا مرکز بنائے گا، تو شرک کا مرتکب ہو گا۔ تیری چشم قلب پر حجاب پڑنے لگیں گے، جس کے نتیجہ میں تو قبض کی کیفیت میں مبتلا ہو گا۔ یہ عقوبت ہو گی شرک کی، اور غیر اللہ میں مشغول و منہمک ہونے کی۔ پھر جب تو اللہ تعالےٰ کو ذات و صفات میں یکتا جانتے ہوئے اپنے عشق و توجہ کا مرکز اُسی کو قرار دے گا اس کے فضل و کرم پر نظر رکھے گا، اور اپنی امیدیں اور توقعات اُسی سے وابستہ کرے گا، اور اپنے آپ کو اللہ کے ماسوا سے بیگانہ و ناآشنا بنائے گا، تو اللہ تعالےٰ تجھے اپنے سے نزدیک تر کرے گا۔ اور تجھے مقام صدق میں جگہ دے گا۔ پھر وہ اپنی گوناگوں نعمتیں تجھ پر وسیع و بسیط کر دے گا، ہر مشکل میں تیری امداد و اعانت فرمائے گا، اور ہمیشہ تیرا حافظ و ناصر ہو گا۔ پس اللہ کی ذات پر اپنی نگاہ و توجہ کو مرتکز کرنے کے بعد تو فانی بغیر اللہ اور باقی باللہ ہو جائے گا جو مومن کی حیاتِ طیبہ کا انتہائی مقصود ہے،

(مقالہ نمبر ۵۹)

صبر و شکر کی تاکید

حضرت قطب ربانی رہ نے ارشاد فرمایا: "انسانی زندگی میں دو مختلف قسم کے حالات پیش آتے رہتے ہیں۔ یا تو انسان مصائب و آلام میں مبتلا ہوتا ہے یا راحت و آسائش میں بسر اوقات کرتا ہے، اور حالاتِ زمانہ کے تغیرات سے یہ کیفیات رونما ہوتی رہتی ہیں۔ پس ہر مومن کو کلام اللہ اور احادیثِ نبویؐ میں تاکید کی گئی ہے کہ وہ مصائب و آلام کی حالت میں صبر و توکل کو اپنا دستور بنائے اور اللہ پر کامل بھروسہ رکھتے ہوئے اس سے اپنی مشکل کشائی چاہے۔ بہرحال صبر و رضا کے ساتھ مصائب میں اللہ تعالےٰ سے استعانت کرے اس کے خلاف شکوہ شکایت نہ کرے، اور نہ مخلوقات کے سامنے جگہ جگہ عرضِ حاجات کرتا پھرے، اور اگر راحت و آسائش کی حالت ہے تو ایسی حالت میں تجھے اللہ تعالےٰ حکماً فرماتا ہے کہ "ہر وقت میرا شکر بجا لاتا رہ اور میری ناشکری ہرگز نہ کر۔" شکرِ نعمت صرف زبان ہی تک محدود نہیں رہنا چاہیئے، بلکہ شکرِ نعمت دل اور اعضاء و جوارح سے بھی ادا ہونا چاہیئے۔ دل سے شکرِ نعمت یہ ہے کہ وہ غیر اللہ کے تصور و توجہ سے محترز رہ کر محوِ ذاتِ الٰہی رہے اور اپنی زبان خاموشی سے ہمہ وقت حمد و شکر کے کلمات کا ورد رکھے۔ پھر اعضاء کا شکر یہ ہے کہ مومن انہیں لہو ای میں

مبتلا نہ ہونے دے، اور اُن سے اللہ تعالےٰ کے اوامر و احکام کی تعمیل کرنا ہے۔ اگر مخلوقات میں رزق و نعمت کے ذرائع اور وسیلے موجود ہیں لیکن چونکہ وہ تمام ذرائع بھی اللہ تعالےٰ کے پیدا کردہ ہیں، اور وہ خالقِ کل ہے، لہٰذا حقیقی شکر اُسی کی ذات کو پہنچتا ہے، جیساکہ کوئی ہدیہ و تحفہ لانے والے غلام کو نہیں دیکھا جاتا، بلکہ ہدیہ و تحفہ بھیجنے والے مالک کی طرف نظر کیجاتی ہے، اور اسی کا شکر بجالایا جاتا ہے پس جس شخص نے ظاہر و سبب ہی کو دیکھا۔ اور حقیقی مسبب یا قاضی الحاجات پر توجہ نہ دی اُس کا علم و معرفت بہت ناقص ہے، اور حقیقت و ماہیتِ ایمان تک اُس کی رسائی نہیں نیز شکرِ قلبی کا بھی صریح تقاضا ہے کہ حرکات و سکنات، ظاہر و باطن اور منافع و لذات سے جتنی بھی چیزیں انسان کو میسر ہوں، وہ سب اللہ تعالےٰ کیجانب سے یقین کی جائیں۔ اور ان کا شکر بجالایا جائے اللہ تعالےٰ نے فرمایا "ہر وہ چیز جو تمہارے پاس ہے، اللہ کی عطا کردہ نعمت ہے" اس کے علاوہ فرمایا "اللہ تعالےٰ نے تمہیں اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں مکمل طور پر عطا فرمادیں، تاکہ تم اُن کا شکر ادا کرو"، نیز فرمایا اگر تم اپنے لئے اللہ کی تمام نعمتوں کا شمار کرنا چاہو، تو تم ان کا احاطہ و شمار نہیں کر سکو گے۔ پھر اس کی ناشکری کیوں کرتے ہو" پس مومن پر واجب ہے کہ زبان سے شکر ادا کرنے کے علاوہ اعضاء و جوارح سے بھی خدا کا شکر بجالائے اور اعضاء سے شکر ادا کرنا یہ ہے کہ انھیں خالق کی اطاعت میں لگائے رکھے اور ان سے مخلوقات کی ایسی اطاعت نہ کرے جس سے خالق کی نافرمانی

اور حکم عدولی ہوتی ہو۔ کیونکہ جس چیز میں اللہ کی نافرمانی ہو اس میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ یاد رہے کہ انسان کا نفسِ امّارہ اور فاسد خیالات و خواہشات بھی مخلوق میں شامل ہیں پس اللہ کی اطاعت کو اصل و متبوع بنانا چاہئے اور اس کے علاوہ سب کو فرع و تابع کی حیثیت دینی چاہئے اور اگر مومن اس کے خلاف کرے گا، تو صراطِ مستقیم سے منحرف ہوتے ہوئے شرک میں مبتلا ہوگا۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے "جو اللہ کی نازل کی ہوئی آیات و احکام کے ساتھ حکم نہ کریں، وہ لوگ کافر ہیں ایک دوسری آیۂ شریفہ میں فرمایا" جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی آیات کے ساتھ حکم نہ کریں، وہ فاسق اور ظالم و گمراہ لوگ ہیں۔" پس ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ مصیبت و اذیت کی حالت ہو یا راحت و آرام کی اس کے دینی و الٰہی آداب کو ہرگز فراموش نہ کرے۔ مصیبت ہو تو صبر و توکل کا التزام کرے اور راحت و نعمت ہو تو فسق و معصیّت سے اجتناب کرتے ہوئے زبان اور اعضاء و جوارح سے اللہ تعالےٰ کا شکر بجالاتا رہے، مصیبت میں اللہ کے سامنے یا مخلوقات کے سامنے رنج و اضطراب اور شکوہ شکایت کا اظہار نہ کرے پس تو صبر و رضا کے ساتھ مشیّت الٰہی کے ساتھ موافقت کر، اور اس کے فضل و کرم پر کامل بھروسہ کرتے ہوئے اس سے مشکل کشائی اور حاجت روائی کی درخواست کر۔ اللہ تعالےٰ اسی دستور اور اسی طریق پر انبیاء، اولیاء، اور اپنے برگزیدہ بندوں کے مصائب و آلام رفع فرماتا رہا ہے، اور ان کی حاجت روائی فرمائی ہے جیسا کہ رات کے بعد دن اور خزاں کے بعد خوشگوار بہار

آیا کرتی ہے، اور ایک دائمی قانونِ قدرت کے تحت ہر شے کیلئے حد اور غایت و انتہا ہے، اور اسی طرح حسبِ آیاتِ کلام اللہ عُسر کے بعد یُسر اور مصیبت کے بعد راحت و آسائش لازمی ہے بشرطیکہ اللہ کی ذاتِ واحد پر توکلِ کامل اور اعتقاد راسخ ہو۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ "صبر کامل ایمان ہے اور توکلِ صبر کی روح ہے۔ نیز ایک آیہ شریفہ میں اللہ تعالٰے نے فرمایا" مومنوں کو چاہیئے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالٰے پر توکل رکھیں اور مصیبت میں اسی سے امداد و اعانت چاہیں۔" نیز فرمایا:" اللہ صبر و توکل اختیار کرنیوالوں کے ساتھ رہتا ہے۔ تجھے یہ حقیقت نہیں بھولنی چاہیئے کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کو اتنے بڑے بڑے رتبے اور روحانی اوج و کمال صبر و توکل کی برکت سے حاصل ہوئے اور شکر و حمد کے باعث ان کے لئے اضافۂ نعمت کیا گیا پس تو بھی اخلاص و صداقت کے ساتھ اُن کی اس سنت کا اتباع کرتا کہ تجھ پر صراطِ مستقیم منکشف ہو۔"

(مقالہ نمبر ۶)

اتباعِ کتاب وسنّت

حضرت قطب ربانی رحمہ نے ارشاد فرمایا۔" کسی مومن کا اپنی عاداتِ طبعی کو چھوڑ کر مشروع چیزوں کو اختیار کر لینا، اور اتباعِ دستورِ شریعت کرنا سلوک کی ابتداء ہے بعد ازآں مقدراتِ الٰہیہ سے موافقت کرنا سلوک کا بلند تر درجہ ہے اور پھر دستورِ شریعت اور حدود اللہ کی متابعت و نگہداشت کے ساتھ ہی ساتھ رجحانات طبعی مقتضیاتِ بشریت کو حلال و جائز طریق پر نباہنا صفاتِ انسانیت کی انتہا ہے اور سیرت و کردار کی تکمیل ہے جیسا کہ آں حضرت مقتضیاتِ بشریت کی حلال و جائز تعمیل کے باوجود اتباعِ دستورِ شریعت میں بھی امت کے لئے ایک کامل نمونہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور ایسا " اسوۂ حسنہ" جس کے متعلق اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔" جو لوگ اللہ کی رضا چاہتے ہوں اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہوں ان کے لئے ہمارے نبی صلعم کی زندگی ایک بہترین مثال ہے" پس سیرت کی تکمیل ہونے پر تو اپنے حوائج بشری مثلاً اکل و شرب، لباس حرکات و سکنات اور نکاح وغیرہ جو کچھ بھی کرے گا وہ اتباعِ سنت رسول اللہ صلعم کی نیت سے کرے گا، اور آنحضرت صلعم کے اسوۂ حسنہ کو پیش نظر رکھے ہوئے ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے اتباعِ سنت کے متعلق فرمایا" ہمارا پیغمبر جن چیزوں پر

تمہیں عمل پیرا ہونے کی تلقین کرے انہیں اختیار کر لو۔ اور جن چیزوں سے تمہیں منع کرے ان سے باز رہو" نیز فرمایا " اے نبیؐ! ان سے کہدیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو میرا اتباع کرنے پر اللہ بھی تم سے محبت کرے گا" پس یاد رکھو کہ اتباعِ سنت کرنے پر تیرے باطن میں اللہ کی توحید و معرفت کا نور جلوہ فگن ہوگی اور تو بذاتِ خود حسنِ عمل اور تقوی کا ایسا پیکر ہو جائے گا، جو خلقِ خدا کے لئے قابلِ اتباع ہو گا ظاہر و باطن میں تیرے تمام احوال شریعت کے ترجمان ہوں گے اور لوگ تیری صحبت سے مستفید ہونے کے لئے مضطرب رہیں گے پھر تیری سیرت اور باطنی امور کا تعلق براہ راست اللہ تعالےٰ سے ہو گا اور کشفِ حکمت و معرفت کا مرکز ہو جائے گا۔ اس درجہ پر تیرے حدودِ شرعی کی نگہداشت ہو گی، تجھے افعالِ الٰہی سے موافقت حاصل ہو گی، اور تجھے اتباعِ سنت نبویؐ کی توفیق عطا فرمائی جائے گی۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا " ہمیں نے اپنا کلام نازل فرمایا۔ اور ہمیں اس کی حفاظت کے ضامن ہیں"۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نواہی اور گناہوں سے تیری حفاظت فرمائے گا۔ اور اپنے اوامر کی تعمیل کے لئے تجھے توفیق بخشے گا کیوں کہ جو شخص ناموس شریعت کی حفاظت کرتا ہے، اور احکامِ الٰہی کا احترام کرتا ہے، اللہ تعالےٰ کی تائید و نصرت ہمیشہ اس کے شاملِ حال رہتی ہے لیکن سیر و سلوکِ طریقت میں تجھے بشریت کے دنیوی اور ظاہری تقاضوں سے نفرت اور انحراف نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہ تقاضے انسان کے ساتھ

لازمی ہیں، اور ان سے گریز رہبانیت کی جانب مائل ہونا ہے جو اسلام میں حرام ہے جسمی اور بشری تقاضوں سے اگر مبرا ہیں تو ملائکہ ہیں انسان تو ان کے تصرف سے بے نیاز نہیں بلکہ سوچنا چاہئے کہ بشریت کے حوائج اور ضروریات، جبکہ اتباع شریعت کے تحت ہوں دعا و التجا کی صورت میں بندہ کو درگاہِ الٰہی سے قریب تر کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور مومن کا تعلق باللہ مضبوط و استوار کرنے میں معاون ہیں۔ اگر بشریت اور اس کے حوائج آدمی سے زائل ہو جائیں، تو وہ فرشتوں میں جا ملے گا، اور نظام عالم درہم برہم ہو جائے گا پس انسان کے ظلمات جسمانی اس کے انوارِ روحانی و باطنی میں بالکل خلل انداز نہیں بنا بریں حکمت الٰہی کے تقاضے سے بشریت کے تقاضے تجھ میں اس لئے موجود ہیں کہ تو اللہ کی نعمتوں سے اپنے حظوظ مکمل طور پر حاصل کر لے اور دنیا میں مقدراتِ الٰہی کا تجھ پر اتمام ہو۔ لہذا عاداتِ طبعی کا مومن میں باقی رہنا وظیفہ و دستور کے اوپر سے ہے اصلی اور بنیادی طور پر نہیں جیسا کہ آنحضرت ؐ نے ارشاد فرمایا "تمہاری دنیا سے میں خوشبو اور عورت کو پسند کرتا ہوں، لیکن میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا اطمینان نماز میں ہے پس آنحضرت ؐ کو سیر الی اللہ اور اتباعِ اوامرِ الٰہی کے ساتھ ہی ساتھ خوائج بشریت کے ضروری حظوظ بھی عطا فرمائے گئے، اور اُن دینوی نعمتوں کے قبول میں حضور ؐ نے انکار و تامل سے کام نہیں لیا، بلکہ حسب حکم خداوندی ان کا شکر و اظہار فرمایا۔ پس اللہ تعالےٰ کے ظاہری اور باطنی فیوض و برکات انبیاء اور اولیاء کو بھی شامل

ہیں۔ اور روحانی نعمتوں کے ساتھ ہی ساتھ انھیں جسمی حوائج بھی عطا فرمائے گئے، اور انہوں نے جائز طور پر اُن کا استعمال کیا۔ پس جسم انسانی اور روحِ انسانی کی ہدایت اور نہایت کے یہی معنی ہیں۔ اور اعتدال کے ساتھ حسبِ شریعت ان کی تعمیل ہی سیرتِ انسانی کی تکمیل ہے۔"

مقالہ نمبر (۶۱)

مومن استعمالِ اشیاء میں احتیاط و تفتیش کرتا ہے

حضرت قطب ربانی رح نے ارشاد فرمایا" ہر مومن اللہ تعالےٰ کے اوامر و نواہی اور دستور شریعت کے تحت اشیاء کو قبول کرنے اور انہیں استعمال میں لاتے وقت توقف اور تفتیش کے لئے مکلف ہے کہ مبادہ کوئی چیز حرام اور مشکوک اور مشتبہ تو نہیں جیساکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" مومن قبولِ اشیاء میں تحقیق کرنے والا اور منافق بلاتامل جلد لے لینے والا ہے" نیز آں حضرت ص نے ارشاد فرمایا "مومن چیزوں کے استعمال میں احتیاط و توقف کرنے والا ہے" اس کے علاوہ آں حضرت ص مومن کو تاکیداً فرمایا "جو چیز تجھے شک و شبہ میں ڈالے اُسے چھوڑ دے، اور جو چیز شک میں نہ ڈالے، اسے اختیار کر" پس مومن دستورِ شریعت کے اتباع و احترام میں استعمال کیجانے والی تمام اشیاء میں توقف اور تفتیش سے کام لیتا ہے، اور تقویٰ کے خلاف کوئی چیز گوارا نہیں کرتا، یہاں تک کہ شریعت اور امرِ باطن اس کے جواز و قبولیت کا حکم نہ دے۔ اور اگر مومن حالتِ ولایت و ابدالیت میں ہے، تو براہِ راست علم و فعلِ الٰہی ہر شے قبول یا رد کے متعلق حکم صادر کرے گا۔ اور حالتِ ابدالیت فنائے محض کی حالت ہے جہاں صرف اللہ تعالےٰ کی مشیّت ہی ہر موضوع

بر حکم صادر فرماتی ہے پس جب امرِ باطن یا علمِ الٰہی مومن کو ایک چیز کے قبول واستعمال کرنے سے منع نہ کرے، تو وہ اُس کو لے لیتا ہے، اور اگر ممانعت کر دے تو وہ اُس شے کو ترک کر دیتا ہے، اور یہ کیفیت پہلی حالت کی ضد ہے، کیوں کہ اس حالت میں توقف دتامل غالب تھا اور اپنے ارادہ کو بھی دخل تھا۔ لیکن اس حالت میں سراسر امرِ باطن اور ایمائے الٰہی غالب ہے اور مومن اس حالت میں حدودِ شریعت سے تجاوز کرنے اور تمام معاصی سے محفوظ و مامون رہتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے حضرت یوسف علیہ السّلام کو ہر معصیت سے محفوظ و مامون رکھا۔ کیونکہ وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے ہیں: پس مومن حلال و مباح کے لئے مکلّف و پابند کر دیا گیا۔ حرام و مشکوک چیزوں سے منع کیا گیا ہے، اور صراطِ مستقیم اُس کے لئے آسان کر دی گئی ہے وہ اللہ کی رضا اور اس کے احکام سے موافقت کرتا ہے اور بہر کیف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور خوشنودی ہی اس کا منتہائے مقصود ہے، اس سے بلند تر اور کوئی حالت نہیں ہے، اور یہی غایت ولایت ہے، یہ حالت ان اولیائے کبار اور اصحابِ اسرار کی ہے جنھیں انبیاء کرام کی سیرتِ مقدسہ تک عملاً رسائی ہوئی اور جو ان کی سنت و طریقت کا کامل اتباع کرتے رہے، اللہ تعالےٰ ہمیں اور تمہیں اُن کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(مقالہ نمبر ۶۲۱)

محبت اور محبوب کے متعلق

حضرت قطب ربانی نے ارشاد فرمایا " تو مصائب و نوائب اور زندگی میں مشکلات و موانع پیش آنے پر ہمیشہ اللہ تعالے کے خلاف شکوہ و شکایت کیا کرتا ہے اور اس کی ربوبیت کو طرح طرح کے الزام دیتا ہے، حالانکہ وہ اپنے بندوں میں سے کسی پر ذرہ برابر ظلم و زیادتی نہیں کرتا۔ اور جو مصائب یا مشکلات و موانع بندوں کو درپیش آتے ہیں وہ یا تو اُس کے مشرکانہ عقائد و اعمال یا فسق و فجور، اور حدود شریعت سے متجاوز ہونے کے باعث آتے ہیں۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالے واحدہٗ لاشریک ہے اور وہ عبادت میں شرک کی نفی کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی چاہتا ہے کہ جو عشق و محبت اس کے لئے خاص ہے وہ غیر اللہ کیطرف راجع نہ کی جائے۔ یہی وجہ ہے کفار کے متعلق اس نے فرمایا مشرکین نے اپنے کچھ دیوتا اور حاجت روا بنا رکھے ہیں، اور وہ ان سے ایسی گہری محبت رکھتے ہیں، جو صرف اللہ کے لئے خاص ہونی چاہیئے۔ پس جو محبت و رغبت اور جذبۂ فدائیت محبوب حقیقی کے لئے خاص ہے اسے تو غیر اللہ اور دنیوی ہستیوں کے لئے وقف کئے ہوئے ہے، اور یہی سبب ہے تیرے مصائب و آلام کا۔ پس تجھے شکوہ و شکایت اپنے مشرکانہ طرز عمل کا چاہیے نہ کہ اللہ تعالے سے

اور پھر تجھے مصائب بھی اس لئے پیش آتے ہیں کہ تو اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کرے۔ اور مشرکانہ روش سے باز آجائے۔ اللہ چاہتا ہے کہ تو اپنے قلب و دماغ اور ظاہر و باطن اسی کی ذات کے لئے وقف کر دے۔ اور غیر اللہ کو اپنی محبت و رغبت کا مرجع نہ بنائے، پھر تو خیر کو بھی دیکھے تو اسی کی جانب سے اور شر کو بھی دیکھے تو اسی کی طرف سے اور طاعت و رضائے الٰہی کے لئے نفسِ امارہ اور مخلوقات کی پیروی سے اجتناب کرے، جب تو ایسا ہو جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اپنی بخشش و عطا اور نعمتوں کو تیرے لئے وسیع و بسیط کر دے گا، اور زبانیں تیری ہی تعریف و توصیف میں کھول دی جائیں گی۔ اور اللہ تعالےٰ تجھے دنیا و عقبےٰ میں ہمیشہ ناز و نعم کے ساتھ رکھے گا۔ بس تو اپنی محبت کو مخلوقات میں پراگندہ کرنے کی بجائے اسے محبوبِ حقیقی کے لئے وقف کر دے کیونکہ یہ محبت ایک جاودانی ہستی سے ہے لہذا خود بھی جاودانی ہے، اُس ہستی کیجانب رغبت و توجہ کر۔ جو تیری طرف متوجہ ہے۔ اور اس کو دوست رکھو جو تجھے دوست رکھتا ہے، اور اُس سے کلام ہو، جو تجھے پکارتا ہے، اور اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے جو تجھے گمراہی اور صراطِ مستقیم سے منحرف ہونے سے بچاتا ہے اور اپنے قلب و دماغ کا میلان اس ہستی مقدس کیطرف کر جو تیرے باطن کو شر و فسق کی آلائشوں سے پاک و صاف کرنا چاہتی ہے تیرا نفس اور تیرے جاہل و منافق دوست تجھے راہِ راست سے بھٹکانے والے شیاطین ہیں، جو تیرے اور اللہ کے درمیان حائل ہیں۔ بس تو مخلوقات اور عادات میں کب

تک الجھا رہے گا، اور اتباعِ نفس میں کب تک محبوبِ حقیقی سے دور افتادہ رہے گا۔ اپنے خالق و معبود سے قریب تر ہو، اور یاد رکھ کہ اول و آخر ظاہر و باطن پر اسی کی رسی حاکم و حاوی ہے، تمام مخلوقات کا مرجع و مشکل کشا، نگہبان اور رازق وہی ہے۔ تمام عطا و احسان اور بخشش و سخا اسی کی جانب سے ہے بس یاد رکھ کہ قلوب و ارواح کی طمانیت اُسی کی محبت اور اُسی کے ذکر و فکر سے ہے، فرمایا۔ اللہ تعالٰے نے "مشرکین اپنے دیوتاؤں سے ایسی محبت رکھتے ہیں، جو صرف اللہ کے لئے خاص ہونی چاہیئے لیکن جو سچے ایماندار ہیں وہ تو صرف اللہ کی محبت میں شدت اختیار کرتے ہیں۔" نیز فرمایا "ایمانداروں کے دل تو صرف ذکر الٰہی سے اطمینان پاتے ہیں۔ اور یاد رکھیئے کہ قلوب کو اطمینان اور سکون و توانائی ذکرِ الٰہی سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔"

(مقالہ نمبر ۶۳)

ایک نکتۂ معرفت

حضرت قطب ربانی رح نے ارشاد فرمایا: "میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کہہ رہا ہوں" اے انسان! اے ظاہر میں اللہ کی مخلوق کو اس کے ساتھ شریک کرنے والے۔ اور عملِ الٰہی میں اپنے ارادے کو شریک ٹھہرانے والے، اور اے باطن میں اپنے نفسِ امارہ کو اپنے پروردگار کے ساتھ شریک کرنے والے توحید و اخلاص کو اپنے قلب میں جاگزین کر۔" یہ سن کر ایک شخص جو میرے پاس موجود تھا بولا یہ کیا کلام ہے، اور اس کا مقصد کیا ہے؟ میں نے جواب دیا "یہ توحید و شرک کا امتیاز ہے اور معرفت کی ایک رمز ہے۔"

(مقالہ نمبر ۶۴)

دائمی موت اور دائمی حیات کیلئے ہے؟

حضرت قطب ربانی رح نے ارشاد فرمایا۔ "ایکدن ایک دقیق مسئلے نے میرے مزاج میں انقباض پیدا کیا۔ اور نفس اس کشمکش اور اضطراب سے نجات پانیکا طلبگار ہوا۔ غائبانہ طور پر مجھ سے دریافت کیا گیا "تو اپنے سکون و اطمینان کیلئے اسوقت کیا چاہتا ہے؟" میں نے کہا میں ایسی موت چاہتا ہوں جسمیں حیات نہیں اور ایسی حیات چاہتا ہوں جسمیں موت نہیں" پھر مجھ سے دریافت کیا گیا "وہ موت کونسی ہے جسمیں حیات نہیں، اور وہ حیات کونسی ہے جس میں کسیطرح بھی موت کو دخل نہیں" مینے جواب دیا وہ موت جس میں حیات نہیں میرا اپنی ہم جنس مخلوقات سے مر جانا یعنی بیگانہ وار بے تعلق ہو جانا جسکا مقصد فنا فی اللہ ہونا۔ اور غیر اللہ سے اپنی امیدیں اور توقعات منقطع کرکے انہیں ہستی باری تعالےٰ سے وابستہ کرنا ہے۔ نیز میرا مر جانا نفس امارہ کی خواہشات سے، تاکہ میں اللہ کی رضا اور اسکے ارادوں کا تابع و مطیع ہو جاؤں اور پھر ایسی حیات جسمیں موت نہیں وہ میرا اپنے دائم زندہ و باقی رہنے والے پروردگار کے فعل و مشیت میں زندہ رہنا ہے۔ اس طرح کہ میرا وجود اسی کے وجود کیساتھ زندہ و قائم ہو اور میرے ارادے اسکے ارادوں کے تابع ہوں۔ ذاتی طور پر نہ تو میرا کوئی وجود ہو اور نہ ارادہ و خواہش۔ یہ وہ حیات ابدی ہے جس میں موت کو کوئی دخل نہیں اور میں ایسی حیات کا خواستگار ہوں

میں یقین رکھتا ہوں کہ میری یہ آرزو زندگی کی تمام آرزوؤں سے زیادہ قیمتی اور محبوب تھی، جب سے کہ میں نے ہوش سنبھالا ۔

(مقالہ نمبر ۶۵)

اللہ کی طرف ظلم کو منسوب کرنا کفر ہے

حضرت قطب ربانی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: تو بعض اوقات زمانہ کے نشیب وفراز اور حالات کی نامساعدت سے اکتا کر اللہ تعالیٰ کے خلاف اظہار ناخوشی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میری درخواست اور عرض والتجا کو نہیں سنتا اور مصائب دفع نہیں کرتا میں تجھ سے دریافت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم وفرمان کے تحت تو آزاد ہے یا غلام۔ اگر تو کہے کہ میں آزاد ہوں تو کافر ہو گیا۔ کیونکہ یہ دستور شریعت کی اطاعت سے انکار ہے اور اگر تو کہے کہ میں غلام ہوں۔ اور یہی مومن کو چاہیئے تو پھر تجھ سے تقاضا کیا جائے گا کہ ایمان وتوکل کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھ اور پے درپے اس کی بارگاہ میں حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے درخواست کر اس نے اپنے بندوں سے ان الفاظ میں عہد فرمایا ہے کہ "میری درگاہ میں اپنی حاجات وضروریات عرض کردو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا" پس تجھے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور نصرت واعانت پہ ہرگز شک وشبہ نہیں کرنا چاہیئے اور نہ کبھی مصیبت کے رنج واضطراب میں ظلم و زیادتی کو اس کی ذاتِ مقدس سے منسوب کرنا چاہیئے۔ بعض اوقات بندہ کی التجاؤں کی قبولیت اور حاجت روائی اور مقصد برآری میں تاخیر بھی ہو جائے تو اس میں کوئی مصلحت خداوندی ہوتی ہے۔ لہذا تجھے بے چینی میں اسے تہمت والزام نہیں لگانا

کیونکہ اس عقیدہ سے اللہ کیطرف ظلم منسوب ہوتا ہے، اور یہ صریحاً کفر ہے حالانکہ وہ اپنے بندوں پر ہمیشہ رحم و کرم فرماتا ہے، اور ذرہ برابر ظلم و زیادتی نہیں کرتا فرمایا اللہ تعالیٰ نے اللہ اپنی مخلوقات پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا۔ نیز سابقہ تباہ و برباد ہو جانے والی قوموں کے متعلق فرمایا۔ ہم نے ان لوگوں پر ظلم نہیں کیا، بلکہ وہ لوگ اپنے شرک و کفر اور فسق و فجور سے خود ہی اپنی جانوں پر ظلم و زیادتی کرتے رہے اور انہیں جو عذاب پہنچا وہ اُن کی اپنی ہی بدعملی اور بدکرداری کا نتیجہ تھا پس میں تجھے تاکید کرتا ہوں کہ تو اللہ تعالیٰ سے ناراض ہونے اور اس کے خلاف زبان شکوہ و شکایت کھولنے سے احتراز کر، اور اس کے افعال پر اعتراض ہرگز نہ کر، شکرِ نعمت اور موافقت رضائے الٰہی کا طریقہ اختیار کر، اور اُن خواہشات نفسانی کا اتباع چھوڑ دے جو خدا کے غضب اور خفگی کا باعث ہیں بلکہ صدق و خلوص کیساتھ اللہ کے حضور عرضِ حاجات کر اور تحمل کیساتھ اس کے فضل و کرم کا امیدوار رہ، ہر حال میں نفس کی موافقت و اطاعت سے پرہیز کر، اس لئے کہ نفس تیرا اور اللہ کا دشمن ہے، پس اللہ کیطرف ظلم کو منسوب کرنے سے یہ طرز عمل تیرے لئے بہت زیادہ مفید ہو گا کہ تو ظلم و زیادتی کو اپنے نفس کی طرف منسوب کرے اور پھر اپنی بے اعتدالیوں کی اصلاح میں کوشاں ہو، ہمیشہ تقویٰ اختیار کر، اللہ کے اوامر و نواہی کا مطیع ہو جا، حدودِ شریعت کا احترام کر، توکل علی اللہ سے کبھی دست بردار نہ ہو، اور نفس کو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد تلقین کر کہ "اللہ تمہیں عذاب کیوں کرے گا، اگر تم اس پر ایمان اور اس کا شکر بجا لاؤ" نیز یہ ارشاد خداوندی بھی پیش نظر رکھو "جو عذاب بھی بندوں پر آتا ہے وہ

ان کی اپنی بدعملیوں کا نتیجہ ہوا کرتا ہے، بے شک اللہ اپنے بندوں پر ظالم و جابر نہیں ہے۔" اس موضوع پر جو دیگر آیات و احادیث ہیں وہ بھی نفس کو تلقین کرتی ہیں پس اللہ کی اطاعت و رضامندی کے لئے نفس کا مخالف ہو جا اور اس کی بری ترغیبات سے نفرت و انکار کر۔ کیونکہ اللہ کے دشمنوں میں شیطان کے بعد نفس انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے جو اسے صراطِ مستقیم سے منحرف کرتا رہتا ہے، اللہ تعالےٰ نے تمام کتبِ سماوی میں تمام انبیائے کرام کو تاکید فرمائی کہ وہ اپنی امتوں کو نفسِ امارہ کے اتباع سے منع کریں۔ کیونکہ یہ شرکِ خفی اور جہل و ضلالت کا بدترین محرک ہے، اللہ تعالےٰ ہمیں اور تمہیں اس کے فتنوں سے محفوظ رکھے۔"

التزام دعا کی تاکید

حضرت قطب ربانی ؓ نے ارشاد فرمایا: "یہ کبھی نہ کہہ کہ میں اللہ سے سوال نہیں کروں گا کیونکہ سوال اگر معیوب و ممنوع ہے تو مخلوقات کے سامنے ہے، نہ کہ خالق و پروردگار کے سامنے، اللہ تعالےٰ سے اپنی تمام حاجات و ضروریات کے لئے سوال کرتا، اور پے در پے سوال کرنا بندہ کے لئے موجب سعادت و نیک بختی ہے اور توحید و ایمان کا واضح ثبوت ہے لہٰذا میں تجھے تاکید کرتا ہوں کہ اپنی ہر ضرورت کے لئے اللہ تعالےٰ کے حضور سوال کر کہ اسی میں دنیا و عقبیٰ کی سعادت ہے اگر تیری طلب کی گئی چیز علم الٰہی میں تیرے لئے مفید ہوگی، اور باعث راحت و ترقی ہوگی تو وہ تجھے ضرور مل جائے گی اور اگر اس میں حسب علم الٰہی تیرے لئے نقصانات ہوں گے، تو وہ تجھے نہیں ملے گی بہرکیف تجھے دعا کی قبولیت یا فعل الٰہی کے خلاف کوئی حرف شکوہ و شکایت ہرگز زبان پر نہیں لانا ہوگا پس اپنی ہر حاجت و ضرورت کے لئے اللہ کے حضور سوال اس لئے کر کہ اللہ نے سوال کرنے کا حکم دیا ہے اور بندہ کو پے در پے دعا کی تاکید فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا "میرے حضور دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا" نیز فرمایا "اللہ سے اس کا فضل مانگا کرو" اس کے علاوہ فرمایا "میں اپنے بندوں سے بہت قریب ہوں جب بھی کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے، میں اسکی دعا کو قبول کرتا ہوں۔" نیز آنحضرت ؐ نے ارشاد

فرمایا" اللہ تعالیٰ سے قبولیت کا یقین رکھتے ہوئے دعا مانگا کرو" اور اس معنی میں اور بھی بہت سی احادیث وارد ہیں۔ اور یہ بھی نہ کہیں تو اس سے سوال کرتا ہوں لیکن وہ میری دعا قبول نہیں کرتا۔ لہذا میں آئندہ اس سے دعا نہیں کروں گا کیونکہ ایسا کہنا کفر و ہذیان ہے۔ میں نے بعض اوقات بندہ کی دعا قبول نہ ہونے کی وجہ بھی بیان کر دی ہے کہ یا تو اس پر حرمت و عدم جواز کا پہلو ہوتا ہے یا وہ بندہ کے لئے وجہ فساد و ضرر ہوتی ہے حقیقت حال چونکہ وہ عالم الغیب ہی جانتا ہے لہذا بندہ کو گستاخی یا کفر و انکار کے کلمات زبان پر نہیں لانا چاہئیں بایں ہمہ اللہ تعالیٰ تجھے راضی اور خوش و خرم رکھے گا۔ اور تیرے بعض سوالات کی تعجیل نہ ہونے پر بھی ان کی تلافی کی جائے گی۔ اور تجھے دنیا و عقبیٰ میں اجرِ عظیم عطا فرمایا جائے گا۔ عام امور میں تیرے لئے آسائش پیدا کی جائے گی اور اگر تو مقروض ہے تو قرض خواہ شدتِ تقاضا اور رسوا ء مطالبہ سے منع کیا جائے گا۔ اور تیرے لئے ہر قسم کی رعایت اور آسانی پیدا کرائی جائے گی اس لئے کہ رحیم و کریم اور غنی و مغنی اللہ تعالیٰ کے اسمائے صفاتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے در کے سائل کو مایوس و ناامید نہیں کرتا۔ پس یاد رہے کہ جنابِ الٰہی سے بندہ کے دعا و سوال کا اجر و فائدہ ضرور عطا فرمایا جاتا ہے۔ اور بعض اوقات یہ فائدہ اگر دنیا میں نہ دیا جائے تو عقبیٰ میں اس کی تلافی کر دی جائے گی۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ قیامت کے دن مومن اپنے نامۂ اعمال میں کچھ ایسی نیکیاں دیکھے گا جو اس نے دنیا میں نہ کی ہونگی اور نہ وہ انہیں جانتا ہو گا اس سے پوچھا جائے گا کہ کیا تو یہ نیکیاں پہچانتا ہے؟ مومن کہیگا

کہ میں نہیں جانتا یہ نیکیاں میرے لئے کہاں سے آئی ہیں۔ پھر اُسے بتایا جائے گا کہ یہ نیکیاں تیرے ان سوالوں اور دعاؤں کی جزا ہیں جنھیں دُنیا میں تو نے مانگا تھا، اور کسی مصلحت کی بنا پر قبول نہیں کیا گیا تھا" اور ایسی جزاء عظیم اس وجہ سے ہے کہ مومن اللہ سے سوال کرنے اور ذکر و عبادت میں کامل یقین و ایمان اور موحد ہے" نیز وہ اپنے فطری اور طبعی جذبہ عمل کی بنا پر ہر چیز کو اس کے موقع و محل پر رکھنے والا ہے اور حق دار کو اس کا قدرتی اور حقیقی حق دیانت داری کے ساتھ پہنچانے اور ادا کرنے والا ہے، وہ غرور و تکبر اور ذاتی حول و قوت سے بیزار رہ کر اپنی ہر حاجت روائی اور آسائش و کامیابی کو تائید و نصرتِ الٰہی کا نتیجہ سمجھتا ہے، اور یہ سیرت انسان کی ایسی بلند صفات ہیں جن کے لئے اُسے نہ صرف دنیا میں بلکہ عقبیٰ میں بھی اجرِ عظیم عطا فرمایا جاتا ہے"

(مقالہ نمبر ۶۷)

مجاہدۂ نفس کی تاکید

حضرت قطب ربانی رح نے ارشاد فرمایا: قرآن و حدیث میں مجاہدہ نفس کی بہت تاکید آئی ہے۔ لیکن جب تو اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے گا، اور اُسے مغلوب بھی کرلے گا۔ تو اللہ تعالےٰ بعض ذرائع سے نفس کو دوبارہ تجھ پر غلبہ و اقتدار دے گا، تاکہ تو پھر ریاضت و مجاہدہ کیطرف لوٹے اور اپنے نفس سے جنگ آزما ہو، تاکہ تیرا عزم و ایمان پہلے سے زیادہ پختہ ہو، اور آئندہ شیطان کیلئے تجھے گمراہ کرنے کی گنجائش باقی نہ رہے، آنحضرت ؐ کے اس قول کے یہی معنی ہیں کہ ہم نے جہادِ اصغر سے جہاد اکبر کیطرف رجوع کیا!" گویا نفس کے خلاف جہاد کو جہاد اکبر فرمایا، لیکن جہاد بالسیف کو اسکے مقابل جہاد اصغر قرار دیا۔ پس جہاد اکبر سے مراد مجاہدۂ نفس اور عبادت و ریاضت ہے جبکہ اللہ تعالےٰ نے حضورؐ کو حکم صادر فرمایا "اے پیغمبر! اپنے پروردگار کی عبادت آخری دم تک کرتا رہ" یہ عبادت پر دوام کا حکم ہے، اور اس عبادت کی بہترین صورت مجاہدۂ نفس ہے اسلئے کہ نفس محوِ لذات رہ کر عبادات سے غفلت و اجتناب چاہتا ہے اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آنحضرتؐ کا نفسِ معصوم و مطہر عبادات کیونکر غفلت اختیار کر سکتا تھا کہ انہیں مجاہدۂ نفس کی تاکید کرنیکی ضرورت پیش آئی کیونکہ حرکت و عمل تو کیا حضورؐ کا کوئی ارشاد بھی خلافِ منشائے الٰہی نہ ہوا کرتا تھا

جیساکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ہمارا نبیؐ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتا، بلکہ اسکی ہر بات وحی ہوا کرتی ہے، جو اس کی طرف بھیجی جاتی ہے" تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ایسا خطاب تعلیم و تدریس شریعت کا ایک طریقہ ہے، اور نہ خطاب کا حقیقی مرجع اس قدر آنحضرتؐ کی ذات مقدس نہیں جسقدر کہ افرادِ امت ہیں پس آنحضرتؐ کو جو احکام صادر کئے گئے اُنکا حقیقی مدّعا امت کو مخاطب کرنا، اور امور شریعت کی تاکید کرنا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالٰے نے نبیؐ اکرم کو نفس و خواہش پر مکمل غلبہ واقتدار عطا فرمایا تھا۔ اور افرادِ امت کے برعکس جو ہر وقت مجاہدۂ نفس کے حاجتمند ہیں حضور کو مجاہدۂ نفس کی ضرورت نہ تھی پس جب مومن مجاہدۂ نفس پر مدامت کرے، اور اتباع دستور شریعت سے نفس کو مغلوب کرلے، تو اللہ تعالٰے اُسے دنیا و عقبٰی میں اپنی برگزیدہ نعمتوں سے فیضیاب کرے گا اور اسے بہشت کے بلند ترین درجات عطا فرمائے گا جیسا کہ فرمایا" جو شخص روزِ حشر اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا، اور نفس کو خلافِ شریعت خواہشات کی پیروی سے محفوظ رکھا، اس کا مسکن یقیناً جنت ہے۔" پس جب مومن کی قرارگاہ جنت ہوگی، اور دیدارِ الٰہی سے محظوظ ہوگا، تو پھر وہ غیر جنت کی طرف رجوع کرنے اور دنیا کی طرف لوٹنے سے بے پرواہ ہوگا۔ جس طرح وہ دنیا میں احکامِ الٰہی کا احترام کرتے ہوئے نفسِ امّارہ کی خواہشات سے اجتناب کرتا تھا، اسی طرح اللہ تعالٰے بہشت میں اس کے تقوٰی کی خاطر جزا دیتے ہوئے انواعِ نعیم کو اُس کے لئے بسیط کردے گا جن کی کوئی غایت و انتہا نہ ہوگی۔ ان مخلصین و مومنین کے برعکس جو کہ

کافر و مشرک لوگ فقدانِ ایمان کے باعث فسق و فجور میں مبتلا رہا کرتے تھے لہٰذا انہیں اتباعِ نفس کی وجہ سے دوزخ کے عذابِ الیم میں مبتلا کرے گا جیسا کہ فرمایا۔ "مسلمانو! تم اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے اور جس میں وہ ہمیشہ جلا کریں گے۔" پس روزِ حشر کفار اور فاسق و فاجر لوگوں کے لئے طرح طرح کے عذابوں کا بنیادی سبب ان کا اتباع احکامِ الٰہی سے احتراز اور خواہشاتِ نفس کی اندھا دھند پیروی ہوگا۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے "اے نبیؐ! کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اپنا معبود اپنے نفس کو بنا رکھا ہے۔" پس اللہ تعالےٰ مجاہدۂ نفس کرنیوالے مومنین کو جنت میں ہر وقت نئی نئی اور تازہ نعمتیں عطا فرمائے گا۔ اور ان کی یہ خاطر و تواضع اور عزت و توقیر دنیا میں نفس کے خلاف جہاد کرنے اور اسے اللہ کے اوامر و نواہی کا مطیع بنانے کا باعث ہوگی۔ اور یہی معنے ہیں اس ارشادِ نبوی صلعم کے کہ "دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔"

(مقالہ نمبر ۶۸)

ارشاد الٰہی کے معنی کہ اللہ ہر دن نئی شان میں ہے"

حضرت قطب ربانی رحنے ارشاد فرمایا کہ بہت سے علماء اور مطالب قرآن میں غور و فکر کرنے والے لوگ اس آیۂ کریمہ کے حقیقی معانی کا ادراک نہیں کر پاتے کہ "اللہ ہر دن نئی شان میں ہے" اس کا اصل مفہوم یہ ہے کہ تمام مخلوقات خواہ وہ کسی نوع سے تعلق رکھتی ہے، بہر کیف فانی اور زوال پذیر ہے، اور ایک عارضی و ہنگامی حیات و قرار رکھتی ہے لیکن مخلوقات کے برعکس خالق کائنات کی یہ شان ہے کہ وہ حیی القیوم ہے اور دائمی و ابدی ہے اور نہ صرف ذات سے بلکہ اپنی صفات سے بھی ہمیشہ باقی و پائندہ ہے اُس کی حیات اور قوت و اختیارات میں ہر دن فروغ و ارتقار تو ہے، لیکن زوال اور تنزل ہر گز نہیں اسی طرح اس کے احکام اور ارادے روز بروز قوت و اثر اور دوام کو حاصل کرتے ہیں۔ لیکن ان میں ضعف واقع نہیں ہوتا۔ پس جب اللہ تعالیٰ بندہ کی دعا قبول فرماتا ہے، اور اس کی مطلوبہ چیز بھی اسے عطا کرتا ہے، تو اس سے اللہ کا ارادہ نہیں ٹوٹتا، اور نہ اس کی مشیت کی خلاف ورزی لازم آتی ہے مخلوقات کے لئے جو مقدرات ازل سے مبلبس ہیں، علم الٰہی کے مطابق ان کے حصول کا وقت آنے پر وہ

حاجات پوری ہوجاتی ہیں، اور بندہ کی امید بر آتی ہے۔ بہرکیف دعا کرنیوالوں کی ضروریات و حاجات کا پورا ہونا بھی مشیت الٰہی اور دستور ازلی کے تحت ہوا کرتا ہے انتہا ہے کہ عقبےٰ میں بندوں کا داخل بہشت ہونا بھی علم الٰہی اور کرم خداوندی کے تحت ہے۔ چنانچہ یہ حدیث اسی حقیقت پر مبنی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم ؐ سے دریافت فرمایا۔ "کیا جنت میں لوگ محض اپنے نیک عملوں کے باعث داخل ہوں گے؟" آنحضرت ؐ نے جواباً فرمایا "نہیں بلکہ اللہ کی رحمت و بخشش سے داخل ہوں گے۔" جناب عائشہ رضی اللہ عنہا نے پھر پوچھا۔ "یارسول اللہ ؐ آپ بھی نہیں؟ فرمایا۔" میں بھی نہیں، مگر یہ کہ اللہ کی رحمت واسعہ مجھے ڈھانپ لے۔" اس وقت حضور ؐ نے دست مبارک اپنے سر پر پھیرا۔ اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے احکام اور ارادوں میں مخلوقات کا مطیع و محکوم نہیں ہے، وہ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے، اس سے کوئی پرسش نہیں کیجائے گی، بلکہ بندے اوامر و نواہی کی تعمیل کے متعلق پوچھے جائیں گے، عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک تمام مخلوقات اسی کی بنائی ہوئی ہے، اور طوعاً و کرہاً اسی کی مطیع و منقاد ہے۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے "کیا اللہ کے سوا کائنات کا کوئی خالق و مختار ہے؟ پھر فرمایا" کیا اللہ کے سوا کوئی معبود و مسجود ہے؟ نیز فرمایا "کیا تو اللہ کے ساجھی اور ہمنام کو جانتا ہے؟ نیز آنحضرت ؐ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "اے پیغمبر کہئے اے

ملک الملک! توجس کو چاہتا ہے ملک و سلطنت عطا فرماتا ہے، اور جس سے چاہتا ہے ملک و سلطنت چھین لیتا ہے تو جسے چاہتا ہے عزت دولت و توقیر عطا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے، عزت و آبرو اور ترقی و سرفرازی صرف تیرے ہاتھ میں ہے، اور تو بلاشبہ ہر شے پہ حاکم و مختار ہے، تو ہی جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے، مخلوقات پہ حقیقی اور مستقل حکومت صرف تجھی کو حاصل ہے"

(مقالہ نمبر ۶۹)

اللہ تعالیٰ سے کونسی چیزیں مانگنا چاہئیں

حضرت قطب ربانی رحنے ارشاد فرمایا:" اگر تو اللہ تعالےٰ کے حضور سوال کرتا ہے تو ان چیزوں کا سوال کر۔ اس سے اپنے گزشتہ گناہوں کے لئے مغفرت طلب کر، اور مستقبل میں گناہوں سے بچنے کی توفیق مانگ، اُس سے طاعت وعبادت کا التزام کرنے اوامر و نواہی کی تعمیل، مشیتِ خداوندی پر راضی رہنے مصائب پر تحمل کرنے جائز اور حلال نعمتوں کی فراوانی، توسیعِ رزق اور نعمتوں پر حمد و شکر کی طاقت و توفیق چاہتا رہ نیز سلامتیٔ ایمان کے ساتھ موت آنے اور حشر میں انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین اور اولیائے امت کے مصاحبت و رفاقت حاصل ہونے کی دعا کرتا رہ کیونکہ یہ بھی ایک بہت بڑی سعادت ہے نیز جو چیزیں مذہبی اور شرعی طور پر تیرے لئے حرام و ناجائز قرار دی گئی ہیں وہ اللہ سے ہرگز طلب نہ کر، اور نہ ان کا متلاشی ہو بس اپنے معاملات اور مصالح سراسر اللہ تعالےٰ کے سپرد کر دے، اور خود ان میں کسی قسم کا دخل نہ دے، حضرت عمرؓ بن الخطاب کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا۔ مجھے اس کی کوئی پروا نہیں کہ میں کس حالت میں صبح کروں گا۔ آیا اسی حالت میں جسے میں بُرا سمجھتا ہوں، یا اس حالت میں جسے میں پسند کرتا ہوں کیونکہ میں نہیں جانتا کہ علم الٰہی کے تحت میرے لئے بہتری کس حالت میں ہے

پس میں نے اپنے موجودہ اور آیندہ حالات اللہ تعالےٰ کے سپرد کر رکھے ہیں۔ اور وہ بہترین دوست، اور بہترین حافظ و ناصر ہے۔" یہ الفاظ حضرت عمرؓ نے اللہ کی تدبیر پر حسن رضا، اور اس کے حکم و اختیار پر کامل اعتقاد و اطمینان کی بنا پر ارشاد فرمائے چنانچہ بندوں کے ناقص و محدود علم اور معمولی واقعات پر مضطرب ہو جانے کے باعث اللہ تعالےٰ نے تنبیہ فرمائی "مسلمانو! جہاد تم پر فرض کیا گیا ہے، حالانکہ وہ تمہیں عافیت پسندی و راحت طلبی کے باعث مکروہ و ناگوار گزرتا ہے، عین ممکن ہے کہ جس چیز کو تم بُرا سمجھ کر اس سے گریز کرتے ہو۔ وہ تمہارے لئے مفید اور نفع بخش ہو، اور عین ممکن ہے کہ جس چیز کو تم اپنے لئے مفید و راحت بخش سمجھتے ہو، وہ حقیقتاً تمہارے لئے مضر اور تباہ کن ہو۔ پس خیر و شر کی حقیقت و ماہیت کو عالم الغیب اللہ ہی جانتا ہے، تم نہیں جانتے" لہٰذا شیوۂ تسلیم رضا اسوقت تک اختیار کرو جب تو نفس امارہ کی الجھنوں سے آزاد ہو جائے، اور رضائے الٰہی سے موافقت کو اپنا شعار بنالے۔ پھر تیری ذاتی خواہشات اور ذاتی ارادے محو ہو جائیں گے، اور تمام کائنات سے تیرا قلبی تعلق منقطع ہو کر اس میں رب واحد کے سوا کوئی اور چیز باقی نہیں رہے گی۔ یہی مقام توحید ہے، جہاں تیرا دل اللہ کی محبت سے معمور و سرشار ہو جائے گا۔ اور اللہ کی طلب و جستجو اور وصل ہی تیرا نصب العین ہوگا۔ اسی حالت میں تیرا پروردگار تجھے دنیوی نعمتیں اور جاہ و ثروت عطا کریگا، تو تو اُس کا شکر بجالائے گا۔ اور اس کی

مشیت سے موافقت و سازگاری کرتے ہوئے اُس کے عطا کردہ رزق کا عملاً احترام کرے گا۔ پھر حیاتِ دینوی کے نشیب و فراز میں اگر تجھے کبھی عسرت و تنگ حالی درپیش ہوگی تو تو اپنے پروردگار سے ناراض نہ ہوگا، اور اسپر رزق دینے کی تہمت نہ لگائے گا۔ اس لئے کہ ایک مومن اور موحد ہونے کی لحاظ سے تو اپنی خواہش و ارادہ سے کنارہ کش ہو کر اپنے معاملات کو اللہ کے سپرد کر چکا ہے، اور ارادۂ الٰہی کی متابعت میں اپنے ارادوں سے فارغ القلب ہے، پس وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ کے مصداق تو دعا اور سوال کرنے میں صرف امرِ الٰہی کی اطاعت و بجا آوری کرنے والا ہے۔

(مقالہ نمبر ۷)

اپنی نیکیوں پر مغرور نہ ہونے کی تلقین

حضرت قطب ربانی ؒ نے ارشاد فرمایا "تیرا اپنی نیکیوں پر اترانا اُن نیکیوں کو اپنے نفس سے منسوب کرنا اور خلقِ خدا میں اپنی راست بازی پر فخر کرتے پھرنا صریحاً شرک اور گمراہی ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے اور نیکیوں کی توفیق اللہ تعالےٰ ہی کی تائید، توفیق اور فضل وکرم سے ہے اسکے برعکس اگر کوئی شخص شرک وکفر اور طرح طرح کے گناہوں سے بچتا ہے، تو وہ بھی سراسر اللہ کی امداد واعانت اور تائید ونصرت سے ہے پس تو اللہ تعالےٰ کی تائید وتوفیق اور نصرت واعانت کا اعتراف کرنے میں تو بخل وتامل سے کیوں کام لیتا ہے؟ اور نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کو محض اپنے نفس کی طرف کیوں منسوب کرتا ہے؟ حالانکہ بڑے بڑے جلیل القدر انبیاء اور اولیاء اللہ بھی ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ یعنی اللہ تعالےٰ کے اوامر واحکام کی تعمیل اور نواہی سے محفوظ رہنے کی توفیق صرف اللہ کی تائید ونصرت سے ہے۔" پس تجھے چاہئیے کہ حسب آیات کلام اللہ نیکی تقویٰ وراستبازی کو تو اللہ تعالےٰ کیجانب سے سمجھے، لیکن بدی اور گناہ کو اپنے نفسِ اَمّارہ کیجانب منسوب کرے کیونکہ معاصی کا محرک ومنبع

وہی ہے آنحضرت ؐ نے ارشاد فرمایا! نیک عمل کرو، اور نیک عملوں کی توفیق اللہ تعالےٰ سے چاہو گناہوں سے بچو، اور گناہوں سے بچنے کے لئے نفسِ امارہ کو مغلوب کرو اپنے پروردگار کی قربت چاہو اور اللہ کے بندوراستبازنہ ہو جاؤ، پس جو شخص مشیت الٰہی میں جس دستور عمل کیلئے پیدا کیا گیا ہے، وہ عمل اس کے لئے آسان کر دیا گیا ہے، اور وہ اس کی پیروی پر مامور و مکلّف ہے ۔"

(مقالہ نمبر ۱۷)

مرید اور مراد کی وضاحت

حضرت قطب ربانی رح نے ارشاد فرمایا" طریقت و حقیقت میں تیری دو ہی حالتیں ممکن ہو سکتی ہیں تو یا تو مرید ہو گا. یا مراد اگر تو مرید ہے تو پھر تو ایک بھاری بوجھ اور شریعت کی بہت بڑی ذمہ داری اٹھانے کے لئے مکلّف ہے اس لئے کہ ابھی تو جویائے راہِ صداقت و حقیقت اور طالب و محتاج ہے، اور طالب کو بہت محنت و مشقت اور ریاضت و مجاہدہ میں سے گزرنا پڑتا ہے، حتیٰ کہ وہ اپنے مطلوب و مقصود کو پہنچ جائے اور اپنے محبوب کو پالے پس راہ طریقت میں تیرے لئے مناسب نہ ہو گا کہ تو موانع و مشکلات اور مصائب و نوائب پر واویلا کرے اور اللہ کے خلاف شکوہ شکایت یا فریاد کرے تجھے تحمل اور برداشت سے کام لینا ہو گا. ثبات و استقلال سے صراطِ مستقیم پر قائم رہنا ہو گا- یہانتک کہ مصائب و نوائب کا بوجھ تجھ سے اٹھالیا جائے اور تکلیف و اذیت تجھ سے رفع کر کے تجھے اپنی مراد عطا فرمائی جائے- پس رہ طریقت میں مصائب و مشکلات اور حقیقت تیرے باطن کے تزکیہ و طہارت اور رفع درجات روحانی کے لئے ہوا کرتی ہیں اور ان کا مقصد احتیاج مخلوق سے تیری نگہداشت کرنا ہے، اور اگر تو مراد ہے، اور تجھ

پر آفات وارد ہوں، تو ان آفات کے خلاف بھی اللہ تعالےٰ پر تہمت نہ لگا، اور اس کی شکایت نہ کر۔ نیز اس کے نزدیک تیری جو قدر و منزلت اور عزت و توقیر ہے، اس میں شک و شبہ نہ لا اس لئے کہ اللہ تعالےٰ صاحبِ مراد اولیاء اللہ پر بھی اس وجہ پر بلائیں نازل کرتا ہے کہ اُن درجات کو بلند تر کرے، اور ان کو روحانی رفعت و قوت بخشے لہٰذا تیرے مراد ہونے کی صورت میں بھی اللہ تعالےٰ کا منشاء یہ ہے کہ وہ تیرا رتبہ اولیاء اور ابدال کے رتبہ سے ملائے اور تجھے اپنے نزدیک قریب و بلند کرے۔ کیا تو یہ گوارہ کرے گا کہ تجھے اولیاء اور ابدال سے بے تعلق اور دور افتادہ کر کے غافل و فاسق لوگوں کے زمرہ میں رکھا جائے اور جو قوتِ ایمان تجھے اُن کی صحبت میں حاصل ہوئی وہ زائل ہو جائے اگر اس بلندی درجات سے غفلت و اغماض بھی برتے تو اللہ تعالےٰ ہرگز پسند نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ فرماتا ہے تمہارے مصالح اور فلاح و بہبود کو اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے" پھر اگر تو یہ کہے کہ ابتلا تو طالب و مرید کے لئے ہونا چاہیئے جو راہِ طریقت میں بلندی ہے نہ کہ مراد کے لئے جو منتہی اور صاحبِ مقصود ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مراد کا ابتلا ایک کلیہ نہیں، بلکہ محض اور نادرالوقت شے ہے چنانچہ اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ سب سے زیادہ ابتلا برگزیدہ انبیاء کو در پیش آیا۔ ابراہیم علیہ السلام کے سانحات و احوال دیکھو۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مصائب و نوائب پر نظر کرو کہ اُن پر کیسا

شدید ابتلا وارد ہوا۔ چنانچہ حضورؐ نے خود فرمایا "میں اللہ کے دین میں جسقدر ڈرایا گیا ہوں اُس قدر کوئی دوسرا نہیں ڈرایا گیا اور جسقدر اللہ کی راہ اطاعت اور امر میں کفار کی طرف میں تکلیف و اذیت دیا گیا ہوں، اور کوئی نہیں دیا گیا۔ بے شک مجھ پر خدمتِ دین میں مسلسل دو ماہ ایسے گزرے ہیں کہ اُن کے دوران مجھ اس قدر طعام دیا گیا جسے بلال کی بغل چھپالے اور یہی حالت میرے رفقا کی تھی"۔ اسکے علاوہ آنحضرتؐ نے فرمایا "خصوصاً انبیار کے گروہ پر دیگر لوگوں سے بہت زیادہ سخت مصیبتیں اور بلائیں نازل ہوئی ہیں پھر اسیطرح درجہ بدرجہ دیگر بندگانِ خدا مصیبت و ابتلا میں ہو کر گزرے ہیں"۔ نیز آنحضرتؐ نے فرمایا "میں تم سب سے زیادہ اللہ کو پہچاننے والا۔ اور اس سے ڈرنے والا ہوں" اس سے معلوم ہوا کہ کس طرح نبی اکرمؐ صاحبِ مراد و مقصود اور محبوبِ مطلوب ہی داصل ہو کر بھی ابتلا میں ڈالے گئے۔ اور یہ مبتلا کرنا، اور اللہ سے ڈرانا حضور کو روحانیت میں بلند تر کرنے اور جنت میں اُن کے درجات کو رفیع کرنے اور قرب خداوندی کیلئے تھا۔ جیسا کہ ہمنے پہلے بیان کیا کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور انبیاء واولیاء و صدیقین کے اصول ابتلا پر تحمل کرنا اور مشیت الٰہی سے موافقت کر کے شیوۂ تسلیم و رضا اختیار کرنا ہے، بعد ازاں بلا ان سے دور کیجاتی ہے اور انہیں دیدار الٰہی سے محظوظ کر کے عقبیٰ میں درجات عالیہ عطا فرمائے جاتے ہیں پس یہ واضح ہوا کہ دنیا میں ہر صاحبِ مراد و مقصود کا ابتلا لازمی نہیں اور نہ ہی اسے ایک کلیہ قرار دیا جاسکتا ہے، بلکہ اللہ تعالےٰ اپنی حکمتِ بالغہ کے تحت جسکے ساتھ چاہتا ہے، یہ معاملہ کرتا ہے"۔

مقالہ نمبر ۷۲

بازار میں داخل ہونے والوں کی اقسام

حضرت قطب ربانی ؒ نے ارشاد فرمایا" خلقِ خدا میں دینی روحانی اور باطنی کحاظ سے انسانوں کے مختلف مدارج ہیں لہذا لوگ جو بھی عمل کرتے ہیں وہ اپنی روحانی و باطنی کیفیت و صلاحیت کے مطابق کرتے ہیں، اور ہر عمل میں ان کی نیت، خواہش اور نقطۂ نظر جداگانہ ہوتا ہے جس کی بنا پر انہیں اجر و ثواب دیا جاتا ہے، یا عذاب کیا جاتا ہے مثال کے طور پر لوگوں کا بازار میں جانے کا فعل ہے ان سب کے ارادے اور تصورات جداگانہ ہوتے ہیں اور اس لحاظ سے ان کی چند اقسام ہیں چنانچہ اُن میں سے بعض وہ ہیں کہ جب بازار میں داخل ہوتے ہیں، اور لذات و شہوات میں مبتلا کرنیوالی اشیاء کو دیکھتے ہیں، تو ان میں پھنس جاتے ہیں، اور وہ اشیاء انھیں اپنی کشش و جاذبیت میں محو کر لیتی ہے پس یہ لوگ ان چیزوں دل سے وابستہ ہو کر انکے جائز و ناجائز حصول میں مصروف ہوتے ہیں، اور فتنوں میں پڑ جاتے ہیں لذات و شہوات میں ڈالنے والی ایسی اشیاء کا نظارہ ان کے گمراہ اور بیگانۂ دین و عبادت ہو جانے کا باعث ہوتا ہے، اور اس طرح وہ نفس امارہ کی خواہش و ضرورت کا اتباع کر کے اللہ کی اطاعت سے دور جا پڑتے ہیں۔ مگر یہ کہ اللہ تعالےٰ انھیں اپنے فضل و کرم سے انھیں شرورِ نفس سے بچانے، اور لذات

سے اجتناب کی توفیق دے۔ تو پھر وہ سلامت رہتے ہیں۔ اور پھر بازار میں جانے والوں میں سے بعض وہ ہیں کہ جب وہ لذات و شہوات کی چیزوں کو دیکھتے ہیں، اور انھیں غافل و گمراہ ہونے کا موجب سمجھتے ہیں تو عقل و شعور سے کام لیکر دین کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور صبر و تحمل کے ساتھ اتباع شریعت اختیار کرتے ہیں ایسے لوگ مجاہدین کیطرح ہیں اور وہ نفس و شہوات پر غلبہ حاصل کرتے ہیں اللہ کی مدد و نصرت پاتے ہیں اور ان کے عمل جہاد بالنفس کا اللہ تعالےٰ دیگر نیکیوں سے بہت زیادہ ثواب دیتا ہے جیساکہ بعض حدیثوں میں وارد ہے کہ آنحضرت نے فرمایا جب کوئی مومن بعض لذات و شہواتِ نفس پر قبضہ و اختیار پاکر بھی انھیں اللہ کے خوف سے چھوڑدے، تو اس کی اس نیکی کا ستر گنا ثواب زیادہ دیا جاتا ہے، اور پھر اُن میں سے بعض لوگ وہ ہیں جو لذات و شہوات کی چیزوں کو فوراً حاصل کرتے ہیں، اور ان سے واصل و مختلط رہتے ہیں یہ لوگ بھی اپنے لئے غفلت و گمراہی کا سامان پیدا کرتے ہیں پھر بعض لوگ وہ ہیں جو بازار میں جاتے ہیں تو اپنی پسند اور خواہش و ضرورت کو صرف اللہ کی جائز و حلال کی ہوئی چیزوں تک محدود رکھتے ہیں، اور اپنی وسعت و فراخی مال سے انھیں حاصل کرکے جائز و صحتمند طریق پر انھیں استعمال میں لاتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کا ہر دم شکر بجالاتے ہیں۔ یہ لوگ برکت و فلاح پانے والے ہیں اور پھر بازار میں جانے والے لوگوں میں سے بعض خدا کے بندے ایسے بھی ہیں جو لذات و شہوات کے اسباب کو

نہیں دیکھتے اور نہ ان پر توجہ دیتے ہیں۔ وہ ان سے بالکل بے خبر اور ماسوا اللہ سے اندھے ہیں وہ غیر اللہ کو نہ دیکھتے ہیں، اور نہ سنتے ہیں اور نہ درخور حقنا سمجھتے ہیں۔ بس وہ اپنے حواس اور اپنی توجہ و دلچسپی کو ہمہ وقت محبوب حقیقی پر مرتکز رکھتے ہیں اس لحاظ سے وہ جلوت میں بھی اس خلوت کا لطف و سرور لیتے ہیں جو ذکر و وجد سے معمور ہے چنانچہ جب تو انھیں بازار میں پائے، اور ان سے پوچھے کہ "بازار میں آپ نے کیا کچھ دیکھا ہے؟ تو وہ کہیں گے ایک ہی ذات ابدی کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا" اور ان کا یہ کہنا بالکل درست ہے، کیونکہ انھوں نے جو کچھ دیکھا ہے، وہ سر کی آنکھوں سے نہیں بلکہ دل کی آنکھوں سے دیکھا ہے، جو کچھ دیکھا ہے، اتفاقیہ اور اچانک دیکھا ہے خواہش و آرزو کی نظر سے نہیں دیکھا محض صورت میں دیکھا ہے، معنی میں نہیں دیکھا۔ ظاہر ہی میں دیکھا ہے، باطن میں نہیں دیکھا اور پھر جتنا کچھ اور جو کچھ بھی دیکھا ہے اس میں بھی خالق اور صانع ہی کو دیکھا لئے وہ مخلوقات کے کسی پہلو میں تو اُس کے جمال کا مشاہدہ کرتے ہیں اور کسی رُخ میں اُس کے جلال کو دیکھتے ہیں، اور بازار جانے والوں میں اللہ کے بعض برگزیدہ بندے ایسے بھی ہیں کہ جب وہ کچھ عوام الناس کو گفتار و کردار کی لغزشوں اور گمراہیوں میں مبتلا پاتے ہیں تو اُن کا دل اُن کیلئے ہمدردی اور رحم و شفقت سے لبریز ہو جاتا ہے، اور ان سے نفرت کرنے یا انھیں لعنت و ملامت کرنے کے بجائے بازار میں داخل ہونے کے وقت سے نکلنے کے وقت تک اللہ تعالےٰ کے حضور اُن کے لئے شفاعت

مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں اور ساتھ ہی التجا کرتے ہیں کہ پروردگار
ان لوگوں کو ہدایت دے اور راہِ راست کی طرف ان کی رہنمائی
فرما تاکہ یہ تیری نافرمانی اور شریعت کی خلاف ورزی کا مرتکب نہ ہوں ایسے
ہی اللہ کے مخلص بندے شہروں اور ان کی آبادیوں پر اللہ کے کوتوال
اور محافظ ہیں۔ اور اگر تو چاہے تو بلا تامل و بلا تکلیف ان اللہ کے پیاروں
کو اولیاء ابدال زاہد و متقی، محبوب و مراد زمین پر خدا کے نائب و خلیفہ
خوش اخلاق شیریں بیان، ہادی و مہدی، اور مرشد و رہنما وغیرہ جیسے
خطابات دے سکتا ہے، ایسے لوگ کبریت احمر یعنی اکسیر اعظم کی طرح
نادر الوجود ہیں، اور خلوت و جلوت میں ان کی دعا اور صحبت کے فیوض
و برکات نہایت خوش نصیب لوگوں کو حاصل ہوتے ہیں اُن پر اللہ
رحمتیں اور خوشنودیاں نازل ہوں، اور نوع انسانی کی ہدایت
و سعادت کے لئے تعالیٰ انھیں سلامت صاحب قوت و توفیق
رکھے۔

(مقالہ نمبر ۳۷)

اولیاء پر حالتِ فساق کا کشف

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا۔ بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے کسی ولی اور برگزیدہ بندے کو بعض فاسق وفاجر لوگوں کے ظاہری وباطنی عیوب سے آگاہ فرماتا ہے، اور اس کشف کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ بزرگ ان گمراہ وبدکردار لوگوں کو اور شریعت کے حفظ واحترام کی تبلیغ وتلقین کرے، اور کلام اللہ کی روشنی میں حق وباطل کا فرق انپر واضح کرے چنانچہ وہ ولی اللہ آداب تبلیغ کے تحت کسی مشرک یا فاسق وفاجر شخص کی تذلیل وندامت لوگوں کے سامنے ہرگز نہیں کرتا بلکہ آیۂ تنزیل تو اپنے پروردگار کی سیدھی راہ کیطرف لوگوں کو حکمتِ عملی لطف ومحبت اور نرمی وشیریں کلامی سے بلا، اور ان سے بحث ومناظرہ بھی کر تو خوش اخلاقی سے تاکہ وہ صراطِ مستقیم کیجانب راغب ومائل ہوں، کے حسبِ ہدایت وہ انھیں خلاف شریعت کاموں سے تنہائی میں محبت وتلطف کیساتھ منع کرتا ہے اور ایسی سند ومعقولیت سے انھیں توحید وشرک اور نیکی وبدی کا فرق و امتیاز سمجھاتا ہے، کہ احکام شریعت وتعلیمات نبویؐ ان کے دل میں اُترجاتی ہیں اور وہ شرک وفسق کے تخریبی تاثرات کو اچھی طرح سمجھ کر اوامرِ الٰہی کی اطاعت پر بطیبِ خاطر مائل ہونے لگتے ہیں۔ وہ ولی اللہ انھیں بتاتا ہے کہ تم

لوگ شرک وفسق سے اپنے باطن کا مکمل تزکیہ کئے بغیر مسلمان یا مومن ہونیکا یقین واطمینان نہیں رکھ سکتے، اور مسلمان رہنے کے لئے، اور خود کو مسلمان ثابت کرنے کے لئے دستورِ شریعت کا اتباع لازمی چیز ہے کیا تم لوگ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں جانتے کہ "اللہ شرک کو ہرگز معاف نہیں کرے گا ہاں اسکے علاوہ جو گناہ بھی چاہے معاف کرے" نیز فرمایا اے مسلمانو! اپنی عاقبت سنوارنے کیلئے تقویٰ کی راہ اختیار کرو، کیونکہ سفرِ آخرت کیلئے تقویٰ بہترین زادِ راہ ہے پس خلقِ خدا کا ایسا مشفق وہمدرد وبزرگ فساق ومشرکین کے عیوب پر آگاہ ہوکر اُنکی تذلیل وتحقیر نہیں کرتا بلکہ خوش اخلاقی اور شریں کلامی سے انہیں صراطِ مستقیم کیجانب مائل کرتا ہے، نیز وہ کسی کی غیبت وبدگوئی بھی نہیں کرتا، کیونکہ یہ چیز ایک ولی اللہ کی پاکیزہ سیرت اور حسنِ عمل سے بعید ہے کہ وہ لوگوں کی پیٹھ پیچھے اُنکی غیبت کرے اور انکیں برا بھلا کہے، یا انکے خفیہ عیوب دیگر لوگوں پر ظاہر کرے، حالانکہ وہ خلقِ خدا کو غیبت جیسی عادتِ بد سے منع کرتا پھرتا ہے، نیز وہ تنہائی یا مجالس میں مشرک وفاسق لوگوں کے طرزِ عمل پر طعن وتشنیع بھی نہیں کرتا۔ بہر کیف اس ولی اللہ کی تبلیغ وتلقین جو گمراہ اور بد عقیدہ لوگوں کے ظاہری وباطنی عیوب پر من جانب اللہ آگاہ کیا گیا ہے سراسر اذنِ الٰہی کے تحت ہوا کرتی ہے اور وہ اس وسعتِ مشرب حسنِ اخلاق اور سلیقہ مندی کے ساتھ ہوا کرتی ہے کہ اکثر وبیشتر مشرک فاسق لوگ شرک وفسق سے بیزار ہوکر توحید وتقویٰ اختیار کر لیتے ہیں، اور حسب آیۂ شریفہ اللہ جسے چاہتا ہے صراطِ مستقیم کیجانب رہنمائی فرماتا ہے وہ توفیق ونصرتِ خداوندی سے اللہ تعالیٰ کے معین کردہ صحیح راستے پر گامزن ہو جاتے ہیں۔

(مقالہ نمبر ۴۷)

کائنات توحید کے آثار سے معمور ہے

حضرت قطب ربانی رح نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالٰے فرماتا ہے "میری زمین میں یقین و ایمان لانے والوں کیلئے بہت سی آیات ہیں، اور یہ آیات تمہارے اپنے نفوس میں بھی موجود ہیں کیا تم دیکھتے نہیں؟" اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالٰی کی ذات و صفات احد و حدانیت پر یقین و ایمان لانے کیلئے زمین اسکی صنعت کے عجائب و غرائب سے معمور ہے لہذا ہر صاحب عقل و شعور کو چاہیئے کہ وہ تحصیل عرفان و ایمان کے لئے غور و تدبر اور مشاہدہ اپنی ذات سے شروع کرے اپنے وجود کی ظاہری و باطنی ہیئت و ترکیب کو غور و فکر کی نظر سے دیکھے اور جب عرفانِ نفس اور علم ابدان بھی اسے بصیرت حاصل ہو جائے، تو پھر تمام کائنات اور حکمتِ اشیاء پر غور و تدبر کرے پس مخلوقات میں غور و تدبر کرنے کے اسپر خالق کی عظمت و کبریائی واضح ہوتی چلی جائیگی اور مصنوعات کو دیکھکر وہ صانع کی ذات و صفات کا اندازہ کر سکے گا۔ اور اسطرح توحید و معرفت کے حقائق اسکی چشم قلب پر منکشف ہوتے چلے جائیں گے کیونکہ یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے کہ صنعت اپنے صانع کے کمالِ فن کی ترجمان ہوا کرتی ہے، اور فعل اپنے فاعل کی قدرت و صلاحیت پر دلالت کرتا ہے، اللہ تعالٰی نے اپنے کلام مقدس میں فرمایا: "اللہ نے زمین و آسمان کی تمام چیزوں کو تمہارے لئے مسخر و مطیع کر دیا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ

نے اس آیت کے اسرار و حکم کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا کہ کائنات کی ہر شے اسمائے الٰہی میں سے ایک اسم ہے اور ہر شے کا نام اللہ کے کسی نہ کسی اسم کی علامت ہے حتیٰ کہ اے انسان تو بھی بذاتِ خود کچھ نہیں ہے، مگر اسی کے اسم اور صفت اور فعل کا عکس دیکھ تو ہے، اور اسی کی قدرت سے پوشیدہ، اور اسی کی حکمت سے ظاہر و نمایاں ہے اللہ تعالےٰ نے کائنات میں اپنی صفات کو ظاہر فرمایا ہے، اور ذات کو چھپایا ہے، بایں ہمہ ذات کو صفت میں اور صفت کو فعل میں ظاہر و واضح فرمایا ہے، نیز اپنے علم کو مشیت و ارادہ سے اور ارادہ کو حرکات و افعال سے ظاہر کیا اور اللہ تعالےٰ اپنے امورِ غیب میں باطن لیکن اپنی قدرت و حکمت میں ظاہر و نمایاں ہے تمام اشیا سے کائنات اس کی صنعت و قدرت کی مظہر و ترجمان ہونے کے باوجود کوئی بھی شے اس کی مثل نہیں ہے اور وہ عالم الغیب سمیع و بصیر زمان و مکان کی حدود سے بالاتر، اور ہمیشہ زندہ و باقی رہنے والا ہے،

بلاشبہ حضرت ابن عباس رضؓ کا یہ کلام اسرار معرفت سے معمور ہے اور ایسے نکات و معانی کا ظہور ایسے ہی سینہ سے ہو سکتا ہے جس میں قلب زندہ و روشن ہو۔ اور حکمت و معرفت میں حضرت ابن عباس رضؓ کی یہ شان اس بنا پر تھی کہ آنحضرت صلعم نے ان کے حق میں دعا فرمائی تھی "یا اللہ اس کو دین میں حکمت اور سمجھ عطا فرما، اور اسکو معانی آیات کا علم لدنی مرحمت فرما۔" اللہ تعالےٰ ہمیں ان حاملین اسرار کتاب اللہ کی برکات عطا فرمائے اور ان کے گروہ میں ہمارا حشر و نشر کرے۔

(مقالہ نمبر ۷۵)

تصوف کی صفات و مقتضیات

حضرت قطب ربانی رح نے ارشاد فرمایا: میں تجھے تاکید کے ساتھ ان چیزوں کی وصیت و تلقین کرتا ہوں کہ اللہ تعالے سے خوف کھا، اور اسکی فرمانبرداری کر ظاہر شریعت کی پابندی کر۔ اپنے سینہ کو شرک و فسق کی کدورت سے پاک رکھو بخل سے بچ اور بذل و سخا اختیار کر۔ حقوق العباد کو کسی بھی ذریعہ کو غصب مت کر خوش اخلاقی اختیار کر اور اپنے چہرہ کو ہشاش و بشاش رکھ معرف میں آنے والی جائز و مباح چیزوں کو خرچ کر خلق خدا کی ایذا رسانی نہ کر فقر و طریقت میں جو مصائب و مشکلات پیش آئیں، ان پر تحمل کر اور یقین و خلوص کے ساتھ اللہ سے استعانت کا طلب گار رہو۔ اولیاء اور مشائخ کی عزت و حرمت کو نگاہ میں رکھو مسلمان بھائیوں کیساتھ اچھا معاملہ کر اور دیانت داری کو پیشہ بنا اپنے سے بڑوں کا ادب کر، اور چھوٹوں کو نیک کاموں کی نصیحت کر مصیبت زدہ اور درماندہ لوگوں کی حاجت برآری کر اجناس اور اشیاءے ضروریہ کا اپنے یہاں ذخیرہ مت کر کہ اس سے خلق خدا مصیبت میں مبتلا ہوتی ہے جو لوگ فاسق و فاجر ہیں اور اولیاء و صلحار کی عزت نہیں کرتے ان کی صحبت چھوڑ دے دینی اور دینوی امور میں بندگانِ خدا کی امداد و اعانت کر فقر کی حقیقت یہ ہے کہ تو اپنے ہم جلیسوں کا محتاج نہ ہو، اور اپنی حاجات و ضروریات صرف اللہ تعالیٰ

کے حضور عرض کرے، اور غنا یہ ہے کہ حسب ارشاد نبوی تجھے غنائے نفس حاصل ہو جائے، اور تو مخلوقات کی جانب رجوع کرنے کی بجائے ربِ واحد کو اپنا ملجا و ماوی بنا لے۔ اور یاد رکھو کہ تصوّف محض قیل و قال اور بحث و تمحیص سے حاصل نہیں ہوتا، بلکہ تصوّف کا حصول لذات و شہوات کو چھوڑ دینے، اور ذکر و فکر کے التزام سے وابستہ ہے۔ اور فقیر سے صحبت و موانست اختیار کرنے کا اصول یہ ہے کہ اس کے سامنے پہلے ہی علمی مسائل نہ کھول بیٹھ کیونکہ علم اُس مبتدی کو وحشت میں ڈالے گا، بلکہ نرمی اور محبت کے ساتھ ذکر اور معرفت کی باتیں کر کیونکہ وہ ان چیزوں سے طبعاً مانوس ہے اور یاد رکھو کہ تصوف کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر رکھی گئی ہے (۱) حضرت ابراہیمؑ کی طرح سخی ہونا (۲) حضرت اسحاقؑ کیطرح راضی برضائے الٰہی ہونا (۳) حضرت ایوبؑ کیطرح صبر و تحمل اختیار کرنا (۴) حضرت زکریاؑ کی طرح مناجات کرنا (۵) حضرت یحییٰؑ کی طرح وجد و ذکر اختیار کرنا (۶) حضرت موسیٰؑ کیطرح صوف پہننا (۷) حضرت عیسیٰؑ کی طرح سیر فی الارض کرنا (۸) حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کیطرح فقر و توکل اختیار کرنا ان تمام حضرات پر ہمارا اسلام ہو پس تصوف کے بنیادی اصول کو اپنانے کے لئے مذکورہ صفات کا اتباع نہایت ضروری ہے

(مقالہ نمبر ۷۶)

مسلمان کو چند ضروری وصایا

حضرت قطب ربانی رحمہ نے ارشاد فرمایا "میں تجھے مندرجہ ذیل امور پر اخلاص کے ساتھ عمل پیرا ہونا کی وصیت کرتا ہوں امراء سے غیرت و خودداری کے ساتھ مل، اور فقراء سے عجز و تواضع اور فروتنی اختیار کر عمل میں خلوص اختیار کرنا تجھ پر لازم ہے اور خلوص یہ ہے کہ تمام اذکار و عبادات میں صرف اللہ تعالےٰ پر نظر رکھے، اور مخلوق کو اپنی رغبت و توجہ کا مرکز نہ بنا۔ اپنے مسلمان بھائیوں کے حقوق کو دوستی کے ذریعے ضائع مت کر صحبت فقراء کو عجز و تواضع ادب و احترام اور بذل و سخا کے ساتھ اختیار کر۔ نفس امارہ کے اتباع سے احتراز کر تاکہ تجھے حیات معنوی عطا کیجائے اپنے مشرب و اخلاق کو وسیع رکھو کیونکہ جس کا اخلاق وسیع ہے وہ اللہ تعالیٰ کے قریب تر ہے اپنے باطن کو ماسوا اللہ کیطرف مائل ہونے سے بچا کیونکہ یہی توحید اور افضل الاعمال ہے شرک و فسق میں مبتلا لوگوں کو ہمیشہ تبلیغ حق کرتا رہ کیونکہ تبلیغ ہر مسلمان پر فرض کی گئی ہے جہاں تک کہ ہو سکے سچے فقیر اور ولی اللہ کی خدمت کر۔ اپنے سے کمزور اور چھوٹے پر حملہ نہ کر کہ یہ نامردی ہے اپنے سے بڑے پر بھی حملہ نہ کر کہ یہ بدتہذیبی اور بدخلقی ہے ہمیشہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہ اسلئے کہ ذکر تمام نیکیوں اور سعادتوں کا جامع ہے خدا کے

عہد و پیماں کا عملی طور پر احترام کر، کیونکہ یہ چیز مسلمان کو ہر قسم کے شر سے
محفوظ رکھتی ہے اس عقیدہ پر ایمان پختہ رکھو کہ تیرے تمام حرکات و سکنات
اور گفتار و کردار کی اللہ کے حضور پرسش ہو گی لہذا گناہوں کو چھوڑ کر
نیک کاموں میں مشغول ہو جا اپنے اعضاء و جوارح کو حرام و ممنوع چیزوں سے
بچا اللہ اور اللہ کے نبی برحق کی اطاعت کو اپنے اوپر لازم کر لے کہ یہ صراطِ
مستقیم کے ضامن ہیں نیز اللہ نے جس کو ملک و حکومت کا والی بنایا ہے اسکی فرماں
برداری کر اور اس کے حقوق ادا کر خدا کی زمین میں امن قائم ہونے کے بعد کسی
قسم کا فساد برپا نہ کر مسلمانوں سے گمانِ نیک رکھو اور نیک نیتی کے ساتھ ان
سے اچھا سلوک کر اپنی زبان کو غیبت اتہام اور بدگوئی سے بچا اپنے دل میں
کسی مسلمان کی بدخواہی اور کینہ و عداوت نہ رکھو اپنے کسی لفظ یا حرکت سے
کسی مسلمان کی دل آزاری نہ کر، حلال روزی کما اور اہل و عیال کی خدمت
کر کہ یہ بھی عبادت ہے شریعت کے جو مسائل تو نہیں جانتا وہ علماء دین سے
دریافت کر اور محض قیاس و گمان سے کوئی اقدام نہ کر۔ اللہ تعالٰے کے
ساتھ مصاحبت اور باطنی ربط و تعلق رکھ۔ اور مخلوقات سے
الٰہی تعلقات کا لحاظ رکھتے ہوئے مل۔ ہر صبح اپنے مال و جائیداد
کا صدقہ دے، اور غرباء و مساکین کی امداد و اعانت کر۔ اپنے اوقات
ذکر و عبادت میں اپنے مرحوم لواحقین اور دیگر مومنین کے لئے دعائے
مغفرت کر، اور ان کے لئے درود و تلاوتِ قرآن کا التزام کر
ہر صبح و شام سات مرتبہ اس دعا کو پڑھا کر۔ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنَا

مِنَ النَّارِ۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ تَعَلِیِّ الْعَظِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الخ یہ آیاتِ آخر سورہ حشر تک پڑھنے کا التزام کر اور اللہ تعالیٰ ہی ہمیں ذکر و عبادت کی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

(مقالہ نمبر ۷۷)

خالق اور مخلوق کے ساتھ برتاؤ

حضرت قطب ربانی رحمہ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے ذکر و عبادت میں اس طرح محو رہ کہ گویا مخلوق موجود ہی نہیں اور مخلوق کیساتھ ایسا برتاؤ کر کہ گویا تیرا اپنا نفس موجود نہیں پس جب تو مخلوق سے بے تعلق ہو کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ربطِ کامل پیدا کرے گا تو حقیقی معنوں میں اس کا قرب و وصل پائیگا اور جب تو نفس کی پیروی کئے بغیر مخلوق کے ساتھ ہو گا تو عدل کرے گا اور حق و صداقت پر قائم رہے گا. اور یہ روش تجھے ہر قسم کے نقصان اور تباہی سے محفوظ رکھے گی اور جب تو خلوت اختیار کرنے لگے تو اس کے دروازہ پر سب کو چھوڑ دے اور خلوت میں تنہا رہنے کا التزام کریں تو ذکر و فکر کی برکت سے خلوت میں اپنے حقیقی دوست اور مونس و ہمدم کو باطن کی آنکھ سے دیکھ لے اور اس کی تجلیات کا مشاہدہ کرے گا اس جگہ نفسِ امارہ کا غلبہ و تسلط تجھ سے رفع ہو جائے گا اور اسکی جگہ اللہ تعالیٰ کا عشق و قرب تجھے حاصل ہوگا اسوقت تیرا جہل علم سے اور تیرا بعد قرب سے بدل جائیگا، ہاں تیری خاموشی وجد و سرور ہے تیری گفتار ذکر ہے اور تیری مستی اللہ کا انس ہے یاد رکھ کہ مقامِ عبودیت میں محویتِ حق لازمی چیز ہے، اور یہاں جسکی توجہ پراگندہ ہے وہ مبتلائے شرک ہے اگر تو نے خالق کو اختیار کیا ہے، تو مخلوق کی ایسی متابعت نہ کر جو رضائے الٰہی کے خلاف ہو جس شخص نے عشقِ الٰہی کا مزا چکھا اسی نے اس کو جانا پہچانا یہ سن کر کسی نے

حضرت سے پوچھا "جس شخص پر تلخی صفرا غالب ہو وہ شربی کا ذائقہ کیونکر پائے گا؟" آپ نے جواب دیا "وہ اپنی طرف سے حتی الوسع ریاضت و مجاہدہ کرے اور قصد و تکلیف کے ساتھ خواہشاتِ نفس کی پیروی سے احتراز کرے پھر اس کا ذوق حق گوئی درست ہو جائے گا اور اُسے ذات و صفاتِ خداوندی کا عرفان ہوگا۔" اے مومن! یاد رکھو کہ واردات قلب اور عقل شعور میں تضاد و تصادم ہے، اور یہ تضاد و تصادم اُس وقت رفع ہوتا ہے جب مومن مقام معرفت میں توحیدِ الٰہی کے نشہ سے سرشار ہو جائے پھر اس کا قلب دماغ بن جاتا ہے، اور دماغ قلب، اور اس طرح دونوں میں کامل یگانگت و ہم آہنگی پیدا ہو جاتی ہے اے مومن! اخلاق کو اپنی طبیعت کو موذنا بنو کر دیا گویا انسانی طبیعت کا بدل کر ملائکہ کی طبیعت بن جاتا ہے، پھر خصائص ملائکہ سے بھی بلند تر ہو کر تیرا ایمانِ اوّل اور عہد الست میں محو و مستغرق ہو جانا ہی وہ قطرہ ہے جسے دائمی بقا حاصل ہوگی اس وقت تیری گفتار اور تیری تمام حرکات و سکنات اذنِ الٰہی کی ہوں گی اگر تو اس بلند روحانی و باطنی رتبہ کا خواہاں ہے تو تجھ پر لازم ٹھہرے گا کہ نفس امارہ کے اتباع سے کنارہ کش ہو کر اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کا مطیع و پابند ہو جائے پھر تجھے معرفت پروردگار کا علم لدنی حاصل ہوگا، اور تو ہر شے سے فانی ہو کر صرف وجودِ حق تعالیٰ کے ساتھ باقی رہے گا پس جب تیری ہستی وجود حق کے ساتھ باقی ہوگی تو تیرا سب کچھ اسی کی رضا و خوشنودی کے لئے ہوگا اگر تو زہد اور تقویٰ اور معرفت کا معنوی و باطنی فرق معلوم کرنا چاہے تو سمجھ لے کہ زہد کا عمل گویا ایک ساعت ہے، تقویٰ کا عمل دو ساعت کا اور معرفتِ حق تعالیٰ ایک دائمی و ابدی عمل ہے۔

مقالہ نمبر (۲۷)

اہل مجاہدہ کی دس خصلتیں

حضرت قطب ربانی رح نے ارشاد فرمایا: مجاسبہ و مجاہدہ نفس کرنیوالے اہل طریقت کیلئے دس عمدہ خصلتیں ہیں، جن پر وہ ہمیشہ عمل پیرا رہے حسب وہ اللہ کے حکم اور سنت نبویؐ کے اتباع میں ان خصائل پر قائم و راسخ ہو جاتے ہیں تو معرفت و روحانیت کے بلند رتبے پا لیتے ہیں۔ پہلی خصلت یہ ہے کہ بندہ قصداً یا سہواً جھوٹی یا سچی قسم ہرگز نہ کھائے، اور خود کو قسم کھانے کا عادی نہ بنائے، خواہ وہ قسم اللہ کے نام سے ہو اس کی کتاب مقدس کے نام سے، نبی اکرمؐ کے نام سے، یا کسی بھی اور ذریعہ سے، کیونکہ جب کوئی شخص قسم کھانے کا عادی ہو جاتا ہے تو اس کے نزدیک قسم کی کوئی عظمت و اہمیت نہیں رہتی اور وہ دانستہ یا نادانستہ اس کی خلاف ورزی کرنے لگتا ہے، جو بدعہدی کے علاوہ خدا کے غیظ و غضب کو برانگیختہ کرتا ہے لیکن جب انسان خود کو ترکِ حلف کا عادی بنا لے، اور اشد ضرورت کیوقت بھی قسم نہ کھائے تو اللہ تعالےٰ اس پر اپنے انوار و برکات نازل فرماتا ہے جس سے وہ ظاہری و باطنی نعمتوں میں اضافہ پاتا ہے، اُسکے درجات بلند ہوتے ہیں، لوگوں میں اسکی تعریف و توصیف ہوتی ہے، لوگ اُسے ایک عمدہ مثال سمجھ کر اس کی پیروی کرتے ہیں اور جو اُسے دیکھتا ہے اس سے مرعوب و ہیبت زدہ ہوتا ہے دوسری

خصلت یہ ہے کہ بندہ ارادتاً یا ہنسی مذاق میں جھوٹ بولنے سے احتراز کرے اس لئے کہ جھوٹ انسان کو بزدل بنا کے قلب و دماغ کو زنگ آلود کر دیتا ہے اور اس سے خلقِ خدا میں اس کا اثر و اعتبار اُٹھ جاتا ہے، علاوہ ازیں جو شخص انسانوں کے سامنے جھوٹ بول سکتا ہے، وہ خدا پر بھی کذب و افترا پردازی اور بہتان طرازی سے گریز نہیں کرتا اس کے برعکس اگر وہ اپنی زبان کو سچ بولنے کا عادی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے شرح صدر عطا فرمائے گا اور اس کا سینہ علوم و معارفِ اسلامیہ کے لئے کھول دیگا۔ جب وہ دوسروں سے جھوٹ سُنے گا، تو اپنی زبان اور عمل سے اُن کو سچ کی تبلیغ و تلقین کرے گا نیز وہ جھوٹوں کی اس عادت کے رفع ہونے کی دعا کرے گا۔ الغرض جھوٹ ضعیف العقیدہ اور فاسق و فاجر لوگوں کا شیوہ ہے، اور سچ یا حق گوئی صادق ایمان اولیاء و صلحاء اور صدیقین کا دستورِ عمل ہے تیسری خصلت یہ ہے کہ جب بندہ کسی شخص سے کوئی عہد و پیمان کرے، تو اپنے وعدہ کی خلاف ورزی ہرگز نہ کرے قرآن و حدیث میں پابندی عہد کی پے در پے تاکید آئی ہے، اور اسے ایمان کی ایک بہت بڑی علامت قرار دیا گیا ہے چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے "اے مسلمانو! تم اپنے عہد و پیمان کی تعمیل کیا کرو کیونکہ تم سے تمہارے وعدوں کے متعلق بازپرس ہو گی۔" نیز آنحضرت ؐ نے ارشاد فرمایا "جو شخص اپنے عہد و پیمان کی پابندی نہیں کرتا، اس میں ایمان ہی نہیں۔" بس یاد رکھ کہ کسی سے وعدہ کر کے توڑ دینے کے مقابل یہ طرزِ عمل زیادہ بہتر ہے کہ تو وعدہ ہی نہ کرے، بالفاظ دیگر ایسا وعدہ کرنے سے جس کی بعد میں تعمیل نہ کی

جا سکے، یا تعمیل کرنے کی نیت ہی نہ ہو اُس وعدہ کا نہ کرنا ہی مبارک اور موجب فلاح بہبود ہے اس لئے کہ وعدہ کی خلاف ورزی بھی جھوٹ کی بدترین قسم ہے قوت ارادی کا فقدان ہے حسنِ سلوک اور خوش معاملگی کی بربادی ہے اور خلقِ خدا میں بدعہدی کرنیوالے شخص کی کوئی عزت و وقعت نہیں رہتی لیکن جو شخص صداقت اور ذمہ داری کے ساتھ اپنے عہد و پیمان کی پابندی کرتا ہے وہ ہمیشہ اور ہر جگہ لوگوں کی نظر میں دن بدن زیادہ عزت و توقیر اور اعتماد حاصل کرتا چلا جاتا ہے اللہ بھی اسے محبوب رکھتا ہے اور وہ دنیا و عقبیٰ میں فلاح و بہبود اور ترقی و کامرانی حاصل کرتا ہے، چوتھی خصلت یہ ہے کہ انسان کسی بنی آدم یا چیز پر لعنت نہ کرے، کیونکہ لعنت کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو پہنچتا ہے اور عالم الغیب ہونے کے لحاظ سے وہی خوب جانتا ہے کہ کون سا شخص یا کونسی چیز لعنت کے قابل ہے، اور ملعون و مغضوب ہونے کی مستحق ہے پس لعنت نہ کرنا، اور مخلوقات کو ضرر و ایذا نہ پہنچانا اولیاء اللہ اور ابرار و صدیقین کی صفت ہے، اور اس موضوع پر اُن کا اتباع کرنیوالے لوگوں کے درجات دنیا و عقبیٰ میں بلند کئے جاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ انکے ایمان کی حفاظت فرماتا ہے پس مومن کو چاہیئے کہ جگہ جگہ لعنت کرتے پھرنے سے اللہ کے علم و فعل میں دخل نہ دے اور دوسروں کو لعنت و ملامت کرنے کی بجائے اپنی سیرت اور اپنے عقیدہ و عمل کی اصلاح کرے پانچویں خصلت یہ ہے کہ مسلمان کسی کے لئے بد دعا کرنے سے پرہیز کرے اگر اُس پر کسی جانب سے زیادتی اور ناخدا ترسی ہوئی ہے تو اس کے لئے بد دعا کرنے کی بجائے اُس کے راہ راست

پر ابھارنے کی دعا کرے اور تحمل و برداشت سے کام لے یہ خصلت اپنے صاحب کے درجات بلند کرتی ہے اور بندہ جب اس نیک صفت سے آراستہ ہوتا ہے تو اس میں سیرت کی پختگی پیدا ہوتی ہے اور وہ مخلوق میں محبت و مقبولیت کے جذبات پیدا کرتا ہے، اور قلوب مومنین میں اعزاز و احترام پاتا ہے کلام اللہ میں بد دعا کا جواز بھی صریحاً موجود ہے، اور انبیاء نے جب کبھی بعض اقوام یا افراد کو یقینی طور پر بد دعا کا مستحق پایا ہے، تو انکے لئے مختلف مواقع پر بد دعائیں بھی کی ہیں، لیکن جب کوئی شخص بد دعا بھی کرنے لگے، تو ہمارے بیان کے مطابق پہلے اسے ہر لحاظ اور ہر حیثیت سے یہ یقین و اطمینان کر لینا ہوگا کہ بد دعا کیا جانے والا شخص مخصوص بنیادوں پر فی الواقع بد دعا کا مرجع و مستحق ہے چھٹی خصلت یہ ہے کہ مومنین اور اہل قبلہ میں سے کسی شخص پر یقین و وثوق کے ساتھ کافر و مشرک یا منافق ہونے کا حکم نہ لگائے تا وقتیکہ اس کے پاس کوئی پختہ و واضح ثبوت مہیا نہ ہو جائے کسی کی تکفیر کرنا ایک بہت نازک اور ذمہ داری کا فعل ہے اور ہر شخص کو بلا سوچے سمجھے اور تحقیق کئے اس کا مرتکب نہیں ہونا چاہئے بخلاف اس کے کسی کی تکفیر نہ کرنا علم الٰہی سے دخل دینے سے بچاتا ہے اتباع سنت ہوتی ہے، اور مومن کے لئے احتیاط کا اچھا طریقہ ہے یہ خصلت اللہ کی رحمت و رضامندی سے بہت قریب ہے، اور انسان کسی کلمہ گو مسلمان کو کافر یا منافق قرار دینے سے محفوظ رہتے ہوئے اپنے ہی ایمان کی نگہداشت کرتا ہے اور خدا کا مغضوب ہونے سے بچتا ہے ایم ساتویں خصلت یہ ہے کہ انسان گناہ و معصیت میں مبتلا کرنے والی، یا حرام و ناجائز چیزوں کو دیکھنے یا ان کی

طرف راغب ہونے سے پرہیز کرے اور اپنے اعضاء کو نواہی یعنی اللہ تعالیٰ کی ممنوع قرار دی ہوئی چیزوں سے محترز رکھے، یہ احکام الٰہی کا احترام ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو دنیا و عقبیٰ میں عزت و سرفرازی عطا فرماتا ہے آٹھویں خصلت یہ ہے کہ مخلوقات میں کسی پر خواہ وہ اپنے سے بڑا ہو یا چھوٹا، اپنا بوجھ نا روا طریق پر نہ ڈالے اور انہیں ظلم و زیادتی سے مکلف نہ کرے یہ خصلت دیندار اور ذاکر و عابد لوگوں کی عزت ہے اور اسی کی تعمیل سے وہ موثر طور پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی قوت و توفیق پاتے ہیں جب مومن کی یہ روش ہو، اور وہ اپنی حاجات ضروریات کے لئے اللہ کے علاوہ مخلوقات کو مکلف نہ کرے اور نہ ان کے صدقات پر نظر رکھے تو اللہ تعالیٰ اُسے توکل اور استغنا کی بے مثل صفات عطا فرماتا ہے یہ خصلت توحید و اخلاص کا بلند رتبہ پانے کے لئے سب سے اہم اور مفید صفت ہے، نویں خصلت یہ ہے کہ مسلمان حرص و ہوس کا اتباع نہ کرے، اللہ کی دی ہوئی نعمتوں پر حمد و شکر بجا لائے، اور مخلوقات کو اپنی خواہشات و مطالبات کا مرجع نہ بنائے یہ توکل کی روح ہے، اور اعتماد علی اللہ کا اصول اور یہ ان برگزیدہ بندگان حق تعالیٰ اور اولیاء اللہ کی علامات میں سے ہے جنہوں نے مخلوقات سے ربط منقطع کر کے اللہ تعالیٰ سے اپنے روحانی و معنوی تعلق کو محکم و استوار کیا، اور انہیں دنیا و عقبیٰ میں سعادت و فلاح حاصل ہوئی دسویں خصلت یہ ہے کہ تواضع اختیار کیجائے اور عجز و انکساری کو اپنا شعار بنایا جائے تواضع سے مسلمان کا رتبہ بلند ہوتا ہے، خالق و مخلوق کے نزدیک وہ عزت

وتوقیر حاصل کرتا ہے، اور اس کی دُعا ومناجات میں یہ اثر پیدا ہوتا ہے کہ وہ دنیا وآخرت کی جس چیز کا ارادہ کرتا ہے، اللہ تعالےٰ اسے مہیا فرما دیتا ہے، یہ خصلت تمام عبادات کی اصل ہے، اور ایمان و اخلاق کی تمام عمدہ صفات اسی سے جنم لیتی ہیں اسی خصلت سے مومن اُن اولیاء اللہ کی سیرت پاتا ہے جو راحت یا تکلیف اور خوشی یا غمی دونوں میں اللہ سے راضی رہتے ہیں۔ اور یہ خصلتِ تواضع حقیقت میں کمالِ تقویٰ ہے، اور تواضع کی تعریف یہ ہے کہ انسان کسی کو حقیر و ادنیٰ نہ سمجھے، اور جس سے بھی ملے سمجھ کر ممکن ہے علمِ الٰہی میں یہ شخص رتبہ وصفات میں مجھ سے بلند تر ہو، لہٰذا وہ اگر اس سے چھوٹا ہے تو سمجھے کہ اس نے اللہ کی اِسقدر نافرمانی نہیں کی جس قدر میں نے کی ہے، اور اس لئے وہ مجھ سے بہتر ہے اور اگر وہ اس سے بڑا ہے تو کہے کہ اس نے مجھ سے پہلے اللہ کی عبادت شروع کی اور مجھ سے زیادہ نیکیاں کیں، لہٰذا اسے مجھ پر فوقیت حاصل ہے اور اگر وہ عالم ہے تو سمجھے کہ اسے وہ نعمت و فضیلت دی گئی ہے جس تک میری رسائی نہیں ہوئی، اُس نے وہ کچھ سیکھا سمجھا اور معلوم کیا ہے جو میں نے نہیں کیا۔ نیز وہ علم سے متمتع ہو کر اُس سے اپنے عقیدہ و عمل کی اصلاح کا فائدہ بھی اٹھاتا ہے لہٰذا اس کی فضیلت و برتری مجھ پر مسلم ہے، اگر وہ جاہل ہے تو کہے کہ اس نے اللہ کی جتنی کچھ نافرمانی کی ہے وہ لاعلم ہوتے ہوئے کی ہے لہٰذا اس حیثیت سے مجھ پر اُس کی برتری ظاہر ہے، اور اگر وہ کافر ہے تو کہے کہ میں نہیں جانتا شاید وہ

مسلمان ہو جائے اور اللہ تعالےٰ اسے کسی بھی وقت اپنی توفیق و نصرت سے راہِ حق دکھا دے اور پھر اس کا خاتمہ ایمان و اسلام پر ہو لہٰذا میرے لئے اس کی تحقیر جائز نہیں پس تواضع بہت سے اوصاف پسندیدہ کی جڑ ہے اور اس سے طبع انسانی میں کبر و غرور پیدا ہونے کے بجائے خلقِ خدا سے ہمدردی اور محبت و شفقت کے جذبات جنم لیتے ہیں۔ علاوہ ازیں جب بندہ متواضع ہو جائے گا تو اللہ تعالےٰ اسے آفاتِ نفس سے محفوظ رکھے گا، لوگوں کے دل میں اس کی عزت و توقیر پیدا کرے گا، اور اسے اپنے مقبول و محبوب بندوں میں شمار کریگا حسب حدیث "تواضع عبادت کا مغز ہے" یہ متقی اور راست باز لوگوں کی پہچان ہے اور کوئی شے اس سے افضل نہیں ہے اس کے باعث مومن کی زبان لغویات و نہریات اور دل آزار باتوں سے محفوظ ہو جاتی ہے، اور وہ ظاہر و باطن میں یکساں ہو جاتا ہے، وہ نہ خود کسی کی غیبت کرتا ہے، نہ دوسروں سے کسی کی غیبت سننا گوارا کرتا ہے کیونکہ قرآن و حدیث میں غیبت کی بہت مذمت آئی ہے، اللہ تعالےٰ ہمیں اور تمہیں تواضع اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے! آمین

(تکملہ مقالہ نمبر ۷۹)

حضرتؒ کی وصیتیں اور مرض الوصال

مرض الوصال میں آپ کے صاحبزادہ حضرت شیخ عبد الوہابؒ نے
آپ کی خدمت میں عرض کیا مجھے ایسی وصیت فرمایئے جس پر میں آپ کے بعد
عمل کروں۔ حضرتؒ نے ارشاد فرمایا "تجھ پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ
ڈرتا رہے، اور اس کی مخلوقات میں کسی سے خوف نہ کھائے اللہ کے سوا
مخلوقات میں کسی سے اپنی امیدیں اور حاجات وابستہ نہ کر۔ اپنے تمام
کاموں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کئے رکھ۔ اور اللہ کے سوا کسی پر بھروسہ نہ
کر، اسی پر توکل رکھ اسی سے اپنی تمام ضروریات طلب کر، اور اللہ کے سوا
کسی پر وثوق نہ رکھ کہ یہ شرک ہے اللہ کی ذات وصفات کے متعلق توحید کو
پختگی سے اختیار کر۔ کیونکہ توحید باری تعالیٰ پر سب کا اجماع ہے۔" علاوہ ازیں
فرمایا "جب مومن کا دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق درست وراسخ کرلیتا
ہے تو عقیدہ وعمل کی کوئی عمدہ صفت اس سے خارج نہیں رہتی۔" نیز فرمایا "میں
ایک ایسا مغز ہوں جس کا پوست نہیں" پھر اپنی اولاد کو مخاطب کر کے فرمایا "تم لوگ
میرے پاس ہٹ جاؤ کیونکہ میں ظاہر میں تمہارے ساتھ ہوں لیکن باطن میں
کسی اور کے ساتھ ہوں۔" پھر فرمایا "تمہارے علاوہ اور بھی لوگ ہیں، جو میری
پاس آئے ہیں انہیں جگہ دو۔ اور ان کا ادب کرو، ان کی خاطر یہ جگہ وسیع کردو

اس جگہ خدا کی رحمتوں کا نزول ہو رہا ہے۔" اور آپ اس حالت میں اکثر دفعہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ارشاد فرماتے۔ "یعنی تم پر اللہ کی سلامتی ہو اس کی رحمتیں اور برکتیں ہوں" اور اللہ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے" اسی طرح آپ ایک رات اور ایک دن تک فرماتے رہے اس دوران میں بعض اوقات آپ فرماتے "میں اللہ تعالیٰ کے سوا مخلوقات میں کسی سے نہیں ڈرتا ہوں۔ حتیٰ کہ ملک الموت بھی مجھے خائف نہیں کر سکتا۔ اے ملک الموت میں صرف تیرے خالق و پروردگار سے ڈرتا ہوں، تجھ سے ہرگز نہیں ڈرتا" اور یہ فرماتے ہوئے آپ نے باوازِ بلند نعرہ لگایا، اور روحِ مقدس قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی جس پر خدا کی رحمتیں اور سلام ہوں مجھے آپ کے صاحبزادوں حضرت عبدالرزاق اور حضرت موسیٰ نے بتایا کہ وصال سے پیشتر آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو مصافحہ کے طور پر اٹھاتے اور دراز فرماتے تھے اور ساتھ ہی یہ ارشاد فرماتے تھے" وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ توبہ کرو اور اپنی صف میں داخل ہو جاؤ۔ میں ابھی تمہاری طرف آتا ہوں۔" اس کے بعد آپ پر سکرات کی کیفیت طاری ہوئی، اور ذکرِ الٰہی کرتے ہوئے واصل باللہ ہو گئے رضی اللہ عنہ ورضواہٗ۔

(مقالہ نمبر ۸۰)

حضرت کا بقیہ کلام

حضرت قطب ربانی رح نے ارشاد فرمایا!! باطنی تاثرات اور کشف و مشاہدہ کے لحاظ سے میرے اور تمہارے اور تمام مخلوقات کے درمیان گویا زمین و آسمان کا بعد ہے۔ لہٰذا تم مجھے کسی احد شخص پر اور کسی کو مجھ پر قیاس مت کرو۔ پھر آپکے صاحبزادہ عبد الرزاق رح نے مرض کی کیفیت دریافت کی آپنے فرمایا" مجھ سے کوئی شخص کچھ نہ پوچھے۔ کیونکہ میں اللہ کے علم کے مطابق ایک حال سے دوسرے حال کیطرف منتقل کیا جا رہا ہوں اسوقت کوئی انسان جن یا فرشتہ میرے مرض کو جانتا سمجھتا نہیں۔ اللہ کے حکم سے اللہ کا علم ساقط نہیں ہوتا۔ حکم بدل جاتا ہے لیکن اس کا علم نہیں بدلتا حکم منسوخ ہو سکتا ہے مگر اس کا علم منسوخ نہیں ہوتا۔ پھر آپنے یہ آیۂ شریفہ پڑھی" اللہ جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے، اور جس چیز کو چاہتا ہے ثابت و قائم رکھتا ہے۔" آپنے فرمایا۔ اللہ کے نزدیک اسکے علم کی اصل کتاب لوح محفوظ ہے پس روز حشر اس کتاب کے مندرجات اور احکام و اوامر مسئول نہیں ہوں گے بلکہ بندے اپنے عقیدہ و عمل کے متعلق پوچھے جائیں گے صفات الٰہی کے بارے میں جو خبریں ہیں کلام اللہ میں پہنچائی گئی ہیں وہ اسی طرح دنیا کے اندر ظہور پاتی رہتی ہیں آپکے صاحبزادہ حضرت عبد الجبار رح نے آپ سے پوچھا" آپ کے جسم مطہر میں کونسا عضو درد و کرب محسوس کر رہا ہے، آپ نے فرمایا" میرے تمام اعضاء

میں اس وقت درد و کرب محسوس ہو رہا ہے، لیکن الحمد اللہ کہ میرے قلب میں کوئی دکھ درد نہیں ہے، اور اس کا تعلق اللہ تعالےٰ کے ساتھ بالکل درست ہے" اس دوران میں آپ فرماتے تھے لاالٰہ الا اللہ سبحانہٗ و تعالےٰ کے درود بقدر اس سے میں اللہ تعالےٰ کی مدد و نصرت چاہتا ہوں، اور اس ذاتِ حی سے استعانت کرتا ہوں جو موت اور فنا سے محفوظ و بے خوف ہے، پاک ہے وہ ذات جو اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ تمام کائنات پر حاکم و غالب ہے، اور جس نے خود کو مستثنیٰ کر کے تمام مخلوقات کے لئے موت مقدر فرما دی ہے لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ؐ۔ آپ کے صاحبزادہ موسیٰؒ نے بتایا کہ بوقتِ وصال آپ بار بار "تعزز" فرماتے تھے، اور آپ نے اس لفظ کے ساتھ اس لفظ کو بلند کیا، حتیٰ کہ آپ کی زبانِ مبارک اس کے تلفظ کے ساتھ درست ہو گئی پھر تین بار آپ نے "اللہ" فرمایا، اور زبان مبارک تالو سے مل گئی اور آپ کی روحِ مقدس پرواز کر گئی۔ رضوان اللہ علیہ، یہ وہ خطبات و مقالات ہیں جو حضرت محبوبِ سبحانی و قطبِ ربانی رحؒ نے جامع مسجد بغداد میں سامعین اور مریدوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمائے، اللہ تعالےٰ ہم سب کو حضرت کی رُوحِ مجر فتوح کی برکات سے اور ان مقالات کی برکت سے جو باطنی و روحانی اسرار و حکم سے معمور ہیں، فلاحِ دارین عطا فرمائے اور ایمان و اسلام پر ثابت قدم رکھے نیز اللہ تعالیٰ ہمیں انپر عمل پیرا ہونے، اور ان کی تبلیغ و اشاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بحرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ اجمیع الانبیاء و اولیاء یا ارحم الراحمین۔